عجائباتِ فاطمی سلام اللہ علیہا

حجت الاسلام والمسلمین سید محمد نجفی یزدی

ترجمہ و تحقیق:

سید سبطین علی نقوی امروہوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝

عجائباتِ فاطمیؑ

(مع تحفہ ذوالفقارِ فاطمیؑ
یعنی اسناد و مدارک خطبہ فدکیہ با متن کامل و ترجمہ)

تالیف: حجۃ الاسلام والمسلمین استاد سید محمد نجفی یزدی

مترجم: سید سبطین علی نقوی امروہوی الحیدری

نام کتاب................ عجائبات فاطمیؑ
مصنف................ حجۃ الاسلام والمسلمین سید محمد مجتبیٰ یزدی
مترجم................ سید سبطین علی نقوی امروہوی الحیدری
نظر ثانی................ سید زین علی زیدی
کمپوزنگ................ سید سبطین علی نقوی امروہوی الحیدری
ناشر................ Ziaraat.com
سال اشاعت........... ۲۰۱۶ عیسوی
ہدیہ....................

Ziaraat.com
Online Library

DOT Management Foundation – Ziaraat.com
under the Supervision of Sabil-e-Sakina (S.A) Islamic Digital Library

0092 (0) 333 2000 464 webmaster@ziaraat.com www.dmfpak.org
0092 (0) 333 3589 401 mail@dmfpak.org www.ziaraat.com

انتساب

شافعہ محشر، شہیدہ غربت، ولیۃ اللہ، ولیۃ نعمتی، کریمہ
اہلبیتؑ، فاطمہ ثانی، زینبِ امام رضاؑ، بنت رسول و علی و
بتول و حسن و حسین، فاطمہ بنت موسیٰ بن
جعفرؑ المعروف بہ معصومہ قم سلام اللہ علیہا کے نام

يَا فَاطِمَةُ اشْفَعِي لِي فِي الْجَنَّةِ فَإِنَّ
لَكِ عِنْدَ اللهِ شَأْناً مِنَ الشَّأْنِ

نشر فضائل اہلبیتؑ کی ضرورت

ہمارے اہم ترین وظائف اور ذمہ داریوں میں سے ایک بشریت کے لیے رہبران الٰہی اور آئمہ منصوص من اللہ کا تعارف کروانا ہے، وہی امام کہ جن کی پیروی کرنے کی رسول اللہ ﷺ نے سفارش فرمائی، تاکہ عامۃ الناس راہ سعادت پا کر فلاح سے ہمکنار ہو سکیں۔

ان ہستیوں کی معرفت کا اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں کہ ان کی خصوصیات، فضائل اور مناقب بیان کیے جائیں، کہ جب بھی لوگ بالخصوص مسلمان اس خاندان ممتاز کے فضائل سے آشنا ہو جائینگے تو خود بخود ان کی جانب کھنچے چلے آئیں گے اور ان کی بتائی ہوئی راہ پر گامزن ہو جائیں گے۔

آج کل خدا کے فضل و کرم سے حوزہ ہائے علمیہ بالخصوص حوزہ علمیہ قم میں بہت سے موسسات، ادارے اور مدارس موجود ہیں جو مختلف موضوعات جیسے فقہ، اصول، کلام، فلسفہ، عرفان، ادیان، تاریخ، حدیث، علوم قرآن وغیرہ پر تحقیق میں سرگرم ہیں جن میں چھوٹے بڑے سوالوں اور اعتراضات کے جواب، دفاع مذہب حقہ اور بیان معارف اہلبیتؑ کے فرائض انجام دیے جا رہے ہیں۔

البتہ اب بھی تحقیق و نشر فضائل اہلبیتؑ کے ضمن میں کوئی مستقل ادارہ وجود میں نہیں آسکا، یا جس طرح ہونا چاہیے ویسا موجود نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ معرفت اہل بیتؑ تمام اچھائیوں کی منشاء اور مبداء ہے، کیونکہ ان کی پہچان ہی معاشرے کو رہبران الٰہی اور اسلامی اقدار سے روشناس کروا سکتی ہے۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ اگر موجودہ دور میں منطقی دلائل کے ساتھ متعصبانہ رویے بالائے طاق رکھتے ہوئے فضائل اہلبیتؑ کے در بیچے وا کیے جائیں، تو یہ وحدت اسلامی اور مسلمانوں کی ہدایت کے لیے بہترین راہ ہو گی۔

اسی وجہ سے ہم معرفت معصومینؑ کے مقصد کے تحت فضائل اہلبیتؑ نشر کرنے کے سلسلے کا آغاز کر رہے ہیں اور خدا سے اس راہ مقدس میں مدد کے خواستگار ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی محمد و آلہ الطاہرین

ولعنۃ اللہ علی اعدائھم اجمعین۔

مقدمہ

بشریت، بالخصوص امت مسلمہ پر خدا کے عظیم الطاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے انسان کو ابدی سعادت و کمال سے ہمکنار کرنے، ہدایت بشر کے لیے وحی کے بھیجنے اور احکام و معارف نورانی (جو انسان کے لیے چراغِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں) کا بندوبست فرمانے کے ساتھ ساتھ عظیم شخصیات کو فضائل و اقدارِ حسنہ کا مجسم نمونہ بنا کر بشریت کے لیے اسوہ حسنہ قرار دیا۔ یہ سب اسلئے کہ انہیں دیکھ کر راہ کمال کو بہتر اور سرعت کے ساتھ طے کیا جا سکے، اور اگر اس راہ میں انسان کو کوئی شک وابہام یا رکاوٹ آلے تو وہ ان شخصیات کی مدد سے ان ابہامات و موانع کو برطرف کر سکے۔

وہ شخصیات جن کا وجودِ نورانی سراپا حضرت حق کی صفات جلال و جمال کا مظہر اور الٰہی فضائل کا مجسمہ ہے۔ ان کی طرف نگاہ کرنا، ان کا ذکر اور ان کے اقوال، فضیلتوں کی تجلی اور معنویت و نورانیت کی جانب تشویق کا باعث ہیں۔ کیونکہ انہیں دیکھنے اور ان کے اوصاف سننے سے، خدا، اسلام اور دینی فضائل و معنوی اقدار کے علاوہ انسان کا ذہن کسی اور جانب متوجہ نہیں ہوتا۔

یہی وجہ ہے کہ روایات میں ذکر اہلبیتؑ، ان کے فضائل و کمالات کا بیان اور ان کی معرفت، جتنی زیادہ بھی ہو سکے، حاصل کرنے کی بہت زیادہ تاکید وارد ہوئی ہے۔ اور ان سب امور کا

اس کے علاوہ اور کوئی راز نہیں کہ ان کے ذریعے سے کمال و جمال الٰہی کی ترویج و تشویق اور ان کے فضائل و صفات سننے اور پڑھنے سے دلوں کی نورانیت کا اہتمام کیا جائے۔

ان انوار پاک الٰہی میں سے ایک عظیم و مقدس نور، صدیقہ طاہرہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ ہیں جو سراپا نور تھیں، جن کی گفتگو ہمیشہ دلوں کو نورانی کرنے والی اور انسانوں کے لیے چراغ ہدایت رہی گی۔ اس امید کے ساتھ کہ یہ حقیر سی کوشش تیار و بیدار دلوں پر اس خورشید ہدایت کے انوار پاک کی ایک چھوٹ ثابت ہو۔ ان شاء اللہ

يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَ أَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ.

سید محمد یزدی نجفی
قم المقدس: ۱۳۔۱۱۔۱۳۹۴
(ایران)

اجساد سے قبل ارواح کی خلقت

متعدد روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خدا نے انسانوں کی ارواح کو ان کے اجساد کی خلقت سے کئی برس پہلے خلق کیا۔[1]

امام صادقؑ فرماتے ہیں: إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى خَلَقَ الْأَرْوَاحَ قَبْلَ الْأَجْسَادِ بِأَلْفَيْ عَامٍ فَجَعَلَ أَعْلَاهَا وَأَشْرَفَهَا أَرْوَاحَ مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَالْأَئِمَّةِ بَعْدَهُمْ ع فَعَرَضَهَا عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَغَشِيَهَا نُورُهُمْ. بے شک خدا نے انسانوں کی ارواح کو ان کے ابدان سے دو ہزار سال قبل خلق کیا اور چہاردہ معصومین کی ارواح کو تمام ارواح میں اعلیٰ و اشرف مقام سے نوازا، پھر خدا نے ان کی ارواح کو زمین و آسمان اور پہاڑوں پر پیش کیا تو ان کے نور نے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا۔[2]

اس حوالے سے امام صادقؑ سے ایک عجیب روایت وارد ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: امیر المومنینؑ مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک مرد نے آپ کے پاس آکر کہا: خدا کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تو مجھ سے محبت نہیں کرتا۔ اس مرد نے کہا: اس خدا کی قسم جس کے سوا اور کوئی خدا نہیں، میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی اور خدا نہیں؛ تو مجھ سے محبت نہیں کرتا! اس مرد نے کہا: یا امیر المومنینؑ! میں قسم کھا رہا ہوں کہ آپ سے محبت کرتا ہوں اور آپ قسم کھا رہے ہیں کہ

---

[1] بحار الانوار: ج ۵۷، ص ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۳۸؛ نقل از بصائر و اختصاص....

[2] بحار الانوار: ج ۵۷، ص ۱۳۶؛ نقل از معانی الاخبار: ص ۱۰۸.

میں آپ سے محبت نہیں کرتا! گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں میرے باطن کا علم رکھتے ہیں؟ یہ وہ مقام تھا جب امیر المومنین علیہ السلام کو جلال آگیا، اور آپ کی عادت تھی کہ جب آپ کو جلال آتا تھا تو کوئی بہت بڑی بات بیان فرمایا کرتے تھے۔ اس حال میں کہ آپ نے اپنے ہاتھ آسمان کی جانب بلند کر رکھے تھے گویا ہوئے: ایسا کیسے ہو سکتا ہے (یعنی تیرا دعویٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟) جبکہ میرے خدائے عظیم نے ارواح کو ابدان سے دو ہزار سال قبل خلق کیا اور پھر میرے محبوں اور دشمنوں کی روحوں کو میرے سامنے پیش کیا، خدا کی قسم! میں نے تجھے اپنے محبوں کے درمیان نہیں دیکھا، تو (اس وقت) کہاں تھا؟! فَوَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُكَ فِيهِنَّ أَحَبَّ فَأَيْنَ كُنْتَ[1].

---

[1] بحار الانوار: ج ۵۸، ص ۱۳۷؛ نقل از البصائر: ۸۷.

﴿۱﴾

محمد و آل محمد ﷺ کے انوار پاک کی خلقت

انوار مقدس محمد و آل محمد ﷺ کی خلقت کی داستان الگ ہے۔ ہم اس بارے میں فقط دو روایات نقل کرنے پر اکتفا کریں گے۔

ابو سعید خدری کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور خدا کے اس قول کے بارے میں پوچھا جس میں خدا نے شیطان کے بارے میں اس وقت جب اس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا؛ فرمایا: ﴿أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ﴾[1] کیا تو نے تکبر کیا؟ یا تو عالین میں سے ہو گیا ہے؟ یہ عالین کون ہیں کہ جن کا مقام ملائکہ سے بھی افضل ہے؟ (اور جو سجدہ کرنے پر مامور نہیں تھے)۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ میں، علی، فاطمہ، حسن و حسین (علیہم السلام) تھے۔ ہم عرش کے پردوں میں آدم کی خلقت سے دو ہزار سال قبل خدائے بلند و والا مقام کی تسبیح کرتے تھے، اور جب خدا نے آدم کو خلق کیا، تو ملائکہ کو حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کریں، لیکن اس نے ہمیں ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ تمام ملائکہ نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ اس نے نافرمانی کی۔ خداوند متعال نے اس سے فرمایا: کیا تو نے تکبر کیا یا عالین میں سے ہو گیا ہے؟ یعنی کیا ان پانچ افراد میں سے ہے کہ جن کے نام عرش کے پردوں پر لکھے ہوئے ہیں؟ پس ہم ہی وہ باب اللہ ہیں جن سے داخل ہونا چاہیے، ہدایت یافتہ افراد ہماری

---

[1] ص: ۷۵.

جانب ہدایت پاتے ہیں اور جو کوئی بھی ہم سے محبت کرے گا خدا اس سے محبت کرے گا، اور اسے اپنی بہشت میں ساکن فرمائے گا اور جو بھی ہم سے بغض رکھے گا خدا اس سے دشمنی رکھے گا اور اسے جہنم رسید فرمائے گا، اور ہم سے محبت نہیں کرتا مگر وہ جس کی ولادت پاک ہو۔[1]

ہم اطراف عرش نور کے قالب میں موجود تھے

ایک اور حدیث میں فضیہ بن یزید جعفی کہتا ہے: میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے پاس دوس بن ابی الدوس، ابن ظبیان اور قاسم صیرفی بھی موجود تھے، میں سلام کر کے بیٹھ گیا اور عرض کی: یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی محفل سے استفادہ کرنے آیا ہوں! امام نے فرمایا: پوچھو لیکن مختصر، میں نے عرض کی: آپ اہلبیتؑ اس سے قبل کہ خدا زمین و آسمان اور تاریکی و نور کو خلق کرتا، کہاں تھے؟ فرمایا: اے فضیہ! اس وقت ایسے سوال کیوں کر رہا ہے؟ کیا نہیں جانتا کہ ہماری محبت مخفی اور ہماری دشمنی آشکار ہے، اور جنات ہمارے دشمن ہیں (شاید خلیفہ کے جاسوسوں پر کنایہ ہے) جو لوگوں کے لیے ہمارا کلام نقل کر دیتے ہیں، اور انسانوں کی طرح ان دیواروں کے بھی کان ہیں! میں نے عرض کیا: اب تو میں پوچھ بیٹھا ہوں۔ فرمایا: اے فضیہ: كُنَّا أَشْبَاحَ نُورٍ حَوْلَ الْعَرْشِ نُسَبِّحُ اللهَ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ آدَمَ بِخَمْسَةَ عَشَرَ أَلْفَ عَامٍ؛ ہم نور کے قالب میں عرش الٰہی کے گرد موجود تھے اور آدم کی خلقت سے پندرہ ہزار سال پہلے خدا کی تسبیح کیا کرتے تھے۔[2]

ایک روایت میں ہے کہ جیسے ہی جناب آدم کی نگاہ ان انوار مقدسہ پر پڑی تو انہوں نے ان کے بارے میں سوال کیا: خداوند متعال نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد ہیں، اگر یہ نہ ہوتے تو میں تجھے خلق

---

[1] فضائل الشیعہ (صدوق): ۷؛ بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۲۔

[2] تفسیر فرات کوفی: ص ۲۰۷؛ بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۲۔

نہ کرتا۔[1] نہ بہشت خلق کرتا، نہ دوزخ، نہ عرش، نہ کرسی، نہ زمین، نہ آسمان، نہ فرشتے، نہ جن و انس۔۔۔ یہ میرے برگزیدہ ہیں کہ میں انہی کے وسیلے سے (خلق کو) نجات دونگا، اور انہیں کے ذریعے سے ہلاک کروں گا، اگر مجھ سے کوئی حاجت ہو تو ان سے متوسل ہو۔۔۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم کشتی نجات ہیں، جو کوئی بھی اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے دور ہوا ہلاک ہوا۔۔۔[2]

اسم فاطمہؑ بہشت کی زینت

یہی وہ ذوات مقدسہ تھیں جن کا نام (ہمیشہ سے) دروازہ بہشت پر کندہ ہے: "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ، عَلِيٌّ حَبِيبُ اللّٰهِ، الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ صَفْوَةُ اللّٰهِ، فَاطِمَةُ أَمَةُ اللّٰهِ، عَلَىٰ بَاغِضِيهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ"۔[3] اہلسنت حضرات روایت کرتے ہیں کہ جناب آدمؑ نے جنت میں ایک خاتون کو دیکھا جس کا نور آنکھوں کو خیرہ کیے دیتا تھا! خدا نے ان سے فرمایا: یہ فاطمہؑ کا سراپا ہے، تیری اولاد میں سے ہونے والی خواتین کی سردار، اور اس کے سر پر موجود تاج اس کا شوہر علیؑ اور اس کے کانوں میں موجود دو گوشوارے اس کے دو بیٹے ہیں۔[4]

---

[1] بحار الانوار: ج ۲۷، ص ۶؛ نقل از قصص الانبیاء۔

[2] فرائد السمطین: شیخ الاسلام ابراہیم بن محمد مؤید متوفی ۷۳۰ھ؛ مناقب خوارزمی: خطیب خوارزمی: ص ۳۵۲؛ الغدیر: ج ۲، ص ۳۰۰۔

[3] تاریخ بغداد: ج ۱، ص ۲۵۹؛ مناقب خوارزمی: ص ۲۱۴؛ تاریخ مدینہ: ج ۱۳، ص ۱۷۰؛ لسان المیزان: ج ۵، ص ۷۰۔ احقاق الحق با تعلیقات آیت اللہ مرعشی نجفی: ج ۳، ص ۷۹، ۲ و ج ۹، ص ۲۵۷ و ج ۲۳، ص ۳۳۲۔ امالی شیخ طوسی: ص ۳۵۵۔

[4] لسان المیزان (ابن حجر عسقلانی): ج ۳، ص ۳۴۵؛ مقتل خوارزمی: ج ۲، ص ۱۰۷۔

(۲)

فاطمہؑ حوراء انسیہ

جناب سیدہؑ کے نور کی خلقت عجائب کی ایک اور داستان اپنے اندر سموئے ہوئے ہے جو کم نظیر بھی ہے۔

امام صادقؑ اپنے اجداد سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ کا نور زمین و آسمان کی خلقت سے قبل خلق کیا گیا، حاضرین میں سے کچھ نے پوچھا: یا رسول اللہ! تو کیا فاطمہؑ جنس انسانی سے نہیں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمة حوراء انسية : فاطمہؑ انسانی (شکل میں) حور ہے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فاطمہؑ حور بھی ہوں اور انسان بھی!؟ آپ نے فرمایا: خلقها الله من نوره، خدا نے فاطمہ کو اپنے نور سے خلق کیا، اس سے پہلے کہ آدم کو خلق کرتا اور جب آدم کو خلق کیا گیا تو فاطمہؑ (کے نام کو) آدم کے سامنے پیش کیا گیا۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فاطمہ کہاں تھیں؟ فرمایا: زیر عرش ایک مقام پر، پوچھا: ان کی غذا کیا تھی؟ فرمایا: تسبیح و تقدیس الٰہی اور لا الہ الا اللہ کہنا اور حمد الٰہی بجالانا۔۔۔[1]

اہلبیتؑ نور خدا سے ہیں

ابو سلمی کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: جب شب معراج مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو خداوند جلیل نے مجھ سے فرمایا: ﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ

---

[1] بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۴۔

ترجمہ ... ﴾اور ایمان لایا رسول اس پر جو اس کے رب کی جانب سے نازل ہوا ہے: میں نے کہا: ﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ... ﴾[1] اور مومنین بھی! خدا نے ارشاد فرمایا: اے محمد ﷺ! تم نے سچ کہا، اپنی امت میں کسے اپنا جانشین کر کے آئے ہو؟ میں نے کہا: ان میں سے بہترین فرد کو: خدا نے فرمایا: کیا علی بن ابی طالب کو جانشین بنا کر آئے ہو؟ میں نے عرض کی: ہاں میرے پروردگار ایسا ہی ہے: خدا نے فرمایا: میں نے زمین پر ایک نگاہ ڈالی اور تیرا انتخاب کیا اور تیرا نام اپنے نام سے مشتق کیا، کسی بھی مقام پر تیرا نام نہیں لیا جائے گا مگر میرے نام کے ساتھ، میں محمود ہوں اور تو محمدؐ ہے، اس کے بعد میں نے دوبارہ زمین کی جانب نگاہ کی اور علیؑ کا انتخاب کیا، اور اس کا نام بھی اپنے نام سے مشتق کیا، پس میں اعلیٰ ہوں اور وہ علیؑ ہے۔ اے محمد ﷺ! میں نے تجھے، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور حسینؑ کی نسل میں موجود اماموں کو جنس نور اور اپنے نور سے خلق کیا، تمام اہل سماوات و ارض پر تمہاری ولایت اور محبت کو پیش کیا، جس کسی نے بھی اسے قبول کیا وہ میرے نزدیک مومنین میں سے ہے اور جس نے بھی اس کا انکار کیا وہ کافرین میں سے ہے۔

اے محمد ﷺ! اگر میرے بندوں میں سے کوئی بندہ میری اس قدر عبادت کرے کہ مر جائے یا مشک کی طرح خشک اور بوسیدہ ہو جائے، اور اس کے بعد تمہاری ولایت کے انکار کے بعد میری بارگاہ میں پہنچے، تو میں کسی صورت اسے نہیں بخشوں گا، مگر یہ کہ وہ تمہاری ولایت قبول کرے، اے محمد ﷺ! کیا تم ان (معصومینؑ) کو دیکھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔

آواز آئی: عرش کے دائیں جانب نگاہ کرو، جیسے ہی میں نے نگاہ کی، خود کو علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ، علی بن حسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد، موسیٰ بن جعفر، علی بن موسیٰ، محمد بن علی، علی بن محمد، حسن بن علی، اور مہدی (علیہم الصلاۃ والسلام) کے ساتھ حلقہ نور میں نماز کی حالت میں

---

[1] البقرۃ: ۲۸۵۔

کھڑے دیکھا، اور مہدیؑ ان کے درمیان درخشاں ستارے کی مانند دکھائی دے رہے تھے۔ خدا نے ارشاد فرمایا: اے محمد ﷺ! یہ میری حجتیں تیری عترت سے ہیں، مجھے میرے عزت و جلال کی قسم! یہ (مہدیؑ) میرے اولیاء اور دوستوں کے لیے حجتِ واجب اور میرے دشمنوں کے لیے انتقام لینے والا ہے۔[1]

یہی وجہ ہے کہ ہم زیارت جامعہ کبیرہ میں پڑھتے ہیں: خَلَقَكُمُ اللّٰهُ أَنْوَاراً فَجَعَلَكُمْ بِعَرْشِهِ مُحْدِقِينَ... خدا نے آپ شخصیات کو نور کی صورتوں میں خلق کر کے اپنے عرش کے اطراف میں قرار دیا۔

جو کچھ کہا گیا وہ تمام افراد اہلبیتؑ کی عالم اشباح و ارواح میں اس دنیا میں آنے سے قبل کی خلقتِ نوری سے متعلق تھا۔ لیکن دوسروں سے ان کی جسمانی خلقت اور رسول اللہ ﷺ اور ان کی آل پاکؑ کے بدن کے بارے میں پائے جانے والے کسی خاص فرق کے بارے میں کوئی خاص خبر ہم تک نہیں پہنچی۔ بلکہ اس آیت کے مقتضیات کے مطابق: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ...﴾[2] اے رسول! کہو دو میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں؛ ان کے اجسام بھی دوسرے افراد کی طرح ہی خلق کیے گئے، اور ان کی سرشت عالم دنیا سے تھی، ہر چند کہ یہ بھی خدا کی خصوصی عنایات کے ہمراہ تھی۔

لیکن اس کے باوجود بھی جو چیز تعجب خیز ہے وہ یہ کہ روایات اسلامی کہتی ہیں: حضرت فاطمہؑ کا جسم مطہر اور اس کا اس دنیا میں ظاہر ہونے کے لیے نکتہ آغاز بھی عالم قدس اور بہشت بریں سے تھا!

---

[1] مقتل الحسین خوارزمی: ج۱، ص۱۳۶؛ نقل از شخصیت حضرت زہراؑ: ص۲۸۰۔

[2] الفصلت: ۶۔

جناب سیدہ معراج پیغمبر ﷺ کی بہشتی سوغات

اہلسنت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: کیا وجہ ہے کہ جب آپ فاطمہؑ کے بوسے لیتے ہیں تو اپنی زبان کو اس طرح ان کے دہن میں داخل کر دیتے ہیں جیسے شہد نوش فرما رہے ہوں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب معراج میں مجھے آسمان پر لے جایا گیا، جبرائیل مجھے بہشت میں لے گئے اور ایک سیب دیا، میں نے اس سیب کو کھایا اور وہ سیب میرے صلب میں نطفے و نور کی صورت میں ڈھل گیا، اور جب میں آسمان سے زمین پر واپس آیا، تو میرا خدیجہؑ سے امر ازدواج قائم ہوا، فاطمہؑ کا وجود اسی سے ہے، میں جب بھی بہشت کا مشتاق ہوتا ہوں فاطمہؑ کا بوسہ لیتا ہوں جو انسانی صورت میں حور ہے۔[1]

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس حدیث کی چار اسناد میں سے ایک کے لیے آیا ہے: جب عبدالعزیز بن عبداللہ ہاشمی نے یہ حدیث سنی تو (تعجب کے ساتھ) کہنے لگا: لا الہ الا اللہ! کیا یہ حدیث اس سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے؟ خدا کی قسم! میں اس حدیث کو نہیں لکھوں گا مگر یہ کہ کھڑے ہو کر، قیمتی کاغذ پر سونے کے پانی سے۔ پھر وہ کھڑے ہوئے اور اس حدیث کو سونے کے پانی سے ورق تہامی (جو کہ بہت قیمتی تھا) پر قلمبند کیا۔[2]

امام صادقؑ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جناب سیدہؑ کے بہت زیادہ بوسے لیا کرتے تھے، عائشہ نے اعتراض کیا! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا،

---

[1] تاریخ بغداد: ج ۵، ص ۲۹۳؛ میزان الاعتدال: ج ۱، ص ۱۳۳ و ج ۳، ص ۵۳۰؛ ذکر اخبار اصفہان: ج ۱، ص ۷۷؛ لسان المیزان: ج ۱، ص ۱۳۳؛ ینابیع المودۃ: ج ۲، ص ۱۲۱؛ نقل از: تکملۃ الغدیر: ج ۲، ص ۲۲۹ والدر المنثور: ج ۵، ص ۲۱۸.

[2] ایضاً.

میں بہشت میں داخل ہوا، جبرائیلؑ مجھے درخت طوبیٰ کے پاس لے گئے اور میں نے اس کے پھلوں میں سے کچھ پھل کھائے۔ خدا نے فاطمہؑ کو اس پھل سے خلق کیا، میں جب بھی فاطمہؑ کا بوسہ لیتا ہوں تو مجھے اس سے درخت طوبیٰ کی خوشبو آتی ہے۔[1]

اور ان روایات میں سے بعض میں آیا ہے: رسول اللہ ﷺ نے عائشہ سے فرمایا: میں جب بھی بہشت کی خوشبو کا مشتاق ہوتا ہوں، فاطمہؑ کو سونگھتا ہوں، اے حمیرا! إِنَّ فَاطِمَةَ لَيْسَتْ كَنِسَاءِ الْآدَمِيِّينَ؛ بے شک فاطمہؑ نسل آدم میں موجود دوسری خواتین جیسی نہیں ہے۔[2]

---

[1] بحار الانوار: ج ۴۳: ص ۶؛ از تفسیر قمی بسند صحیح.

[2] شیعہ روایات: علل الشرائع: ج ۱، ص ۱۸۳؛ دلائل الامامۃ: ص ۱۳۶؛ نوادر المعجزات: ص ۹۹؛ تفسیر قمی: ج ۱، ص ۳۶۵، ۲۲؛ معانی الاخبار: ص ۳۹۶؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۶. اہلسنت روایات: اخبار الدول و آثار الاول: ج ۱، ص ۲۵۶، ابن عباس سے روایت؛ تاریخ بغداد: ج ۵، ص ۲۳۹، عائشہ سے روایت؛ مقتل خوارزمی: ج ۱، ص ۱۰۷؛ میزان الاعتدال: ج ۱، ص ۱۳۳، عائشہ سے روایت؛ ذکر اخبار اصفہان: ج ۱، ص ۷۷؛ لسان المیزان: ج ۱، ص ۱۳۳؛ ینابیع المودۃ: ج ۲، ص ۱۳۱؛ مستدرک حاکم نیشاپوری: ج ۳، ص ۱۵۶، سعد بن مالک سے روایت؛ الدر المنثور: ج ۵، ص ۲۱۸، سعد بن ابی وقاص سے روایت؛ المعجم الکبیر: ج ۲۲، ص ۴۰۱، عائشہ سے روایت؛ مجمع الزوائد: ج ۹، ص ۲۰۲، عائشہ سے روایت.

﴿۳﴾

جناب خدیجہؑ کے امید سے ہونے کے آداب

جبرائیل امینؑ اپنی اصلی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ ان کے پروں نے مشرق و مغرب کو پُر کر رکھا تھا۔ انہوں نے خدا کی جانب سے رسول خدا ﷺ کو پیغام دیا کہ چالیس دن کے لیے جناب خدیجہؑ سے الگ ہو جائیں اور اپنا وقت عبادت میں گزاریں، جب یہ مدت ختم ہوئی تو پھر جبرائیل نازل ہوئے اور خدا کا سلام رسول اللہ ﷺ کو پہنچایا اور کہا کہ (خدا کی جانب سے) خوشخبری اور تحفے کے لیے تیار ہو جائیں۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ اس بہشتی پھل کے علاوہ جو رسول اللہ ﷺ نے معراج میں تناول فرمایا تھا؛ دو سیب اور بھی رسول اللہ ﷺ کے لیے لائے گئے تاکہ ایک وہ خود تناول فرمائیں اور دوسرا جناب خدیجہ کو کھانے کے لیے دیں؛ خدا نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں کے توسط سے فاطمہ کو دنیا میں لاؤں۔[1]

اور ایک روایت میں ہے کہ چالیسویں دن کے اختتام پر اس کے بعد کہ جب رسول اللہ ﷺ نے آسمانی غذا سے روزہ افطار فرمایا اور چاہتے تھے کہ نماز میں مشغول ہو جائیں، جبرائیل نازل ہوئے اور فرمایا: اَلصَّلَاۃُ مُحَرَّمَۃٌ عَلَیْکَ فِیْ وَقْتِکَ... اس وقت آپ پر نماز روا نہیں! جناب خدیجہؑ کے پاس جائیے، خدا نے قسم کھائی ہے کہ وہ آج کی شب آپ سے ایک پاکیزہ نسل کو خلق فرمائے گا۔

---

[1] الروض الفائق: ص ۲۱۴، تالیف: شعیب بن سعد مصری۔

جناب خدیجہؑ فرماتی ہیں: اس خدا کی قسم جس نے آسمان کے شامیانے کو تانا اور پانی کو جاری کیا، رسول اللہ ﷺ مجھ سے دور نہ ہوئے مگر یہ کہ میں نے اپنے وجود میں فاطمہؑ کے وجود کی سنگینی کا احساس کیا۔[۱]

[۱] بحار الانوار: ج۱۶، ص۷۸۔

﴿۴﴾

ایام حمل میں والدہ سے ہمکلام ہونا

جناب خدیجہؑ امید سے ہو گئیں۔ بعض شیعہ سنی روایات میں آیا ہے: جناب سیدہؑ بطن رحم اپنی والدہ ماجدہ سے کلام فرمایا کرتی تھیں اور تنہائی میں ان کی مونس اور مکے کی خواتین کی بے وفائی کے موقع پر اپنی والدہ ماجدہ کو تسلی دیا کرتی تھیں۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زوجہ سے پوچھا: یہ کون ہے جو تم سے باتیں کرتا ہے؟ خدیجہؑ نے جواب دیا: وہ مولود جو میرے رحم میں ہے، یہ میرا ہمدم ہے اور مجھ سے باتیں کرتا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی ابھی جبرائیلؑ نے مجھے لڑکی کی بشارت دی ہے جو پاک اور مبارک ہے، اور خداوند متعالی میری نسل اور وحی کے منقطع ہو جانے کے بعد آئمہ امت کو اس (کی نسل) سے قرار دے گا۔[1] اس مولودہ کا میلاد باسعادت بعثت کے پانچویں سال، بروز جمعہ، ۲۰ جمادی الثانی کو واقع ہوا اور اس صورت فاطمہ مطہرؑ اس دنیا میں تشریف لائیں، ایک عظیم نور ساطع ہوا اور حور العین نے نوزاد پر آب کوثر نچھاور کر کے اسے تر و تازہ کیا۔[2]

---

[1] عبد الرحمٰن صفوری شافعی، نزہۃ المجالس: ج ۲ ص ۲۲۷؛ الروض الفائق: ص ۲۱۳؛ تجہیز الجیش دہلوی؛ بحار الانوار: ج ۱۶، ص ۸۰؛ نقل از: فاطمۃ الزہراء من المہد الی اللحد: ص ۳۰۔

[2] امالی صدوق: ص ۶۹؛ روضۃ الواعظین: ص ۱۴۳؛ دلائل الامامۃ: ص ۷۷؛ الخرائج والجرائح: ج ۲، ص ۵۲۳؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۱۱۸؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۳؛ ینابیع المودۃ: ج ۲، ص ۱۳۳؛ ذخائر العقبیٰ: ص ۴۴، جزوی فرق کے ساتھ۔

﴿۵﴾

جناب سیدہؑ کے فضائل کے مقابل عجیب تعصب!

عجائبات فاطمی میں سے ایک، وہ نارو اتعصبات ہیں جو بعض افراد نے بی بی کے وسیع فضائل و مناقب کے مقابل روا رکھے ہیں۔ ان متعصب افراد بلکہ بعض اوقات تو جن کی شہرت ناصبی ہونے تک جا پہنچتی ہے، میں سے ایک شمس الدین محمد ذہبی (م ۷۴۸ھ) ہے۔ وہ اہلسنت کے علمائے علم الرجال و تاریخ میں سے ہے جنہوں نے کئی کتب بھی تالیف کیں ہیں۔ جس مقام پر حاکم نیشاپوری اپنی کتاب المستدرک میں جناب سیدہ کی بہشتی پھل سے خلقت پر مشتمل حدیث کو نقل کرتے ہیں تو وہ اس پر سیخ پا ہوتے ہوئے کہتے ہیں: هذا كذب جلي ولدت فاطمة قبل النبوة فضلا عن الاسراء۔[1]

یعنی: یہ ایک اشکار جھوٹ ہے، کیونکہ جناب فاطمہؑ بعثت سے قبل متولد ہوئی تھیں تو معراج کی بات ہی کیا جو بعد از رسالت وقوع پذیر ہوئی۔

اس اعتراض پر تعجب و افسوس ہی کیا جا سکتا ہے کہ کس طرح ایک برجستہ عالم جو تاریخ و اصول حدیث و استدلال سے بخوبی آشنا ہے، اس طرح قطع و یقین کے ساتھ ایک ایسے امر کو جھٹلاتا ہے جس پر متعدد دلائل موجود ہیں یہاں تک کہ اہلسنت کی جانب سے بھی اس کی تائید کی گئی ہے، لیکن یہ سب کچھ ذہبی کے لیے ایک چھوٹی سی تردید بھی ایجاد نہیں کرتا اور وہ قطع و یقین کے ساتھ اس کی تکذیب کر بیٹھتے ہیں!

---

[1] حاشیہ مستدرک: ج۳، ص۱۵۶.

تاریخ ولادت بی بی دو عالم، سو غات معراج

اس بی بی دو عالم کی تاریخ ولادت کے سلسلے میں بزرگان کے درمیان ایک عمیق اختلاف موجود ہے، اکثریت اہلسنت اسے قبل از بعثت جانتے ہیں جبکہ پیروان اہلبیت کی اکثریت اسے بعد بعثت مانتی ہے۔ اہلسنت میں سے بعض اس بی بی کی ولادت کو بعثت سے پانچ سال قبل [1]، بعض اسے بعثت سے چار سال قبل، [2] بعض اسے بعثت سے چھ سال قبل، [3] بعض سات سال قبل از بعثت، [4] اور یہاں تک کہ بعض نے تو اس کا بعثت سے بارہ سال قبل ہونا بھی نقل کیا ہیں۔ [5] البتہ جن افراد نے بی بی کی ولادت کو بعثت کے بعد جانا ہے ان میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، شیعوں کی اکثریت اسے بعثت کے پانچ سال بعد مانتی ہے، اور بعض اہلسنت جیسے ابن عبد البر (م ۴۶۳ ھ)، ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ ھ) اور حاکم نیشاپوری نے ان کی ولادت کو بعثت کے ایک سال بعد جانا ہے۔ [6] بعض شیعہ علماء جیسے شیخ مفید و کفعمی [7] اور بعض اہلسنت ویسے ہی جیسے ذہبی [8] نقل کرتا ہے، بی بی کے سن ولادت کو بعثت کے دو سال بعد جانتے ہیں۔ امام محمد باقرؑ نے بی بی کا سال ولادت بعثت کے پانچ سال بعد بیان کرتے ہوئے فرمایا: وہ اس دنیا سے اٹھارہ سال اور

---

[1] احمد طبری، ذخائر العقبیٰ؛ سبط ابن جوزی (م ۶۵۴ ھ) تذکرۃ الخواص؛ المستدرک: ج ۳، ص ۱۶۱.

[2] ہیثمی، مجمع الزوائد: ج ۹، ص ۲۱۱.

[3] طبری، تاریخ طبری: ج ۲، ص ۲۵۳.

[4] ابن عبد البر، الاستیعاب: ج ۳، ص ۱۸۹۳.

[5] الاستیعاب، ابن حزم در تہذیب الاسماء.

[6] الاستیعاب: ج ۳، ص ۱۸۹۳؛ الاصابۃ: ج ۸، ص ۲۶۳؛ المستدرک: ج ۳، ص ۱۶۱.

[7] بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۹، ۸.

[8] الکاشف: ج ۲، ص ۵۱۴.

۷۵ دن کی عمر میں رخصت ہوئی۔[1]

اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ بی بی کا سال شہادت تو قطعی طور پر مشخص ہے یعنی ۱۱ ھ، لہذا ان کی تاریخ ولادت کے حوالے سے بیان شدہ اقوال کے اختلاف کو نظر میں رکھنے سے، آپ کی عمر مبارک کی مقدار بھی مختلف ہو جائے گی۔ شیعوں کے مطابق ان کی عمر اٹھارہ سال و چند ماہ تھی یعنی ان کی ولادت رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے پانچ سال بعد ہوئی، لیکن اہلسنت کی نقل کے مطابق، آپ کی عمر ۲۸ سال بنے گی اور ان روایات کے مطابق جن میں آپ کی ولادت بعثت سے ۱۲ سال پہلے بتائی گئی ہے آپ کی عمر ۳۵ سال تک جا پہنچے گی! اور ذہبی نے انہیں اقوال اہلسنت پر تکیہ کرتے ہوئے بہشتی پھل سے متعلق حدیث کا انکار کیا ہے۔

بی بی کی بعد از بعثت ولادت پر قرائن و شواہد

شیعوں کی رائے یعنی بی بی کی ولادت کے بعثت کے پانچ سال بعد وقوع پذیر ہونے کی متعدد شواہد، تائید کرتے ہیں:

۱۔ بعض مورخین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام بچے اسلام (یعنی بعثت) کے بعد متولد ہوئے ہیں اور بعض کے مطابق فقط ایک بیٹا جس کا نام عبد المناف ذکر کیا گیا ہے کی ولادت کا قبل از بعثت متولد ہونا ذکر کیا گیا ہے، قسطلانی کا کہنا ہے: و کلهم سوی هذا ولد فی الاسلام بعد المبعث۔[2]

۲۔ کثیر روایات یہاں تک کہ اہلسنت کے یہاں بھی، جناب سیدہؑ کے انعقاد نطفہ کے مبداء کو معراج اور بہشتی پھل جانتے ہیں، اور یہ بات مسلم ہے کہ معراج بعد بعثت ہوئی ہے، اور ہم یہ بات شیعہ و سنی روایات سے نقل کر آئے ہیں۔

---

[1] اصول کافی: ؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۹۔

[2] المواہب اللدنیہ: ج ۱، ص ۱۹۶؛ البدء والتاریخ: ج ۵، ص ۱۶ و ج ۴، ص ۱۳۹۔

۳۔ محدثین اہلسنت جیسے نسائی، احمد بن حنبل اور خطیب نے نقل کیا ہے:[1] جب ابو بکر و عمر نے جناب زہراء کا رشتہ مانگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انھا صغیرۃ؛ وہ ابھی چھوٹی ہیں؟ اور اس کے بعد آپؐ نے ان کی شادی علیؑ سے کر دی۔ اہلسنت کی اکثریت کی نقل کے مطابق جو جناب سیدہ کی ولادت بعثت سے پانچ سال پہلے جانتے ہیں، بی بی کی عمر ۲ ہجری میں جو آپ کا سال ازدواج ہے ۱۹ سال بنے گی،[2] کیا ایک انیس سالہ جوان لڑکی چھوٹی ہوتی ہے؟ لیکن شیعوں کے مطابق آپ کی عمر ۹ سال کے لگ بھگ تھی۔

۴۔ تاریخ میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کے علیؑ سے عقد کے ایک یا دو سال کے بعد انہیں علیؑ کے گھر بھیجا اور یہ تاخیر اس لیے تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ ان کی بیٹی سن بلوغ تک پہنچ جائیں۔ البتہ یہ چیز متناسب نہیں کیونکہ عقد و رخصتی میں اس قدر فاصلہ مرسوم و رائج نہیں تھا۔

۵۔ اگر واقعاً بی بی کی ولادت بعثت سے پانچ سال قبل ہوتی تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی شادی کو ۱۹ سال تک ٹالے رکھا، اور یہ چیز نہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے متناسب ہے اور نہ اس وقت کے معاشرے کے عرف و رسوم سے۔ یہاں تک کہ آج بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اشراف و بزرگان کی بیٹیوں کے رشتوں کے تو تانتے بندھے رہتے ہیں۔

۶۔ کیا وجہ ہے کہ مکے میں اشراف صحابہ میں سے کسی نے بھی جناب فاطمہؑ کا جو بقول اہلسنت ۱۸ سال کی تھیں، ان فضیلتوں کے باوجود بھی جو ان میں پوشیدہ تھیں، بی بی کا رشتہ طلب

---

[1] الخصائص امیر المومنین: ۳۱؛ الفضائل، نقل از تذکرۃ السبط: ص ۳۱۶؛ مشکاۃ المصابیح: ج ۳، ص ۲۴۶۔

[2] تہذیب التہذیب: ج ۱۲، ص ۴۴۱۔

نہیں کیا؟ یہاں تک کہ ابو بکر و عمر نے بھی بی بی کا رشتہ مدینے میں آ کر مانگا نہ کہ مکے میں؟ کیا یہ بی بی کی کم سنی کے علاوہ کسی اور وجہ سے ہو سکتا ہے؟

۷۔ شیعہ و سنی روایات میں آیا ہے کہ جناب سیدہ کی نام گزاری حق تعالی کی جانب سے اور اسی کے حکم پر عمل میں آئی تھی اور جبرائیلؑ اسم فاطمہؑ خدا کی جانب سے لائے تھے۔

ذہبی ابن عباس سے نقل کرتے ہیں: جناب فاطمہؑ کا نام منصورہ رکھا گیا، جبرائیلؑ نازل ہوئے اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدا تمہیں اور تمہاری نو مولود بچی کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے: اس دنیا میں کوئی بھی نوزاد اس بچی سے زیادہ محبوب تر متولد نہیں ہوا، اور جو نام تم نے اس کا رکھا ہے اس سے بہتر نام اس کے لیے مقرر کیا گیا ہے، اس کا نام فاطمہؑ ہے کیونکہ یہ اپنے چاہنے والوں کو آگ سے دور کرے گی۔[1] تو کیا جبرائیلؑ بعثت سے پہلے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے ہیں؟

۸۔ عاص بن وائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کی رحلت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتر ہونے کا طعنہ دیا جس کے جواب میں سورہ کوثر نازل ہوئی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وقت کوئی اولاد نہیں تھی، بنابریں، لازم ہے کہ جناب سیدہ کی ولادت کو سورہ کوثر کے نزول کے بعد مانا جائے یعنی بعثت کے چند سال کے بعد۔[2]

۹۔ امیر المومنینؑ آغاز بعثت میں مسلمان گھرانے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: وَلَمْ يَجْمَعْ بَيْتٌ وَاحِدٌ يَوْمَئِذٍ فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ رَسُولِ اللَّهِ ص وَخَدِيجَةَ وَأَنَا ثَالِثُهُمَا أَرَى نُورَ الْوَحْيِ وَالرِّسَالَةِ وَأَشُمُّ رِيحَ النُّبُوَّةِ...

اس وقت کوئی گھر مسلمان نہیں تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خدیجہؑ اور میں کہ ان کا تیسرا تھا،

---

[1] میزان الاعتدال: ج ۲، ص ۳۰۰ و ج ۳، ص ۳۴۹؛ لسان المیزان: ج ۳، ص ۲۶۷؛ بحار الانوار: ج ۴۳۔
[2] مگر یہ کہ کوئی کہے: عرب بیٹی کو اولاد کے عنوان سے نہیں مانتے تھے!

میں نورِ وحی و رسالت کو دیکھتا اور نبوت کی خوشبو کو سونگھتا تھا۔[1]

اگر اس وقت تک جناب سیدہؑ بھی متولد ہو چکی ہوتیں اور پانچ یا بارہ سال کی ہوتیں، تو حتماً امیر المومنینؑ ان کا بھی نام لیتے کیونکہ خود امیر المومنینؑ بھی اس وقت تک سن بلوغ تک نہیں پہنچے تھے۔

۱۰۔ بعض روایات جو جناب سیدہؑ کے انعقادِ نطفہ کے ذیل میں وارد ہوئی ہیں، ان میں نقل ہوا ہے: جبرائیلؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور خدا کی جانب سے یہ حکم پہنچایا کہ چالیس دن تک جناب خدیجہؑ سے دوری اختیار کریں... یہاں تک کہ چالیس روز مکمل ہونے کے بعد جب حضرتؐ نے آسمانی غذا سے روزہ افطار کر لیا اور چاہا کہ نماز کے لیے کھڑے ہو جائیں، جبرائیلؑ نے پیغام پہنچایا: اس وقت آپؐ کے لیے نماز روا نہیں، گھر جائیے اور جناب خدیجہؑ سے قربت اختیار کیجیے...[2] اور ہم جانتے ہیں کہ نماز کا حکم قبل از بعثت نہیں آیا تھا۔

۱۱۔ شیعہ و سنی بعض روایات میں آیا ہے کہ جناب زہراؑ خواتین کو لاحق شرعی عذرات سے منزہ تھیں اور یہی وجہ ہے کہ آپ کو بتول کہتے ہیں۔[3] اور یہ خود اس بات کی مؤید ہے کہ آپ ایک حوریہ ہیں جس کا وجود عالم بالا سے ہے بلکہ اسی طرح جیسے حور کو بھی حیض و نفاس لاحق نہیں ہوتا۔ ابو بکر شافعی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرمایا کہ آپ فرماتے ہیں: فاطمہؑ انسان کی صورت میں ایک حوریہ ہے جو خواتین کو لاحق ہونے والے شرعی عذرات سے پاک ہے۔[4]

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۲.

[2] بحار الانوار: ج ۱۶، ص ۷۸.

[3] ابن عساکر، بحوالہ تاریخ کبیر: ج ۱، ص ۲۹۱؛ سیوطی الشذورین میں کہتا ہے: و من خصائص فاطمة انها کانت لا تحیض و رافض؛ اور طبری ذخائر العقبیٰ میں، قندوزی ینابیع المودۃ میں اور علامہ مجلسیؒ بحار الانوار میں امام صادقؑ سے مذکورہ بالا مسئلہ نقل فرماتے ہیں.

[4] تاریخ بغداد: ج ۱۲، ص ۳۳۱؛ مناقب ابن مغازلی: ص ۳۶۹.

یہ بات تو معلوم ہے کہ یہ حوریہ ہونا اسی معراج اور بہشتی سیب سے مربوط بات کا بیان ہے جو دوسری روایات میں آیا ہے۔ عائشہ سے نقل ہوا ہے کہ انہوں نے کہا: فاطمہؑ کو کبھی مستورات کے شرعی عذر لاحق نہیں ہوئے کیونکہ وہ بہشتی سیب سے خلق ہوئی تھیں۔[1]

اس بات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیدہ کی ولادت بعد از بعثت عمل میں آئی ہے۔

۱۲۔ ابن حجر عسقلانی نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ نے دو ہجری (بعثت کے پندرہویں سال) جناب سیدہؑ سے ازدواج کی اور اس وقت جناب سیدہ کا سن پندرہ سال و پانچ ماہ تھا۔[2] بنابریں، جناب سیدہ کی ولادت اسی سال بعثت میں ہونی چاہیے نہ کہ بعثت سے پانچ سال قبل۔ یہ اور ان جیسے دوسرے شواہد جنہیں محققین، حوادث تاریخ سے کھوج کر نکالتے ہیں، اس حقیقت پر تاکید کرتے ہیں کہ اس بی بی دو عالم کی ولادت بعثت کے بعد ہوئی ہے اور ذہبی کی طرح کے افراد کا اس بارے میں اعتراض وارد کرنا فضول ہے۔

اور یہ بھی کہ جناب سیدہ کی ولادت کا قبل از بعثت واقع ہونا کوئی امر مسلم نہیں جس کی بنا پر اس حدیث کو جھوٹا قرار دیا جائے۔ اور ہم اس سے قبل اس بارے میں متعدد اقوال نقل کر چکے ہیں یہاں تک کہ خود علمائے اہلسنت کے بھی۔ اور ابن عبدالبر جو ذہبی سے پہلے اور ابن حجر عسقلانی جو ذہبی کے بعد ہیں اور حاکم نیشاپوری نے جناب سیدہ کی ولادت کو بعثت کے ایک سال بعد ذکر کیا ہے۔[3] دلچسپ بات یہ ہے کہ خود ذہبی نے بھی اپنی کتب میں سے ایک میں جناب سیدہؑ کا سن ولادت بعثت کے دو سال بعد ذکر کیا ہے۔[4]

---

[1] اخبار الدول: ص ۸۷؛ نقل از ماساۃ الزہراؑ: ص ۹۷۔

[2] تہذیب التہذیب: ج ۱۲، ص ۴۴۱۔

[3] الاستیعاب: ج ۴، ص ۱۸۹۳؛ الاصابہ: ج ۸، ص ۲۶۳؛ المستدرک: ج ۳، ص ۱۶۱۔

[4] الکاشف: ج ۲، ص ۵۱۴۔

یہ سب کچھ ان روایات و اقوال کے علاوہ ہے جو مسلمین میں سے ایک بڑی تعداد یعنی پیروان اہلبیتؑ نے نقل کی ہیں اور وہ جناب سیدہؑ کی ولادت کو بعثت کے بعد جانتے ہیں۔

ہم نے اس دعوے یعنی جناب سیدہؑ کی بعد از بعثت ولادت کی صحت پر کافی قرائن ذکر کیے ہیں جو ذہبی کی طرح کے افراد کے دعوے کی خطا پر شاہد ہیں۔ ان میں سے ایک یہی روایاتِ زیر بحث ہیں جو جناب سیدہؑ کی منشأ ولادت، بہشتی سیب اور سوغات معراج کو بتلاتی ہیں اور ہم نے انہیں شیعہ و سنی منابع سے تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے اور ان منابع میں سے کچھ کی جانب اشارہ بھی کر چکے ہیں۔ کیا یہ روایات ذہبی جیسوں کے لیے بی بی کی تاریخ ولادت کے حوالے سے کیے گئے دعوے میں تردید کا باعث نہیں۔ بنتیں جو اس طرح مذکورہ حدیث کو آشکار جھوٹ کہتا ہے؟

کیا ایک آگاہ اور منصف مزاج عالم اس قسم کے مسئلے میں جس میں مختلف اقوال موجود ہوں ادعائے یقین کر سکتا ہے اور روایات کی تکذیب کر سکتا ہے اور انہیں آشکار دروغ کہہ سکتا ہے؟

﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

اور حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ اور حق کو مت چھپاؤ جبکہ تم جانتے بھی ہو۔[1]

دوسرا اعتراض: رسول اللہ ﷺ کو معراج بعثت کے اوائل یعنی پہلے یا دوسرے سال میں ہوئی ہے، ویسے ہی جیسے علمائے سلف میں سے نووی اور جمہور محدثین وفقہاء نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی معراج بعثت کے ۱۶ ماہ بعد واقع ہوئی۔[2] اس صورت میں جناب سیدہؑ کی ولادت کو کس طرح بعثت کے پانچویں سال میں مانا جا سکتا ہے؟ اور اس بات کا معتقد ہوا جا سکتا ہے کہ ولادت جناب سیدہؑ کا انعقاد نطفہ معراج کے بہشتی پھل کا اثر ہے؟

---

[1] البقرة: ۴۲۔

[2] شرح الشفاء: ملا علی قاری؛ نقل از الصحیح من سیرة النبی الاعظم: ج ۳، ص ۹۳۔

جواب: اول تو رسول اللہ ﷺ کی تاریخ معراج مشخص نہیں اور اس بارے میں مؤرخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے نیز اس بارے میں کئی اقوال نقل ہوئے ہیں۔ بعض نے اسے بعثت کے ساتویں سال،[1] بعض نے بعثت کے دوسرے سال،[2] بعض نے تیسرے سال،[3] اور بعض نے اسے بعثت کے پانچویں سال نقل کیا ہے کہ دیار بکری نے اسے زہری سے نقل کیا ہے اور قرطبی و نووی نے اسے ترجیح دی ہے،[4] اور بعض نے اس کے لیے دسواں، گیارہواں یا بارہواں سال بھی ذکر کیا ہے۔ بنابریں، معراج کی مسلمہ تاریخ ہمارے ہاتھ میں نہیں جسے ہم اس قضیے کے لیے پیمانہ قرار دیں۔

ثانیاً: بعض علمائے اہلسنت و شیعہ اس بات کے معتقد ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کئی بار معراج ہوئی ہے۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں: اس بارے میں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک بار معراج ہوئی یا اس سے زیادہ، اختلاف ہے، البتہ معتبر احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو متعدد بار معراج ہوئی۔[5]

سیوطی اہلسنت علماء کے ایک گروہ مثل ابو نصر قشیری، ابن العربی، سہیلی اور شیخ عزالدین، سے نقل کرتا ہے کہ یہ افراد معراج کے وقوع کو دو مرتبہ مانتے تھے۔[6] اور ہو سکتا ہے کہ تاریخوں میں پایا جانے والا مذکورہ اختلاف اسی وجہ سے ہے، لہذا بعثت کے پانچویں سال میں جناب زہراءؑ کی ولادت اور احادیث معراج میں کوئی اختلاف نہیں، بلکہ معاملہ اس کے برعکس

---

[1] تاریخ خمیس: ج ۱، ص ۳۰۷۔

[2] بحار الانوار: ج ۱۸، ص ۳۱۹۔

[3] ایضاً۔

[4] تاریخ خمیس: ج ۱، ص ۳۰۷؛ نقل از الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ﷺ: ج ۳، ص ۹۴۔

[5] حیات القلوب: ج ۳، ص ۷۰۰؛ بصائر الدرجات، تفسیر قمی، خصال کی جانب رجوع کیا جائے۔

[6] الخصائص الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۹۷۔

ہے کہ جن احادیث معراجیہ میں جناب سیدہ کی ولادت کو بہشتی پھل سے بتلایا گیا ہے، ان احادیث کو بعثت کے پانچویں سال میں وقوع معراج پر دلیل سمجھنا چاہیے۔

آخری بات یہ کہ اگر امین وحی کے توسط سے غذا الہی نے عیسیٰ بن مریم کو ایسا عروج بخشا کہ وہ روح اللہ ہو گئے اور بعض نے انہیں خدا کا بیٹا مان لیا، تو سزاوار تو یہی تھا کہ امت اسلامیہ معراج کی اس سوغات کو جو شاید اہداف معراج میں سے ایک تھی اور جس کا جسم مطہر رسول اللہ ﷺ کے توسط سے عالم ملکوت سے منتقل ہوا اور جو انسانی شکل میں حوریہ تھی، عالم ہستی میں خدا کی منزہ کی ہوئی ہستی جانتے اور بشریت اس پر افتخار کرتی۔ (البتہ تعصب کا برا ہو کہ وہ حق کو قبول کرنے میں ہمیشہ حائل رہتا ہے)

﴿۶﴾

خواتین کے مخصوص شرعی عذرات سے منزہ

جناب سیدہ کے عجائبات میں سے ایک جوان کے حوریہ ہونے کے آثار میں سے ہے یہ ہے کہ آپ کو دوسری خواتین کی طرح مخصوص شرعی عذر لاحق نہیں ہوتے تھے، جیساکہ دوسری خواتین کو خون حیض یا نفاس جیسے شرعی عذرات لاحق ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے شیعہ و سنی دونوں کے یہاں روایات نقل ہوئی ہیں، جن میں سے ہم بعض کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

شیخ صدوقؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: فاطمہؑ تم خواتین جیسی نہیں، اسے دوسری خواتین کی طرح شرعی عذر لاحق نہیں ہوتے، اور حوریہ ایسی ہی ہوتی ہے۔[1]

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: وَ اللهِ لَقَدْ فَطَمْنَاهَا اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى بِالْعِلْمِ وَ عَنِ الطَّمْثِ بِالْمِيثَاقِ. خدا کی قسم خدا نے فاطمہؑ کو علم و دانش کے ذریعے دودھ بخشا (یعنی علم سے سیراب کیا) اور ایسے ہی انہیں خواتین کے مخصوص عذر شرعی سے بھی میثاق کے تحت دور رکھا۔[2]

اسماء بنت عمیس کہتی ہیں: میں فاطمہؑ کے بچوں میں سے کسی ایک کی ولادت کے وقت ان کے پاس تھی، میں نے ان سے کوئی آلائش نہ دیکھی! یہی بات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اسماء! فاطمہؑ انسانی صورت میں حوریہ خلق ہوئی ہے۔[1]

---

[1] الفقیہ: باب غسل الحیض۔

[2] الکافی: (دارالحدیث) ج ۲، ص ۳۹۶، ح ۱۲۵۰؛ علل الشرائع: ج ۱، ص ۱۷۹؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۳۔

اور عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: فاطمہؑ ایسے چلا کرتی تھیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلا کرتے تھے، فاطمہؑ کو کبھی خواتین سے مخصوص شرعی عذر لاحق نہیں ہوئے کیونکہ وہ بہشتی سیب سے خلق ہوئی تھیں۔[2] اس حوالے سے شیعہ و سنی دونوں کے یہاں کثیر روایات نقل ہوئی ہیں۔[3]

امام باقرؑ اپنے اجداد سے روایت کرتے ہیں: فاطمہؑ کو پاکیزہ کہتے ہیں کیونکہ وہ ہر آلودگی سے پاک و منزہ تھیں، انہوں نے ایک دن بھی خواتین کو لاحق ہونے والے مخصوص شرعی عذرات کا سامنا نہیں کیا۔[4]

---

[1] دلائل الامامۃ: ص ۵۳؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۷؛ نقل از ماساۃ الزہراءؑ۔

[2] اخبار الدول: ص ۸۷؛ نقل از ماساۃ الزہراءؑ۔

[3] اہلسنت کتب: ینابیع المودۃ: ص ۲۶۰؛ سمو ذوی القربیٰ: ص ۱۰۳؛ ذخائر العقبیٰ: ص ۲۶؛ تاریخ بغداد: ج ۱۲، ص ۳۳۱؛ کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۰۹؛ اسعاف الراغبین؛ مجمع الزوائد: ج ۹، ص ۲۰۲؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۶۳؛ اخبار الدول: ص ۸۷؛ اتحاف السائل: ص ۹۰؛ تاریخ الخمیس: ج ۱، ص ۳۱۷... شیعہ کتب: الکافی، من لا یحضرہ الفقیہ، باب غسل الحیض، علل الشرائع، دلائل الامامۃ، کشف الغمہ، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۷ و ۱۳...

[4] بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۹۔

﴿۷﴾

فاطمہؑ کا نام، خدا کا انتخاب ہے

عجائبات فاطمیؑ میں سے ایک جو خدا کے نزدیک آپ کی حد درجہ عظمت پر دلالت کرتا ہے، آپ کے نام کا خدا کی جانب سے متعین ہونا ہے۔

ذہبی (م ۷۴۸ھ) جو اہلسنت کے متعصب علماء میں سے ہیں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: جب فاطمہؑ بنت رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی، تو ان کا نام منصورہ رکھا گیا، جبرائیلؑ نازل ہوئے اور کہا: اے محمد ﷺ! خدا آپ کو اور آپ کی نومولود بیٹی کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے: اس مولود سے محبوب تر مولود اس دنیا میں متولد نہیں ہوا، اور جو نام تم نے اس کے لیے مقرر کیا ہے اسے اس سے بہتر نام دیا جائے گا، اسے فاطمہؑ نام دیا جائے گا، کیونکہ یہ اپنے شیعوں کو آتش (جہنم) سے دور کرے گی۔[1]

---

[1] میزان الاعتدال: ج ۲، ص ۳۰۰ و ج ۳، ص ۳۹۰؛ لسان المیزان: ج ۳، ص ۲۶۷۔

ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسرا نام رکھا جبکہ خدا نے ایک اور نام تجویز کیا؛ تو اس حوالے سے عرض ہے کہ اول تو یہ روایت اہلسنت کے منابع سے نقل ہوئی ہے تاکہ ان پر حجت قائم کی جا سکے، دوم ہماری روایات میں یہ بات صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ بی بی کو آسمانوں میں منصورہ کے نام سے ہی یاد کیا جاتا تھا، اور پھر یہ بھی کہ بی بی کا نام قبل از خلقت عالم و آدم فاطمہؑ مقرر تھا جیسا کہ روایات میں وارد ہوا ہے اور یہی اسمائے پنجتن تھے جن کے توسط سے آدم کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ لہٰذا اگر رسول اللہ ﷺ کا بی بی کو منصورہ نام دینا مان بھی لیا جائے تو بھی یہ کثرت اسماء کے ذیل میں ہوگا نہ یہ کہ بی بی کا نام پہلے سے فاطمہؑ معین نہیں تھا، یا رسول اللہ ﷺ اس نام سے واقف نہیں تھے۔ (مترجم)

﴿۸﴾

رسول اللہ ﷺ کا جناب سیدہ کا بے حد احترام کرنا

عجائبات فاطمیؑ میں سے ایک جناب پیغمبر خاتم ﷺ کا اپنی بیٹی کا حد درجہ احترام کرنا تھا، اس صورت سے کہ اس طرح کا احترام کرنا طول تاریخ و تجربہ بشری میں بہت کم ملتا ہے۔ یہ احترام فقط باپ و بیٹی کے درمیان پائی جانے والی محبت میں خلاصہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ اپنے بچوں کے لیے دوسرے آباء کے یہاں ملنے والے احساسات کی طرح نہیں، اس کے علاوہ یہ رسول اللہ ﷺ کی الٰہی اور اجتماعی شخصیت کے لیے مناسب بھی نہیں، بلکہ لازم ہے کہ ہم اس کی وجہ حکم الٰہی اور سیدۃ النساء العالمین کی عظمت والا کے ضمن میں تلاش کریں، کیونکہ اس میں اہم اسرار و رموز پوشیدہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ شدید و دائمی محبت جو کلام و کردار میں جلوہ فگن تھی، مکتب اہلبیتؑ کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے ایک عظیم پشت پناہ و مددگار ہے تاکہ ہر چھوٹا بڑا جان لے اور ہمیشہ کے لیے دیکھ اور سن لے اور یہ چیز قابل انکار نہ رہے اور بعد از پیغمبر ﷺ ان کے دشمنوں کے مقابل ان کی حقانیت پر ایک سند ہو جائے، جو ہمیشہ کے لیے اہلبیتؑ کی راہ اور امت اسلام کو منور کرنے کا باعث بنے۔ ذرا رسول اللہ ﷺ کے جناب سیدہؑ کے ساتھ اس محبت و علاقے کے اظہار کے وسائل کی جانب توجہ فرمایئے:

عائشہ کہتی ہیں: جب بھی فاطمہؑ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک آتی تھیں آپ انہیں خوش آمدید کہتے اور ان کے سامنے کھڑے ہو جاتے، ان کا ہاتھ پکڑتے اور اس کا بوسہ لیتے اور اپنی جگہ

پر بیٹھاتے تھے۔[1]

بعض روایات میں آیا ہے: جب بھی جناب سیدۂ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لاتیں، آپ انہیں خوش آمدید کہتے، جناب فاطمہؑ کے ہاتھوں کا بوسہ لیتے، انہیں اپنی جگہ پر بیٹھاتے، اور جب بھی رسول اللہ ﷺ فاطمہؑ سے ملنے جاتے، بی بی رسول اللہ ﷺ کو خوش آمدید کہتیں اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں کا بوسہ لیتیں۔[2]

رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹی کے اتنے شیفتہ تھے کہ اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک آپ اپنی بیٹی کے رخساروں یا گردن سے نیچے کے حصے کا بوسہ نہیں لے لیتے تھے۔[3] کبھی اپنے چہرے کو جناب سیدۂ سے چمٹا کر ان کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے۔[4]

کئی بار ایسا ہوتا تھا کہ اپنی صورت کو فاطمہ کی صورت پر رکھ کر ان کے بوسے لیتے، کان کثیرا ما یقبلها فی فمها![5] ایک دن عائشہ نے ناراض ہو کر کہا: جب فاطمہ آتی ہیں تو آپ کیوں اس کے اتنے بوسے لیتے ہیں اور اپنے منہ کو اس کے منہ میں داخل کر دیتے ہیں! جیسے کہ اسے شہد کھلا رہے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے، اور اس کے بعد آپؐ نے واقعہ معراج اور یہ کہ فاطمہ بہشتی پھل سے ہیں اور رسول اللہ ﷺ بی بی سے جنت کی خوشبو پاتے ہیں کا ذکر کیا۔[6]

---

[1] المستدرک علی الصحیحین: ج۳، ص۱۵۳۔

[2] امالی طوسی: ص۲۵؛ بحار الانوار: ج۴۳، ص۲۵۔

[3] بحار الانوار: ج۴۳، ص۷۸، ۴۲۔

[4] ایضاً۔

[5] فیض القدیر: ج۵، ص۱۷۶۔

[6] تاریخ بغداد: ج۵، ص۸۷۔

جمیع نامی شخص کہتا ہے: میں اپنی پھوپی کے ہمراہ عائشہ کے پاس گیا، میری پھوپی نے ان سے کہا: کیا وجہ ہوئی کہ آپ نے علیؑ کے خلاف شورش کی؟ انہوں نے کہا: اس بات کو جانے دو، خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک مردوں میں علیؑ اور خواتین میں فاطمہؑ سے زیادہ کوئی اور محبوب نہیں تھا۔[1]

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اے گروہ صحابہ! میں نے کوئی کام انجام نہیں دیا مگر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس کا حکم دیا تھا۔ فَطُوبَىٰ لِمَنْ رَسَخَ حُبُّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فِي قَلْبِهِ؛ خوشا بحال ہے وہ شخص جس کے دل میں ہم اہلبیت کی محبت نفوذ ور سوخ کر جائے، کیونکہ اس کے دل میں ایمان کوہ احد سے زیادہ محکم ہے، اور جس کے بھی دل میں ہماری محبت نہ ہو اس کے دل میں ایمان پانی ہو جائے گا ویسے ہی جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک کسی کا بھی ذکر مجھ سے زیادہ محبوب نہیں تھا، کسی نے بھی دو قبلوں کی طرف رخ کر کے میری طرح نماز نہیں پڑھی، میں نے اس وقت نماز پڑھی جب میں سن بلوغ کو بھی نہیں پہنچا تھا، اور یہ فاطمہؑ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پارہ تن ہیں، میری زوجہ ہیں، اور وہ اپنے زمانے میں مریم کی مثل ہے، بے شک حسن و حسینؑ اس امت کے سبط ہیں، یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دو آنکھوں کی مانند ہیں اور میں ان کے لیے ایسا ہوں جیسے جسم کے لیے ہاتھ؛ وَأَمَّا فَاطِمَةُ فَكَمَكَانِ الْقَلْبِ مِنَ الْجَسَدِ؛ اور فاطمہؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایسی ہیں جیسے بدن کے لیے قلب، ہماری مثال کشتی نوح کی سی ہے، جو بھی اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جس نے اس کو چھوڑا وہ غرق ہوا۔[2]

[1] امالی طوسی؛ جامع ترمذی؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۳۸.

[2] کتاب سلیم بن قیس، حدیث ۴۰؛ بحار الانوار: ج ۳۹، ص ۳۵۲.

﴿۹﴾

جناب سیدہ کی شادی خانہ آبادی

عجائب فاطمیؑ میں سے ایک اور ان کی شادی کا خدا کے حکم سے انجام پانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہاری طرح بشر ہوں، تمہاری بیٹیوں سے شادی کرتا ہوں اور تمہیں بھی شادی کے لیے لڑکیاں دیتا ہوں، لیکن میری بیٹی فاطمہؑ ایسی نہیں، اس کی شادی کا معاملہ آسمانی ہے۔[1]

خدا کی جانب سے ایک فرشتہ نازل ہوا جس کا نام محمود تھا، اس نے کہا: خدا نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں نور کا نور سے عقد کروادوں: رسول اللہ ﷺ نے کہا: کس کی کس سے شادی کروانا چاہتا ہے: کہنے لگا: فاطمہ کی علیؑ سے۔[2]

امام رضاؑ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے فاطمہ کی شادی نہیں کی مگر اس کے بعد کہ خدا نے مجھے اس کی شادی کرنے کا حکم دیا۔[3]

ایک اور روایت میں آیا ہے: ایک فرشتہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور گویا ہوا: اے محمد ﷺ! خدا آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے: میں نے فاطمہؑ کا علیؑ کے ساتھ عقد کردیا

---

[1] الکافی: ج۱۱، ص ۳۱۳، ص ۱۰۳۰۳؛ نقل از بحار الانوار: ج ۴۳؛ ص ۱۳۵۔ (البتہ یہاں کوئی یہ معنی نہ لے کہ رسول اللہ ﷺ کی اور بیٹیاں بھی تھیں! رسول اللہ ﷺ کی اور بیٹیاں تھیں تو لیکن نسبی نہیں بلکہ لے پالک، اور اس حدیث میں موجود یہ جملہ [تمہیں بھی شادی کے لیے لڑکیاں دیتا ہوں] اسی پر ناظر ہے۔ (مترجم))

[2] معانی الاخبار: ص ۱۰۳؛ الخصال: ج ۲، ص ۶۴۰؛ امالی: ۵۹۳؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۱۱۔

[3] عیون اخبار الرضاؑ: ج ۲، ص ۵۹؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۰۳۔

ہے...[1]

اس وقت امیر المومنینؑ سے فرمایا: اے علیؑ تمہیں مبارک ہو، اس سے پہلے کہ میں تمہاری فاطمہؑ کے ساتھ زمین پر شادی کرواتا خدا نے یہ عقد آسمانوں میں منعقد کیا ہے...[2]

[1] عیون اخبار الرضاؑ: ج ۲، ص ۷۲؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۰۵۔

[2] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۴۵؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۰۹۔

﴿۱۰﴾
علی کفوِ فاطمہؑ

یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ امیر المومنینؑ علی بن ابی طالب کی شخصیت بعد از رسول اللہ ﷺ عالم وجود کی بے مثل و بے نظیر شخصیت ہے، جن کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عَلِيٌّ خَيْرُ الْبَشَرِ مَنْ أَبَىٰ فَقَدْ كَفَرَ، علیؑ خیر البشر ہیں اور جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے۔[1]

ان تمام امتیازات کے باوجود بھی جناب سیدہ کو امیر المومنینؑ کے کفو کے طور پر متعارف کروایا گیا ہے، بلکہ روایات میں وارد شدہ تعبیر یوں ہے: لَوْلَا عَلِيٌّ لَمْ يَكُنْ لِفَاطِمَةَ كُفْوٌ۔[2] اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی کفو نہ ہوتا۔ یعنی جناب سیدہؑ اس مقام کی حامل ہیں کہ فقط امیر المومنینؑ ان کی برابری کر سکتے ہیں!

امام رضاؑ اپنے اجداد کے ذریعے امیر المومنینؑ اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: اے علیؑ! قریش کے مرد مجھے فاطمہ کی شادی کے حوالے سرزنش کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہم نے فاطمہ کا ہاتھ مانگا لیکن ہمیں آپ نے رد کر دیا اور اس کی علیؑ کے ساتھ شادی کروا دی! میں نے کہا: وَاللّٰهِ مَا أَنَا مَنَعْتُكُمْ وَزَوَّجْتُهُ بَلِ اللّٰهُ مَنَعَكُمْ وَزَوَّجَهُ؛ خدا کی قسم! میں نے نہ تمہیں رد کیا اور نہ علیؑ کے ساتھ فاطمہ کی شادی کی بلکہ یہ تو خدا تھا جس نے تمہیں رد کیا اور فاطمہ کی علیؑ کے ساتھ شادی

---

[1] عیون اخبار الرضاؑ: ج ۱، ص ۶۴؛ امالی صدوق: ص ۷۷؛ تاریخ خطیب: ج ۳، ص ۱۹۲؛ بحار الانوار: ج ۳۶، ص ۳۰۶۔

[2] کشف الغمہ: ج ۱، ص ۴۷۲؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۴۵۔

کروائی۔ اس وقت جبرائیلؑ مجھ پر نازل ہوئے اور کہا: اے محمد ﷺ! خداوند عزوجل فرماتا ہے: لَوْ لَمْ أَخْلُقْ عَلِيًّا لَمَا كَانَ لِفَاطِمَةَ ابْنَتِكَ كُفْوٌ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ آدَمُ فَمَنْ دُونَهُ. اگر میں نے علیؑ کو خلق نہ کیا ہوتا تو تیری بیٹی فاطمہؑ کے لیے روئے زمین پر آدمؑ سے لے کر باقی تمام افراد تک کوئی کفو نہ ہوتا۔[1]

امام صادقؑ نے بھی یہی بات اس انداز میں بیان فرمائی: لَوْ لَا أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ع تَزَوَّجَهَا لَمَا كَانَ لَهَا كُفْوٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ آدَمُ فَمَنْ دُونَهُ. اگر فاطمہؑ سے شادی کرنے کے لیے امیر المومنینؑ نہ ہوتے تو تا قیام قیامت زمین پر آدمؑ اور ان کی اولاد سے کوئی بھی فاطمہؑ کا کفو نہ ہوتا۔[2]

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امام علیؑ و جناب سیدہؑ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ انبیائے اولوالعزم (صلوات اللہ علیہم اجمعین) سے افضل ہیں، یہاں تک کہ جناب نوحؑ و ابراہیمؑ سے بھی جو ان کے اجداد ہیں۔ کیونکہ مذکورہ مقائسہ فضائل و کمالات کے لحاظ سے ہے اور حدیث اس بات کو بیان کرکے سمجھانا چاہتی ہے کہ جناب سیدہؑ اپنے کمالات میں بے نظیر ہیں۔ اور پھر یہ بھی کہ جناب امیرؑ کی جناب سیدہؑ سے شادی دوسری شادیوں کی طرح نہیں تھی، بلکہ جناب امیرؑ نے تو عظمت و معنویت میں اپنے ہم پلہ شخصیت سے ازدواج کی۔

سبحان من وضع الاشياء فی مواضعها ﴿فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾[3]

پاک ہے وہ ذات جو ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتی ہے، پس اللہ خلق کرنے والوں میں بہترین خلق کرنے والا ہے۔

---

[1] عیون اخبار الرضاؑ: ج۱، ص ۲۲۵؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۹۲۔

[2] امالی صدوق: ص ۵۹۲؛ علل الشرائع: ج۱، ص ۱۷۸؛ الخصال: ج۲، ص ۴۱۴؛ دلائل الامامۃ: ص ۸۰؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۰۔

[3] المومنون: ۱۴۔

﴿۱۱﴾

فاطمہ کو کون پہچانے؟!!!

عجائب فاطمیؑ میں سے ایک یہ ہے کہ یہ ذات مقدس عظمت کے اس اوج پر فائز ہے کہ ان کی تمام جہات کی حقیقی وکنہ معرفت بشر کی دسترس سے باہر ہے۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں: إنَّمَا سُمِّيَتْ فَاطِمَةُ لِأَنَّ الْخَلْقَ فُطِمُوا عَنْ مَعْرِفَتِهَا؛ فاطمہ کو اس وجہ سے فاطمہ کہا گیا کیونکہ لوگ ان کی معرفت حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔[1]

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ جو خاتون آدم کی خلقت سے ہزاروں سال قبل نور الٰہی سے خلق ہوئی ہو، اور جس کا جسم بھی انسان نما حوریہ کے عنوان سے بہشت سے ہو اور جس سے درخت طوبیٰ کے عطر کی خوشبو آتی ہو۔ وہ خاتون کہ جس سے ملائکہ بات کرتے ہیں اور جس پر خدا کی جانب سے الہامات ہوتے ہیں۔

وہ بی بی کہ اگر امیر المومنینؑ نہ ہوتے تو کوئی اس کا ہمسر نہ ہوتا۔ وہ بی بی جس کی برکت سے خدا اس کے محبوں اور شیعوں کو آتش جہنم سے نجات دے گا۔[2]

وہ بی بی جسے خدا نے اس طرح علوم سے نوازا کہ وہ (علوم دنیا سے) بے نیاز ہو گئی۔[1] وہ بی بی جو خلقت خدا کے لیے علت غائی ہے۔ وہ بی بی جسے خدا نے اپنے نور عظمت سے خلق کیا۔ وہ بی بی

---

[1] تفسیر فرات: ص ۵۸۱؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۶۵.

[2] بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۲.

جو لوگوں کے درمیان خدا کا وسیلہ ہے اور لوگ اس کے ذریعے سے خدا کا قرب حاصل کرتے ہیں۔

وہ بی بی کہ اس کے اور اس کے گھرانے کے وسیلے سے انبیاء و آئمہ و مومنین خدا سے حاجت پاتے ہیں۔ وہ بی بی جو عظمت میں اس مقام تک جا پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح امیر المومنینؑ کے لیے دو رکنوں میں سے ایک رکن قرار پائی۔ وہ بی بی جو نہ فقط یہ کہ حجت الہی ہے بلکہ آئمہ اطہارؑ جو تمام خلق پر حجت الہی ہیں، اسے خود اپنے اوپر حجت مانتے ہیں۔

وہ بی بی جو آئمہ اطہارؑ کے علوم کا منبع ہے اور وہ اس کی کتاب پر فخر کیا کرتے تھے۔ وہ بی بی جس کی برکت سے گیارہ امام، من جملہ حجت ابن الحسن العسکریؑ، ہیں جو عالم کو عدل و انصاف سے پر کر دیں گے۔ وہ بی بی جو ایسی عظمت کی حامل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ہاتھ چوما کرتے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب ہے۔ وہ بی بی جو اولین و آخرین میں جنت کی خواتین کی سردار ہے۔

وہ بی بی جس کی شادی خدا کے انتخاب کے ساتھ خدا کی طرف سے ہی انجام پائی۔ وہ بی بی جو خدا کے غضب و رضا کا محور قرار پائی اور خدا اس کے ناراض ہونے سے ناراض اور اس کے راضی ہونے سے راضی ہوتا ہے۔ وہ بی بی کہ جسے خدا نے حکم آیہ تطہیر کے ساتھ ہر قسم کے رجس، گناہ، جہل، خطا اور اخلاقی رذائل سے دور فرمایا ہے۔[2]

---

[1] قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ ع: وَاللَّهِ لَقَدْ فَطَمَهَا اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بِالْعِلْمِ؛ علل الشرائع: ج ۱، ص ۱۷۹؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۳۔

[2] مذکورہ تمام مطالب اسی کتاب میں ذکر کیے گئے ہیں۔

﴿۱۲﴾

فاطمہؑ اور ناکام رقیب و مدعی

عجائبات فاطمیؑ میں سے ایک، جناب سیدہؑ کے لیے رقیب قرار دینا ہے، وہ ہستی کہ اگر کوئی اس کا مقائسہ کرنا چاہتا ہے تو لازم ہے کہ یا ان کے بابا سے اس کا مقائسہ کیا جائے، یا ان کے شوہر سے یا اس کے پاک و مطہر بیٹوں سے، جن کی طہارت و عصمت کی گواہ آیہ تطہیر ہے، اور حدیث ثقلین انہیں قرآن کا عدل و عدیل قرار دیتی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقط انہیں شبہات کے طوفان میں کشتی نجات قرار دیا ہے۔ اور اگر لازم ہو کہ اس کا خواتین کے ساتھ مقائسہ کیا جائے تو سزاوار ہے کہ جناب آسیہ، مریم و خدیجہ (سلام اللہ علیہن) کے ساتھ مقائسہ ہو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیقہ طاہرہ کی فاطمۃ بعضۃ منی یاسیدہ نساء العالمین اور سیدۃ نساء اہل الجنۃ کے القاب کے ساتھ تعریف بیان کی ہے۔

ان سب باتوں کے بعد یہ کیسے ممکن ہے کہ جناب سیدہؑ کا مقائسہ عائشہ بنت ابی بکر سے کیا جائے کہ خلیفہ دوم کی تصریح کے مطابق سورہ تحریم کی یہ آیت: ﴿وَإِن تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ...﴾[1] ان کی اور حفصہ کی سرزنش میں نازل ہوئی ہے۔[2]

---

[1] التحریم: ۴۔

[2] صحیح البخاری: ج ۳، ص ۱۳۶۔

وہ خاتون جن کی حضرت فاطمہؑ اور ان کے شوہر کے لیے پائی جانے والی حسادت مشہور ہے، امام برحق یعنی علی بن ابی طالبؑ کے خلاف شورش اور مسلمانوں میں سے سولہ ہزار افراد کے قتل کا گناہ ان کے کندھوں پر ہے۔ یہاں تک کہ اگر انہوں نے توبہ بھی کرلی تھی [اس کے باوجود کہ توبہ ثابت نہیں] پھر بھی وہ کسی صورت صدیقہ طاہرہؑ، سیدۃ النساء العالمین اور بضعۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہلسنت میں سے بعض منصف مزاج علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ خواتین میں سے کوئی بھی جناب سیدہ کی برابری نہیں کر سکتا۔ علقمی کہتے ہیں: ھی افضل الصحابة حتی الشیخین؛ جناب فاطمہؑ تمام صحابہ سے افضل ہیں یہاں تک کہ خلیفہ اول و دوم سے بھی![1]

ابن داؤد ظاہری کہتا ہے: فاطمة بعضة النبی فلا نعدل بها احدا؛ فاطمہؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ٹکڑا ہیں اور ہم کسی کو بھی ان کے برابر نہیں سمجھتے۔[2]

بلکہ علم الدین عراقی کہتے ہیں: اس بات کو سب قبول کرتے ہیں کہ فاطمہؑ اور ان کے بھائی ابراہیم خلفائے اربعہ سے افضل ہیں۔[3]

مناوی اپنی شرح میں سبکی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: جس چیز پر ہم ہیں اور خدائی ذمہ داری کو قبول کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ فاطمہؑ افضل ہیں اور ان کے بعد خدیجہؑ (کا درجہ ہے)۔ اور ابن حجر شہاب الدین اس پر اضافہ کرتا ہے: سبکی کے قول کے روشن ہونے کی وجہ سے محققین نے ان کی پیروی کرتے ہوئے کہا ہے: خواتین میں سب سے افضل فاطمہؑ اور ان کے بعد خدیجہؑ ہیں۔[1]

---

[1] فیض القدیر: ج۴، ص۱۳۸.

[2] مرقاۃ المفاتیح: ج۵، ص۳۴۷.

[3] فیض القدیر: ج۴، ص۵۵۵.

عائشہ کے لیے جو سب سے اہم فضیلت ذکر کی جاتی ہے اور جو صحیح بخاری و مسلم میں مکرر ذکر کی گئی ہے، یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فضل عائشہ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام؛ عائشہ کو تمام عورتوں پر ایسے ہی فضیلت حاصل ہے جیسے ثرید کو باقی غذاؤں پر ہے۔[1]

ایک ایسی حدیث جو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فصاحت اور ان کی تشبیہات بدیع سے ہم آہنگ ہے اور نہ اپنے صاحب کی تمام خواتین پر افضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ ویسے ہی جیسے ابن حجر فتح الباری میں دو مقام پر اس کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ وہ ابن حبان سے نقل کرتا ہے کہ عائشہ کی فضیلت [جو اس حدیث یا اس کے علاوہ دوسری احادیث میں آئی ہے] وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں سے متعلق ہے اور جناب فاطمہؑ جیسی خاتون کو شامل نہیں کرتی تاکہ اس حدیث اور اس حدیث کے درمیان جو کہتی ہے: فاطمہؑ اور خدیجہؑ جنت کی افضل خواتین میں سے ہیں، کو جمع کیا جا سکے۔[2]

ابن ابی الحدید بھی اپنے اصحاب سے یہی بات نقل کرتا ہے۔[4]

نووی کہتا ہے: یہ حدیث عائشہ کی مریم و آسیہ پر برتری پر تصریح نہیں رکھتی کیونکہ احتمال ہے اس سے اس امت کی خواتین پر برتری مقصود ہو۔[5] اور ہم جانتے ہیں کہ جناب سیدہؑ جنت کی خواتین کی سردار ہیں اور ان ہی میں سے من جملہ جناب آسیہ و مریم ہیں۔

---

[1] فیض القدیر: ج ۴، ص ۳۲۱.

[2] صحیح البخاری: ج ۴، ص ۱۳۹ و ۲۲۰، ج ۶، ص ۲۰۵ و ۲۰۷؛ صحیح المسلم: ج ۷، ص ۱۳۳.

[3] فتح الباری: ج ۷، ص ۸۳.

[4] شرح نہج البلاغۃ: ج ۱۴، ص ۲۳.

[5] شرح المسلم: ج ۱۵، ص ۱۹۹.

بہر حال یہ بات واضح نہیں کہ ثرید کو باقی غذاؤں پر کیا فضیلت حاصل ہے جو اس کے ذریعے سے تشبیہ دینا معقول ہو، کیا عرفی طور پر ثرید، کوئی افضل غذا ہے کہ جسے افراد کی برتری کے لیے پیمانہ بنایا جائے؟

اس سے قبل ذکر کیا جا چکا ہے کہ بہت سے اہلسنت محققین نے جناب فاطمہ کو نہ فقط یہ کہ تمام خواتین میں افضل خاتون کے طور پر متعارف کروایا ہے بلکہ وہ انہیں صحابہ سے بھی افضل مانتے ہیں۔ ہر چند کہ شیعوں کے نزدیک بی بی کو جناب امیرؑ پر فضیلت کا حاصل ہونا صحیح نہیں، (اور ان کے مطابق) جناب سیدہؑ اس عالم کی تیسری افضل ترین شخصیت ہیں۔

ولا یقاس بآل محمد احد: اور آل محمد کو کسی کے ساتھ بھی قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

﴿۱۳﴾

عالم خلقت کی مبارکہ خاتون

حضرت زہراؑ کے خیرہ کردینے والے عجائبات میں سے ایک ان کے وجود نورانی کی حد درجہ برکت ہے جو بہت ہی کم انسانوں میں پائی جاتی ہے۔ یہ وہ بات ہے جس کی جانب سورہ مبارکہ کوثر بھی اشارہ کرتی ہے: ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۞ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۞ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی۔ پس نماز پڑھیے اور قربانی دیجیے، بے شک آپ کا دشمن ہی بے اولاد رہے گا۔[1]

کثیر مفسرین جن میں اہلسنت بھی شامل ہیں، کوثر کو جناب سیدہؑ پر منطبق کرتے ہیں اور ہم عنقریب اس مطلب کو بیان کریں گے۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں: خدا کے نزدیک جناب فاطمہؑ کے ۱۹ اسماء ہیں: فاطمہ، صدیقہ، مبارکہ، طاہرہ، زکیہ، راضیہ، مرضیہ، محدثہ اور زہراء...[2]

لغت میں برکت کے معنی رشد اور بڑھوتی کے ہیں اور خدا نے شب قدر: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾[3] جناب عیسیٰ: ﴿وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ﴾[4] اور قرآن مجید: ﴿وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ﴾[5] کو مبارک کے نام سے یاد کیا ہے۔

---

[1] الکوثر۔

[2] علل الشرائع: ج۱، ص۱۷۹؛ امالی: ۵۹۲؛ الخصال: ج۲، ص۴۱۲؛ بحار الانوار: ج۴۳، ص۱۰۔

[3] القدر: ۱۔

جناب سیدہ بھی مختلف جہات سے مبارک وپر فیض تھیں اور اب بھی ہیں، ہم ان میں سے اہم نکات کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ حضرت فاطمہؑ کا نور روشنی بخش عالم

امام صادقؑ سے سوال ہوا، کیا وجہ ہے کہ جناب سیدہ کو زہراء کیا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: لِأَنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ خَلَقَهَا مِنْ نُورِ عَظَمَتِهِ. کیونکہ خدا نے انہیں اپنے نور سے خلق فرمایا اور آسمان و زمین ان کے نور سے روشن ہوئے اور ان کے نور سے فرشتوں کی آنکھیں چندھیا گئیں اور وہ خدا کے سامنے سجدے ریز ہوگئے...[3]

۲۔ خلقت کی علت غائی

جناب سیدہ کی برکات میں سے ایک یہ ہے کہ مخلوقات کی خلقت ان کی اور ان کے خاندان کی وجہ سے ہے۔ امام رضاؑ ایک حدیث میں فرماتے ہیں: خدا نے آدمؑ سے [جب وہ بہشت میں تھے] فرمایا: اے آدمؑ! اپنے سر کو بلند کرو اور ساق عرش پر نگاہ دوڑاؤ، آدم نے نگاہ کی تو یہ لکھا ہوا پایا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَ زَوْجَتُهُ فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَقَالَ آدَمُ يَا رَبِّ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ عَزَّ وَ جَلَّ هٰؤُلَاءِ ذُرِّيَّتُكَ لَوْلَاهُمْ مَا خَلَقْتُكَ. کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے، محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، علیؑ امیر المومنینؑ ہیں، ان کی زوجہ فاطمہؑ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں، اور حسن و حسینؑ جوانان بہشت کے سردار ہیں۔

---

[1] مریم: ۳۱۔

[2] انعام: ۱۵۵۔

[3] علل الشرائع: ج ۱، ص ۱۸۰؛ دلائل الامامۃ: ص ۱۴۹؛ معانی الاخبار: ص ۶۴؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۲۔

حضرت آدمؑ نے پوچھا: یہ کون ہیں: خدا نے فرمایا: یہ تیری نسل سے ہیں لیکن اگر یہ نہ ہوتے تو تجھے بھی خلق نہ کرتا۔[1]

اہلسنت کی بعض روایات میں آیا ہے: اگر یہ نہ ہوتے تو میں نہ بہشت کو خلق کرتا نہ جہنم کو، نہ عرش کو نہ کرسی کو، نہ آسمان کو نہ ملائکہ کو نہ انسان کو نہ جنات کو...[2]

۳۔ فاطمۃ الزہراؑ لوگوں کے درمیان وسیلۂ الٰہی

جناب سیدہؑ کے وجود کی برکات میں سے یہ بھی ہے کہ چونکہ خدا نے اپنا تقرب حاصل کرنے کے لیے وسیلہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے: ﴿وَ ابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾[3] اور ان وسائل میں سے ایک جناب فاطمہؑ اور ان کا مبارک خاندان ہے، لہذا یہ اس جہت سے راہ تقرب الی اللہ ہیں۔

جناب سیدہؑ فرماتی ہیں: نحن وسیلتہ فی خلقه و نحن خاصته و محل قدسه، و نحن حجته فی غیبه و نحن ورثة الانبیاء؛ ہم مخلوقات کے درمیان خدا کا وسیلہ ہیں، اور ہم اس کے خاص کیے ہوئے ہیں اور اس کے قدس کا مقام ہیں، ہم خدا کے غیب میں اس کی حجتیں اور انبیاء کے وارث ہیں۔[4]

۴۔ جناب سیدہؑ سکون (قلب) مصطفیٰ ﷺ

جناب سیدہؑ کے وجود کی برکات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ جس کے وجود

---

[1] معانی الاخبار: ص ۱۲۳؛ بحار الانوار: ج ۲۷، ص ۶۔

[2] فرائد السمطین؛ مناقب خوارزمی، نقل از الغدیر: ج ۲، ص ۳۰۰؛ قصص الانبیاء طراوندی: ص ۳۳؛ بحار الانوار: ج ۲۷، ص ۵۔

[3] المائدۃ: ۳۵۔

[4] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی: ج ۱۶، ص ۲۱۱۔

سے عالمین کی سعادت ہے، اور جو راہ خدا میں کوشش و محنت کرتا ہے اور اس محنت و کوشش کی وجہ سے روح و نفسیات کے سکون کا نیاز مند ہے، اس کے لیے جناب فاطمہؑ سکون بخش ہیں، جس بی بی کو دیکھ کر اور ان کی باتیں سن کر اس رسول ﷺ کا دل شاد اور اس کی روح کو سکون مل جاتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ بی بی کو بهجة قلب النبی ﷺ، قلب نبوت کا سکون کہتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾[1] اور رسول اللہ ﷺ کو اس طرح مت پکارا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو؛ جس میں لوگوں کو عام انداز میں رسول اللہ ﷺ کو آواز دے کر پکارنے سے منع کیا گیا تھا، تو بی بی نے بھی اپنے بابا کو یا رسول اللہ ﷺ! کہہ کر پکارنا شروع کر دیا، رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پسند نہ آئی اور فرمایا: قولي «يا أبه» فإنها أحيى للقلب و أرضى للرب: اے فاطمہؑ! تم مجھے 'اے بابا' کہہ کر ہی پکار کرو تیرا ایسے پکارنا میرے قلب کو زیادہ زندگی بخشتا ہے اور خدا بھی زیادہ اس طرح پکارنے سے زیادہ راضی ہے۔[2]

رسول اللہ ﷺ جناب سیدہؑ کے بہت زیادہ بوسے لیتے اور فرماتے: كُلَّمَا اشْتَقْتُ إِلَى رَائِحَةِ الْجَنَّةِ شَمِمْتُ رَائِحَةَ ابْنَتِي فَاطِمَةَ؛ میں جب بھی جنت کی خوشبو کا مشتاق ہوتا ہوں اپنی بیٹی فاطمہ کو سونگھتا ہوں۔[3] آپ بی بی سے اس قدر علاقہ رکھتے تھے کہ جب تک ان کے رخساروں کا بوسہ نہیں لے لیتے اور اپنی صورت کو بی بی کے حلقوم سے نیچے کے حصے پر نہ رکھ لیتے، سویا نہیں کرتے تھے، اور ان کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے۔[4]

---

[1] النور: ۶۳۔

[2] تفسیر الصافی: ج ۳، ص ۴۵۱؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۳۳؛ سفینۃ البحار: ج ۷، ص ۱۱۹۔

[3] التوحید: ص ۱۱۸؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۳۵؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۴۲۔

[4] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۳۴؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۴۲۔

جب بھی سفر سے واپس لوٹتے پہلے جناب سیدہؑ کے پاس جاتے،[۱] اور ان کے بوسے لیتے اور جب بھی بی بی ان کے پاس آتیں تو آپؐ احترام سے کھڑے ہو جاتے، ان کے سر کا بوسہ لیتے، اور اپنی جگہ پر بٹھاتے[۲] ہوئے فرماتے: فاطمہؑ میرا جزو، میری آنکھوں کا نور اور میرے دل کا پھل (یعنی سکون) ہے...[۳] اور گویا یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ام ابیہا یعنی اپنے باپ کی بھی ماں، کا لقب دیا۔[۴]

۵۔ انبیاء و آئمہ کا جناب سیدہؑ اور ان کے خاندان سے توسل کرنا!

روایات میں آیا ہے کہ خدا کے بڑے بڑے انبیاء جب مشکلات میں پھنسے تو انہوں نے خدا کو محمد و آل محمد ﷺ کا واسطہ دیا تاکہ ان کی مشکلات برطرف ہو جائیں: جیسے جناب آدمؑ نے توبہ کے وقت، جناب نوحؑ نے غرق ہونے سے امان کے لیے، ابراہیم نے آتش نمرود سے نجات کے لیے اور موسیٰؑ نے عصا ڈالتے وقت۔[۵]

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں جابر ابن عبداللہ انصاریؓ سے ارشاد فرمایا: جب بھی تم چاہو کہ خدا کو پکارو اور وہ تمہیں جواب دے تو اہلبیتؑ کے ناموں کے ساتھ خدا کو پکارو کیونکہ یہ نام خدا کے نزدیک محبوب ترین اسماء ہیں۔[۶]

---

[۱] المستدرک: ج ۳، ص ۱۵۶۔

[۲] المستدرک: ج ۳، ص ۳۰۔

[۳] بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۴۔

[۴] مناقب ابن مغازلی: مقاتل الطالبین: الاستیعاب: اسد الغابۃ: تہذیب التہذیب۔

[۵] الاحتجاج: ج ۱، ص ۳۸: امالی صدوق: ص ۲۱۸: بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۳۱۹ و ۳۲۴ و ۳۲۵...

[۶] الاختصاص: ص ۲۲۳: بحار الانوار: ج ۹۱، ص ۲۱۔ یا جابر إذا أردت أن تدعو الله فيستجيب لك فادعه بأسمائهم فإنها أحب الأسماء إلى الله عز و جل.

اور روایت میں ہے کہ امام صادقؑ خدا کے معاملے میں جس چیز پر سب سے زیادہ اصرار کرتے تھے وہ خدا کو پنجتن پاکؑ کے حق کا واسطہ دینا تھا۔[1]

۶۔ حضرت زہراؑ رکن جناب امیرؑ

جناب سیدہؑ کے وجود کی برکات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ جناب امیر المومنین علیؑ کی تکیہ گاہ تھیں، امیر المومنینؑ جو عالمین کی پناہ گاہ ہیں، ان کے لیے جو بی بی پشت پناہ کی صورت میں سامنے آئی اسے فاطمۃ الزہراءؑ کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی رحلت سے تین دن قبل امیر المومنینؑ سے فرمایا: سلام ہو تجھ پر اے میرے دو پھولوں کے بابا، میں تجھے اپنے دونوں پھولوں کے بارے میں سفارش کرتا ہوں، فَعَنْ قَلِيلٍ يَنْهَدُّ رُكْنَاكَ وَ اللهُ خَلِيفَتِي عَلَيْكَ: بہت جلد تیری دو تکیہ گاہیں گر پڑیں گی، تیرے لیے میرا جانشین خدا ہے؛ جب رسول اللہ ﷺ کی رحلت ہوئی تو جناب امیرؑ نے فرمایا: یہ میرے دو ارکان میں سے ایک تھا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا، اور جب جناب سیدہؑ اس دنیا سے رخصت ہوگئیں تو فرمایا: یہ وہ دوسرا رکن تھا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ فرما گئے تھے۔[2]

یعنی لوگ امیر المومنین کی قدر و قیمت کو درک نہیں کرتے تھے بلکہ ان سے کینہ رکھتے تھے، لیکن اس کا رسول اللہ ﷺ کے دور میں اظہار نہیں کرتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی حد تک دختر رسول ﷺ کا لحاظ رکھے ہوئے تھے، لیکن جناب سیدہؑ کے جانے کے بعد، جناب امیرؑ نے اپنے پشت پناہ کھو دیے اور خانہ نشین ہو گئے۔

---

[1] الکافی: ج ۲، ص ۵۲۹، ح ۳۳۴۸؛ وسائل الشیعۃ: ج ۷، ص ۹۷، ح ۸۸۳۱. إِنِّي سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عِ أَكْثَرَ مَا يُلِحُّ بِهِ فِي الدُّعَاءِ عَلَى اللَّهِ بِحَقِّ الْخَمْسَةِ يَعْنِي رَسُولَ اللَّهِ ص وَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ.

[2] امالی صدوق: ۱۳۵؛ معانی الاخبار: ص ۴۰۳؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۷۳.

صحیح بخاری و مسلم میں آیا ہے: جب تک فاطمہؑ زندہ رہیں علیؑ کا لوگوں کے درمیان احترام باقی رہا، لیکن فاطمہؑ کے دنیا سے گزر جانے کے بعد علیؑ کے ساتھ لوگوں کا رویہ ناگوار ہو گیا۔[1]

۷۔ جناب سیدہ گیارہ اماموں کی ماں

جناب سیدہؑ کے وجود کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امیر المومنینؑ کے علاوہ باقی تمام گیارہ امام جو قیامت تک خلق کے ہادی (و امام) ہیں، بی بی کی اولاد ہیں۔ اور لوگوں کے لیے آئمہؑ کے توسط سے جو بھی معنوی یا مادی خیر نازل ہوتی ہے، ان کی والدہ جناب سیدہؑ اس میں دخیل ہیں۔

۸۔ حضرت زہراؑ حجت الٰہی ہیں

بی بی کے وجود کی برکات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ باقی آئمہ کی طرح سے حجت الٰہی ہیں، یعنی ان کے افعال و اقوال و سکوت بھی، حکم الٰہی اور رضائے رب کی دلیل ہیں۔

اس امر کی دلیل آیہ تطہیر ہے خدا فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ بے شک خدا کا ارادہ یہ ہے کہ وہ تم سے، اے اہلبیتؑ ہر جس کو یوں دور رکھے جیسے دور رکھنے کا حق ہے۔[2] سینکڑوں روایات جو دسیوں اصحاب و تابعین سے نقل ہوئی ہیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ آیت اصحاب کساء یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی، فاطمہ، حسن اور حسین (علیہم السلام) کی شان میں نازل ہوئی ہے۔[3]

---

[1] صحیح بخاری: ج ۳؛ صحیح مسلم: ج ۳، ص ۱۳۸۔

[2] الاحزاب: ۳۳۔

[3] نمونے کے طور پر دیکھیے: المستدرک: ج ۳، ص ۱۶۸، جس میں حاکم نیشاپوری سند کے صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔

اور حدیث ثقلین جو مسلمانوں کے درمیان قطعیات میں سے ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے درمیان کتاب خدا اور اپنی عترت کو چھوڑے جا رہا ہوں، یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے، جب تک ان دونوں سے متمسک رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ اور جناب سیدہؑ اس حدیث کی واضح اور روشن مصداق ہیں۔

انس بن مالک کہتا ہے: رسول اللہ ﷺ نے نماز صبح کے بعد اپنا رخ ہماری جانب کیا اور فرمایا: اے لوگوں! جسے بھی سورج نہ ملے اسے چاہیے کہ وہ چاند سے متمسک ہو جائے اور جو بھی چاند کو نہ پا سکے اسے چاہیے کہ زہرۃ سے متمسک ہو جائے، اور جو زہرہ کو نہ پا سکے اسے چاہے کہ ستارہ فرقد (شمالی ستارہ جو رہنمائی کے لیے ہے) سے متمسک ہو جائے۔ اس کے بعد فرمایا: سورج میں ہوں، چاند علیؑ، فاطمہؑ زہرہ، اور فرقد ستارے حسنؑ و حسینؑ ہیں، یہ کتاب خدا سے جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔[1]

بلکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ امام عسکریؑ نے فرمایا: نحن حجج اللہ علی خلقه، و جدّتنا فاطمة حجة اللہ علینا؛ ہم لوگوں پر حجت الہی ہیں اور ہماری جدہ فاطمہؑ ہم پر خدا کی حجت ہیں۔[2]

اور امام زمانہؑ سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا: فِي ابْنَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله لِي أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ؛ میرے لیے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اسوہ حسنہ ہیں۔[3]

۹۔ جناب فاطمہؑ اہلبیتؑ کے علوم کے منابع میں سے ایک ہیں

جناب سیدہؑ کے وجود کی برکات میں سے ایک، مصحف فاطمہؑ ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو جبرائیلؑ

---

[1] معانی الاخبار: ص ۱۱۳؛ بحار الانوار: ج ۱۶، ص ۹۱.

[2] تفسیر اطیب البیان: ج ۳، ص ۲۲۶؛ عوالم العلوم: ج ۱۱، ص ۱۰۳۰.

[3] غیبۃ الطوسی: ص ۲۸۶؛ الاحتجاج: ج ۲، ص ۲۷۷؛ بحار الانوار: ج ۵۳، ص ۱۷۹.

نے رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد جناب فاطمہ کو سنائی اور امیر المومنینؑ نے اسے قلمبند کیا۔[1] آئمہؑ اس کتاب کے حامل ہونے پر افتخار فرمایا کرتے تھے۔ امام صادقؑ نے علوم اہلبیتؑ کے منابع کا تعارف کرواتے ہوئے، جامعہ اور جفر کا تعارف کروانے کے بعد فرمایا: وَإِنَّ عِنْدَنَا لَمُصْحَفَ فَاطِمَةَ وَمَا يُدْرِيهِمْ مَا مُصْحَفُ فَاطِمَةَ قَالَ فِيهِ مِثْلُ قُرْآنِكُمْ هَذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَاللَّهِ مَا فِيهِ مِنْ قُرْآنِكُمْ حَرْفٌ وَاحِدٌ إِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ أَمْلَاهُ اللَّهُ عَلَيْهَا وَأَوْحَى إِلَيْهَا... "اور ہمارے پاس مصحف فاطمہؑ ہے اور لوگوں کو کیا معلوم مصحف فاطمہ کیا ہے؟ وہ تمہارے قرآن کے تین برابر ہے اور خدا کی قسم اس میں قرآن کا ایک بھی حرف وارد نہیں ہوا، [یعنی یہ قرآن کے علاوہ ایک اور کتاب ہے اور یہ امام نے اس لیے بیان کیا تاکہ کوئی تحریف قرآن کے شبہ میں گرفتار نہ ہو] یہ وہ چیز ہے جو خدا نے فاطمہ پر املاء اور ان پر الہام فرمائی..."[2]

عجیب بات یہ ہے کہ اہلبیتؑ کے پاس دو اہم الٰہی کتابیں ہیں، ایک کا نام جامعہ ہے اور دوسری کا نام مصحف فاطمہؑ، پہلی وہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے علی کو لکھوایا، اور دوسری وہ ہے جسے خدا نے براہ راست یا جبرائیل کے ذریعے جناب زہرا پر املا کروایا اور یہ دونوں امیر المومنینؑ کے خط میں ہیں!!

۱۰۔ جناب فاطمہ شفیعہ روز محشر

جناب سیدہؑ کے وجود کی عظیم برکات میں سے ایک ان کا مقام شفاعت ہے جو خدا نے انہیں عطا کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: روز حشر عرش کے وسط سے ندا آئے گی: اے اہل محشر! اپنی نگاہیں نیچی کرو، تاکہ فاطمہؑ بنت محمد ﷺ حسینؑ کے خون آلود پیراہن کے ساتھ میدان محشر سے گزریں۔ اس وقت جناب سیدہؑ عرش کے پائے کو پکڑ کر کہیں گی: اے خدا تو

---

[1] بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۷۹.

[2] بصائر الدرجات: ج ۱، ص ۱۵۲؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۳۹؛ الکافی: ج ۱، ص ۵۹۵، ح ۷، ۹۳۴، کچھ فرق کے ساتھ.

بدل دینے والا اور عادل ہے، میرے اور میرے بچے کے قاتلوں کے درمیان فیصلہ فرما! اس کے بعد فرمائیں گی: اے خدا! مجھے ان افراد کی شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرما جو میرے بچے کے غم میں رونے والے تھے اور خدا بی بی کو اجازت عنایت فرمادے گا۔[1]

بعض روایات میں آیا ہے کہ جناب سیدہؑ روز حشر خدا کے اذن سے اپنے شیعوں اور محبوں کو اس طرح جدا کرلیں گی جیسے کوئی پرندہ اچھے دانوں کو برے دانوں سے جدا کرلیتا ہے...[2]

بعض روایات میں آیا ہے کہ جناب سیدہؑ جہنم کے پاس رک جائیں گی... اور خدا سے عرض کریں گی: اے میرے خدا و مالک! تو نے میرا نام فاطمہ رکھا اور میری وجہ سے ان افراد کو جنہوں نے مجھ سے اور میرے بچوں سے محبت رکھی، آتش سے جدا کیا، تیرا وعدہ حق ہے اور تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ خدا کہے گا: اے فاطمہؑ تو نے سچ کہا! میں نے تیرا نام فاطمہؑ رکھا اور جس کسی نے بھی تجھے اور تیرے بچوں کو دوست رکھا اور ان کی ولایت کا حامل ہوا اسے آتش جہنم سے جدا کیا... اب جس جس کے ماتھے پر تجھے مومن لکھا دکھائی دے اس کا ہاتھ تھام اور بہشت میں داخل کردے۔[3]

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی سے فرمایا: يَا فَاطِمَةُ الْبُشْرَىٰ فَلَكِ عِنْدَ اللهِ مَقَامٌ مَحْمُودٌ تَشْفَعِينَ فِيهِ لِمُحِبِّيكِ وَ شِيعَتِكِ فَتُشَفَّعِينَ؛ اے فاطمہؑ تجھے مبارک ہو کہ تو خدا کے نزدیک مقام محمود کی حامل ہے، اور اپنے محبوں اور شیعوں کی شفاعت کرے گی اور وہ قبول کی جائے گی۔[4]

---

[1] لسان المیزان: ج ۳، ص ۲۷۷؛ مناقب ابن مغازلی: ص ۹۳؛ مناقب خوارزمی: ص ۹۰؛ مجمع الزوائد: ج ۲، ص ۲۱۲؛ اسد الغابہ: ج ۵، ص ۵۲۳۔

[2] تفسیر فرات۔

[3] علل الشرائع: ج ۱، ص ۱۷۹؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۴۔

[4] کنز الفوائد: ج ۱، ص ۱۵۰۔

۱۱۔ تسبیح جناب فاطمہؑ کی غیر قابل احاطہ برکات

جناب سیدہؑ کے وجود کی برکات میں سے ایک برکت جس سے تمام جہان اسلام بہرہ مند ہوتا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بی بی کو ملنے والا وہ تحفہ ہے جو بی بی کو تسبیح فاطمہؑ کے نام سے عطا فرمایا گیا۔ یہ وہ تسبیح ہے جو اسلامی معاشرے کو نورانی و سعادتمند کر سکتی ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ جناب سیدہ گھر میں بہت زیادہ کام کیا کرتی تھیں، مشک سے اس قدر پانی بھرا کرتی تھیں کہ بی بی کے بدن پر اس کے نشان پڑ گئے تھے، اس قدر چکی چلایا کرتی تھیں کہ ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے تھے، لباس جھاڑو لگانے کی وجہ سے غبار آلود اور کھانے پکانے کے لیے لکڑیاں جلاتے جلاتے لباس سیاہی مائل ہو چکا تھا، اور اس طرح بی بی بہت زیادہ زحمت اٹھاتی تھیں۔

ایک دن بی بی امیر المومنینؑ کے کہنے پر اپنے بابا کی خدمت میں گئیں تاکہ ایک کنیز کا مطالبہ کریں، لیکن بی بی نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کچھ افراد کے ساتھ محو گفتگو ہیں، بی بی کو شرم آئی اور وہ ایسے ہی بنا بات کیے واپس آ گئیں۔ رسول اللہ ﷺ بی بی کے گھر تشریف لائے تو امیر المومنینؑ نے مدعا بیان کیا، رسول اللہ ﷺ فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں ایک ایسی چیز تعلیم کروں جو تمہارے لیے کنیز سے بہتر ہو؟ اس وقت آپؐ نے وہ اذکار تعلیم فرمائے جو تسبیح حضرت فاطمہؑ کے نام سے مشہور ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بی بی کو یہ تسبیح تعلیم فرمائی اور بی بی بھی اس پر راضی ہو گئیں۔[1]

روایات میں اس تسبیح کے لیے جو ہر (واجب) نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے عجیب برکات ذکر ہوئی ہیں:

---

[1] من لا یحضرہ الفقیہ: ج۱، ص۳۲۰؛ تسبیح جناب فاطمہؑ عبارت ہے: ۳۴ بار اللہ اکبر، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار سبحان اللہ سے۔

۱۔ امام صادقؑ اسے ایک دن میں پڑھے جانی والی ہزار رکعت سے بہتر سمجھتے تھے۔[۱]

۲۔ امام صادقؑ نے فرمایا: ہم بچوں کو تسبیح فاطمہؑ کا حکم دیتے ہیں ویسے ہی جیسے نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں، اور اس کی مداومت کی تلقین کرتے ہیں کہ جو بھی اس کی مداومت رکھے اس کی عاقبت خراب نہیں ہو سکتی۔[۲]

۳۔ اور فرمایا: جو کوئی بھی نماز پڑھنے کے بعد اپنے پاؤں کو حرکت دینے سے پہلے تسبیح فاطمہؑ پڑھے گا اس کی بخشش ہوگی۔[۳]

۴۔ اور فرمایا: یہ تسبیح زبان پر تو سو ذکر کے عدد کی ہے لیکن میزان میں ہزار عدد کی ہے، یہ شیطان کو دور اور خدائے رحمان کو خوشنود کرتی ہے۔[۴]

۵۔ امام باقرؑ نے فرمایا: خدا کی تسبیح فاطمہؑ سے بڑھ کر کسی ستائش کے ساتھ عبادت نہیں ہوئی، اگر اس سے بہتر کوئی چیز ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمہ کو وہ ہدیہ کرتے۔[۵]

۶۔ روایات میں آیا ہے: یہ تسبیح وہی ذکر کثیر ہے جس کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے: فاذکروا اللہ کثیراً: خدا کا کثرت سے ذکر کرو۔[۶]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر پر جاتے تھے تو سب سے آخر میں جس سے ملتے تھے وہ جناب سیدہؑ ہوتی تھیں اور جب واپس لوٹتے تھے تو سب سے پہلے جس سے ملنے جاتے وہ بھی جناب سیدہؑ

---

[۱] وسائل الشیعہ: ج۴، ص۱۰۲۳۔

[۲] ایضاً۔

[۳] ایضاً: ص۱۰۲۱۔

[۴] ایضاً: ص۱۰۲۳۔

[۵] ایضاً: ص۱۰۲۴۔

[۶] ایضاً: ص۱۰۲۲۔

ہوتی تھیں۔[1]

۱۲۔ رسول اللہ ﷺ کی نسل میں برکت، وجود فاطمہؑ کی وجہ سے

رسول اللہ، اسلام اور اسلامی معاشرے کے لیے جناب سیدہؑ کے وجود کی برکات میں سے ایک اہم ترین برکت، بی بی کے توسط سے رسول اللہ ﷺ کی نسل کا پھیلنا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے بیٹے یعنی قاسم و عبداللہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو عاص بن وائل نے رسول اللہ ﷺ کو طعنہ دیا: اس کی نسل تو منقطع ہو گئی ہے اور یہ تو ابتر ہے۔ دوسرے افراد مثل ولید بن مغیرہ، ابو جہل، عقبہ بن ابی معیط اور کعب بن اشرف بھی اس طعنے کو دہراتے رہتے، یہاں تک کہ خدا نے سورہ مبارکہ کوثر اتاری۔[2] ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی۔ پس نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے، بے شک آپ کا دشمن ہی بے اولاد رہے گا۔[3] یعنی ہم نے تمہیں ایک ایسی بیٹی دی ہے جس میں خیر کثیر ہے اور تیری نسل اسی کے توسط سے آگے چلے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے جناب سیدہؑ اور امیر المومنینؑ کی شادی کے وقت دعا فرمائی: خدا تم دونوں سے کثیر اور پاکیزہ بچے ظاہر کرے۔[4] اور فرمایا: اللھم بارک فیھما و بارک علیھما و بارک لھما فی نسلھما؛ اے خدا ان کی شادی میں برکت دے، اور ان پر اپنی برکت نازل فرما اور ان کی نسل میں برکت دے۔[1]

---

[1] سنن ابی داؤد؛ مسند احمد؛ اصول کافی؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۸۳۔

[2] الدر المنثور: ج ۶، ص ۴۰۳؛ روح المعانی آلوسی: ج ۳۰، ص ۲۴۸۔

[3] الکوثر۔

[4] نور الابصار للشبلنجی: ص ۷۰۔

فخر الدین رازی نے کوثر کے بارے میں چند اقوال ذکر کرنے کے بعد تیسرا قول نسل میں کثرت کے حوالے سے بیان کیا ہے، وہ کہتا ہے: دیکھو ان کے خاندان سے کس قدر افراد کو قتل کیا گیا، لیکن پھر بھی عالم رسول اللہ ﷺ کی اولاد سے بھرا ہوا ہے، اور بنو امیہ میں سے کوئی بھی اس معاملے میں ان کی برابری نہیں کر سکتا۔ اور دیکھو کہ رسول اللہ ﷺ کی نسل سے کس قدر علمائے عظیم پیدا ہوئے جیسے باقرؑ و صادقؑ و کاظمؑ و رضاؑ و نفس زکیہ۔[۲]

اگر آج کی تاریخ میں رسول اللہ ﷺ کی حقیقی اولاد کو جو جناب فاطمہؑ کی نسل سے ہیں، شمار کیا جائے تو اس کوثر کی عظمت کا اندازہ ہو جائے گا۔ ہر چند شیعوں میں جو بات مشہور ہے وہ یہ کہ وہ افراد خمس کا استحقاق رکھتے ہیں جن کے باپ بنی ہاشم سے ہوں، لیکن وہ تمام افراد رسول اللہ ﷺ اور جناب سیدہ کی اولاد ہیں جن کے باپ یا ماں سید ہوں، اور جس کسی کی بھی نسل میں رسول اللہ ﷺ تک ایک بھی دادی یا نانی سیدہ ہو وہ آج رسول اللہ ﷺ کی اولاد تصور ہوگا، ہمیں جناب رسول ﷺ اور بی بی کی اولاد کو مسائل خمس میں خلاصہ نہیں کرنا چاہیے اور یہ وہ مسئلہ ہے جسے شیعہ فقہاء نے بیان کیا ہے۔[۳] اور اگر اس طرح دیکھا جائے تو جناب سیدہ کی اولاد کی تعداد قابل حصر و شمار نہیں رہتی۔

---

۱ الاتحاف بحب الاشراف: ص ۵۷۔

۲ تفسیر کبیر: ج ۳۲، ص ۱۲۴؛ نفس زکیہ، محمد بن عبد اللہ بن حسن جو امام حسنؑ کے پوتے تھے جنہیں ۱۴۵ھ میں منصور دوانیقی کے حکم پر شہید کر دیا گیا تھا۔

۳ موسوعہ آیت اللہ خوئی: بحث خمس ج ۲۵، ص ۳۲۱؛ مستمسک العروۃ الوثقی، آیت اللہ حکیمؒ: بحث خمس: ج ۹، ص ۵۷۵...

۱۳۔ سادات فاطمیؑ برکت فاطمیؑ کا جلوہ

اولاد جناب فاطمہؑ مختلف پہلوں سے ہمارے اسلامی معاشرے کے لیے برکت، خیر اور فیوضات الٰہی کا سبب ہیں اور یہ سب کے سب بی بی کی برکات کا جلوہ ہیں۔

۱۔ سادات کو دیکھنا عبادت ہے: امام رضاؑ فرماتے ہیں: اَلنَّظَرُ اِلَى ذُرِّيَّتِنَا عِبَادَةٌ فَقِيلَ لَهُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ النَّظَرُ إِلَى الْأَئِمَّةِ مِنْكُمْ عِبَادَةٌ أَمِ النَّظَرُ إِلَى جَمِيعِ ذُرِّيَّةِ النَّبِيِّ ص فَقَالَ بَلِ النَّظَرُ إِلَى جَمِيعِ ذُرِّيَّةِ النَّبِيِّ ص عِبَادَةٌ مَا لَمْ يُفَارِقُوا مِنْهَاجَهُ وَ لَمْ يَتَلَوَّثُوا بِالْمَعَاصِي. ہماری اولاد کو دیکھنا عبادت ہے، پوچھا گیا: اے فرزند رسول ﷺ! کیا آپ میں موجود آئمہ کو دیکھنا عبادت ہے یا رسول اللہ ﷺ کی تمام اولاد کو دیکھنا عبادت ہے؟ امام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی تمام اولاد کو دیکھنا عبادت ہے اس وقت تک جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے سے جدا اور گناہوں میں آلودہ نہ ہوں۔[1]

۲۔ سادات وسیلہ شفاعت ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أَرْبَعَةٌ أَنَا لَهُمْ شَفِيعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُكْرِمُ لِذُرِّيَّتِي مِنْ بَعْدِي وَ الْقَاضِي لَهُمْ حَوَائِجَهُمْ وَ السَّاعِي لَهُمْ فِي أُمُورِهِمْ عِنْدَ اضْطِرَارِهِمْ وَ الْمُحِبُّ لَهُمْ بِقَلْبِهِ وَ لِسَانِهِ؛ میں روز قیامت چار گروہوں کی شفاعت کروں گا چاہے ان کے گناہ اہل زمین کے برابر ہی کیوں نہ ہوں: اس کی جس نے میرے بعد میری اولاد کا احترام کیا؛ اس کی جس نے ان کی ضروریات کو پورا کیا؛ اس کی جس نے مشکل وقت میں ان کی مشکل کو دور کرنے کی کوشش کی؛ اور اس کی جس نے انہیں دل و زبان سے دوست رکھا۔[2]

بعض روایات میں امام صادقؑ سے نقل ہوا ہے: روز قیامت جب سب ایک مقام پر جمع ہو گئے، ایک تاریکی ان سب کو آ لے گی، تمام اہل محشر خدا کی بارگاہ میں نالہ و فریاد کریں گے اور

---

[1] عیون اخبار الرضاؑ: ج ۲، ص ۵۱؛ بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۲۱۸۔

[2] عیون اخبار الرضاؑ: ج ۱، ص ۲۵۳؛ امالی طوسی: ص ۳۶۶، ح ۷۷۹؛ بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۲۲۰۔

چاہیں گے کہ ان سے اس تاریکی کو دور کیا جائے۔ اچانک ایک گروہ آئے گا جن کے آگے آگے نور حرکت کر رہا ہوگا اور جس سے محشر کی زمین نورانی ہو جائے گی۔ اہل محشر کہیں گے: یہ خدا کے بھیجے ہوئے انبیاء ہیں، آواز آئے گی: یہ پیغمبر نہیں ہیں؛ پھر وہ کہیں گے: یہ فرشتے ہیں۔ آواز آئے گی یہ فرشتے بھی نہیں ہیں، وہ کہیں گے: یہ شہداء ہیں: آواز آئے گی: یہ شہداء بھی نہیں ہیں؛ وہ پوچھیں گے: پھر یہ ہیں کون؟ جواب ملے گا: انہیں سے کیوں نہیں پوچھ لیتے؟ اہل محشر ان سے پوچھیں گے: تم کون ہو؟ وہ کہیں گے: نَحْنُ الْعَلَوِيُّونَ نَحْنُ ذُرِّيَّةُ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ ص نَحْنُ أَوْلَادُ عَلِيٍّ وَلِيِّ اللَّهِ نَحْنُ الْمَخْصُوصُونَ بِكَرَامَةِ اللَّهِ نَحْنُ الْآمِنُونَ الْمُطْمَئِنُّونَ فَيَجِيئُهُمُ النِّدَاءُ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ اشْفَعُوا فِي مُحِبِّيكُمْ وَأَهْلِ مَوَدَّتِكُمْ وَشِيعَتِكُمْ فَيَشْفَعُونَ فَيُشَفَّعُونَ؛ ہم علوی ہیں، ہم اللہ کے رسول محمد ﷺ کی اولاد ہیں، ہم علی ولی اللہ کی اولاد ہیں، ہم وہ ہیں جو خدائی کرامت سے ممتاز کیے گئے، ہم وہ ہیں جو امن و آرام میں ہیں۔ خدا کی جانب سے آواز آئے گی: اپنے محبوں، اہل مودت اور پیروافراد کی شفاعت کرو، وہ ان کی شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔[1]

سادات کا احترام رسول اللہ ﷺ اور ان کے خاندان کی تعظیم ہے

آج کی تاریخ میں الٰہی اقدار اور مکتب اسلام کی تعظیم و تقویت اور دین و مذہب اہلبیت کے احیاء کا اہم ترین وسیلہ رسول اللہ ﷺ جناب امیرؑ اور حضرت فاطمہؑ کی اولاد کا احترام کرنا ہے جو رسول اللہ ﷺ اور ان کے خاندان کی یادگار ہیں۔ اور چونکہ ان کا احترام فقط ان کی سیادت اور اس نسبت کی وجہ سے ہے جو انہیں رسول اللہ ﷺ اور اہلبیتؑ سے حاصل ہے، لہذا یہ احترام

[1] امالی صدوق: ص ۲۸۳؛ بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۲۱۷۔

ایمان اور اس خاندان سے ارادت میں تقویت کا باعث بنے گا جو کہ ہر مسلمان کے لیے ایک گوہر گراں بہا ہے نیز اسی کے ساتھ یہ معاشرے میں دین و مکتب اور اقدار کی تائید و تقویت کا باعث بھی بنے گا۔

جو افراد رسول اللہ ﷺ کی اولاد کا احترام کرنے پر مقید ہیں، ان پر رسول اللہ ﷺ جناب امیرؑ اور جناب سیدہ کی خاص نظر کرم رہتی ہے، اور وہ اس جہان میں وسیع پیمانے پر خیر و برکت اور مقام پاتے ہیں تو عالم آخرت کی تو بات ہی کیا، بالخصوص اگر یہ سادات علماء اور فضلاء میں سے ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أَيُّمَا رَجُلٍ صَنَعَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ وُلْدِي صَنِيعَةً فَلَمْ يُكَافِئْهُ عَلَيْهَا فَأَنَا الْمُكَافِئُ لَهُ عَلَيْهَا؛ جس نے بھی میری اولاد میں سے کسی ایک کی بھی خدمت کی اور وہ اسے اس کا اجر نہ دے سکا تو میں خود اسے اس کا اجر دونگا۔[1]

اور آج جب اسلام، مکتب اہلبیتؑ اور دینی اقدار پر ثقافتی یلغار کا دور دورہ ہے، دین کے دفاع، نیز اقدار اور شعائر اسلامی کی تقویت کے لیے موثر ترین راہ سادات کا احترام و تکریم کرنے کی سنت کو معاشرے میں زندہ کرنا ہے۔

ویسے ہی جیسے آج پورے ملک اسلامی (ایران) میں دین و اقدار کے احیاء اور معنوی و اخلاقی کیفیات کی تقویت کی ذمہ داری ان معظم و محترم امام زادگان نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے، اور الٰہی برکات، فاطمہ کی اس اولاد کے توسط سے مسلمانوں پر نازل ہو رہی ہیں۔

روایات میں آیا ہے: وہ آل محمد ﷺ کہ جن پر نماز میں یا نماز کے علاوہ صلوات پڑھی جاتی ہے، وہ اولاد رسول اللہ ﷺ ہیں۔[1] یعنی وہ تمام ناقابل احصا فضائل جو مومنین صلوات بھیجنے سے حاصل کرتے ہیں، در سول اللہ ﷺ اور ان کی اولاد کی برکت سے ہیں۔

---

[1] امالی طوسی: ص ۳۵۵؛ بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۲۲۵.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہؑ رکھا کیونکہ خدا نے اسے اور اس کی اولاد میں سے ان کو جو خدا سے توحید اور ان چیزوں پر ایمان لانے کے ساتھ جو میں اپنے ساتھ لایا ملاقات کرے گا، جہنم کی آگ سے جدا کر دیا ہے۔[۲]

اور ظاہر سی بات ہے کہ ان کی اہانت اور بے ادبی، بارگاہ خدا میں عواقب وگناہ کی حامل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میں مقام محمود پر کھڑا ہوں گا تو اپنی امت میں سے ان کی جو گناہاں کبیرہ کے بھی مرتکب ہوئے ہونگے شفاعت کرونگا، اور خدا ان کے حق میں میری شفاعت کو قبول بھی فرمائے گا، لیکن خدا کی قسم جس کسی نے بھی میری اولاد کو اذیت دی میں اس کی شفاعت نہیں کرونگا۔[۳]

یہ تمام مطالب سادات کے ساتھ حسن معاشرت کا پتہ دیتے ہیں بالخصوص سادات خواتین کے ساتھ۔ اور ان کے نزدیکی افراد چاہے وہ بیوی ہو یا شوہر، یا دوسرے نزدیکی رشتہ دار، سب پر لازم ہے کہ وہ ان کے مقابل اپنے کردار ورفتار کا خیال رکھیں۔ کیونکہ جس طرح ان کا احترام بہت قدر و منزلت رکھتا ہے ویسے ہی ان کے حقوق کی عدم رعایت اپنے ساتھ وافر خطرات لے کر آتی ہے۔

ایک سیدزادی کی خدمت کی قیمت

محدث نوری، عالم کامل میرزا خلیل طہرانی سے اور وہ اپنے والد جو کہ ایک ماہر طبیب تھے سے نقل کرتے ہیں کہ: میری اور میرے تمام بچوں کی ہستی ایک سیدہ خاتون کی برکت سے ہے

---

[۱] بحار الانوار: ج۲۵، ص۲۳۶.

[۲] امالی طوسی: ص۵۰۷، ح۱۱۷۹؛ بحار الانوار: ج۴۳، ص۱۸.

[۳] امالی صدوق: ص۲۹۳؛ بحار الانوار: ج۹۳، ص۲۱۸.

جو کربلا میں رہتی تھی!

اس کے بعد انہوں نے توضیح دیتے ہوئے کہا: میں شادی کرنے سے پہلے تہران میں رہتا تھا، ایک دن خواب میں ایک خوش قیافہ شخص کو سفید لباس میں ملبوس دیکھا جو مجھ سے کہہ رہا تھا: اگر امام حسینؑ کی زیارت کا قصد رکھتا ہے تو جلدی کر کیونکہ دو مہینے کے بعد راستہ بند ہو جائے گا! میں بیدار ہوا، چونکہ میں امام حسینؑ کی زیارت کا بڑا اہتمام کیا کرتا تھا، اس لیے میں نے خواب کی تاریخ یاد کی اور عازم کربلا ہو گیا، تقریباً دو ماہ بعد راستہ بند ہو گیا اور اس وقت مجھے اپنے خواب کی صداقت کا یقین آ گیا! کربلا میں صاحب ریاض [جو بزرگ شیعہ علماء میں سے ہیں] نے میرے معالجے کی خوبی دیکھی تو لوگوں کو میرے پاس بھیجنے لگے۔ ایک دن میں اپنے مطب میں بیٹھا تھا کہ ایک خاتون اپنی خدمت گزار کے ساتھ آئی، معائنہ کرتے ہوئے اس نے مجھے اپنا ہاتھ دکھایا تو میں نے دیکھا کہ وہ اتنی لاغر ہو چکی تھی کہ ہڈیوں کے سوا کچھ باقی نہ بچا تھا، وہ جذام کی بیماری میں مبتلا ہو گئی تھی! مجھے بہت تکلیف ہوئی، میں نے کہا: مجھے اس بیماری کا علاج نہیں معلوم اور وہ اندوہ و حسرت کے ساتھ اٹھی اور باہر چلی گئی، میرا دل اس وقت کٹا جا رہا تھا، اس کے خادم کو آواز دی اور اس سے کہا: یہ بی بی کون ہے؟ کہنے لگا: ان کا نام صاحبہ بیگم ہے اور یہ سیدہ ہیں! ان کے شوہر بھی سید ہیں، یہ بڑے مال و ثروت کے ساتھ ہند سے کربلا آئے تھے اور اپنا سب کچھ امام حسینؑ پر خرچ کر ڈالا، اب ان کے ہاتھ خالی ہیں اور اوپر سے یہ اس بیماری میں بھی مبتلا ہو گئی ہیں جس کا آپ نے مشاہدہ کیا ہے!

میں نے کہا انہیں بلاؤ تاکہ میں ان کی بیماری کا کچھ مداوا کروں، میں نے ان کا علاج کرنا شروع کیا، خون لیا، حجامت کی اور اسے دوا دی، چھ ماہ گزرے تھے کہ اثر دکھائی دینے لگا اور اس سیدہ کے جسم اور ہاتھوں پر گوشت چڑھنا شروع ہو گیا، ایک سال نہ گزرا تھا کہ وہ کلی طور پر صحت یاب ہو گئی۔

اس کے بعد (ایک دن) وہ خاتون میرے پاس آئی اور ایک ماں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مجھ پر مہربانی کی۔ یہاں تک کہ ایک مدت گزر گئی اور میں نے پھر خواب میں اسی مرد کو دیکھا جسے اس سے قبل دیکھا تھا اور اب کی بار اس نے مجھ سے کہا: تیاری کر لے کہ تیری عمر میں سے دس دن سے زیادہ باقی نہیں بچے!

میں گھبرا کر اٹھا جبکہ مجھ پر خوف و اضطراب کی حالت طاری تھی، میں نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ، اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا شروع کر دیا، اور خود سے کہا: یہ میری زندگی کے آخری ایام ہیں، اسی دن مجھے بخار نے آلیا اور وہ بڑھتا گیا یہاں تک کہ میں بستر سے جا لگا۔

وہ سیدہ میرا خیال رکھ رہی تھی یہاں تک کہ دسواں دن آن پہنچا۔ میرے دوست میرے اطراف میں جمع ہو گئے اور ان لمحات میں میں انہیں تکتا تھا اور وہ مجھے، اچانک مجھے محسوس ہوا کہ میں کسی دوسرے عالم میں ہوں اور میرے اطراف میں کھڑے افراد میں سے کوئی وہاں موجود نہیں، ناگاہ دیوار شگافتہ ہوئی اور اس میں سے دو باہیبت افراد برآمد ہوئے! ان میں سے ایک میرے سرہانے اور دوسرا میری پائینتی کو کھڑا ہو گیا، وہ میرے بدن سے مس نہیں ہو رہے تھے لیکن پھر بھی میں نے محسوس کیا کہ میرے بدن کی رگیں ان سے متصل ہو گئی ہیں، یہ کیفیت اتصال بیان سے باہر ہے یہاں تک کہ ایسا معلوم ہونے لگا جیسے میری روح میرے حلق تک پہنچ گئی ہے۔

اس وقت دوبارہ دیوار شق ہوئی اور ایک مرد برآمد ہوا اور ان دونوں سے کہنے لگا: اسے چھوڑ دو۔ وہ کہنے لگے: ہم اس امر پر مامور ہیں: کہنے لگا: امام حسینؑ نے اس کی خدا سے شفاعت کی ہے تاکہ اسے دنیا میں لوٹا دیا جائے۔ اس وقت وہ دونوں چلے گئے اور میں اس عالم میں لوٹ آیا! میں نے اپنے ارد گرد کھڑے افراد پر نظر دوڑائی دیکھا وہ سب کے سب میری موت کے منتظر ہیں، لیکن جیسے ہی میں نے آنکھیں کھولیں وہ سب خوش ہو گئے۔

اسی وقت وہ سیدہ بی بی کمرے میں داخل ہوئی اور بولی: مبارک ہو کہ فلاں شخص نے شفا پا لی! میرے جد حسینؑ نے خدا کے حضور اس کی شفاعت کر دی! پوچھا کس طرح؟ کہنے لگی: میں اپنے جد امام حسینؑ کی قبر پر گئی اور خدا کی بارگاہ میں اس بیمار کے لیے گڑگڑائی، خواب میں امام حسینؑ کو دیکھا، میں نے ان سے عرض کی: اے میرے جد! میں آپ سے فلاں شخص کی شفا چاہتی ہوں۔ امام نے فرمایا: اس کی عمر تمام ہو چکی ہے۔ میں نے عرض کی: اے میرے سید و سردار! مجھے یہ چیزیں نہیں معلوم مجھے تو بس فلاں شخص کی شفا چاہیے! فرمایا: میں دعا کرتا ہوں اگر خدا اس میں حکمت دیکھے گا تو قبول فرمائے گا، اس وقت امام نے آسمان کی جانب ہاتھ بلند کیے اور دعا فرمائی، اس کے بعد فرمایا: مبارک ہو کہ خدا نے میری دعا قبول کر لی۔

عالم بزرگ میرزا خلیل تہرانی جو اس واقعے کو اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، فرماتے ہیں: کہ میرے والد کہا کرتے تھے: اے میرے بیٹے! سیدانیاں بلند مقام کی حامل ہیں اور میں نے ان سے عجیب امور دیکھے ہیں، اور انہوں نے ان میں سے کچھ نقل بھی کیے، وہ سیدانیوں پر سیدوں سے زیادہ اعتقاد رکھتے تھے۔ ان کی بیماری کے وقت عمر ستائیس یا اٹھائیس سال تھی لیکن جب انکا انتقال ہوا تو ان کی عمر ستر سال تھی![1]

جناب سیدہؑ کی اولاد کے حق میں ایک ناہنجار سازش

رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد، بالخصوص شجرہ خبیثہ بنو امیہ کے دور حکومت میں اہلبیت جو کہ اسلام کے محافظ اور قلعے تھے سے مقابلہ کر کے اس کو محو کرنے کی بڑی کوشش کی گئی۔ ان میں سے اہم ترین اقدام، اہلبیت عصمت و طہارتؑ کے فضائل کا مقابلہ کرنا تھا، جو کہ لوگوں کی جانب سے اہلبیتؑ کے فضائل چھپانے، ان کے لیے ناہنجار قسم کے امور تراشنے، ان

[1] دار السلام: ج ۲، ص ۲۳۶۔

کے مخالفین کے لیے جھوٹے فضائل گھڑنے اور ان کے حقیقی فضائل کو خراب کرنے کی صورت میں انجام پذیر ہوا۔

بنو امیہ کی ان ناجائز کوششوں میں سے ایک اس بات کی تبلیغ تھی کہ امام حسنؑ و حسینؑ رسول اللہ ﷺ کی اولاد نہیں ہیں۔ بلکہ وہ تو فقط علیؑ کے بیٹے ہیں، کیونکہ کسی شخص کا بیٹا وہ ہوتا ہے جو اس کے بیٹے کی نسل سے ہو اور بیٹی کے بیٹے اولاد حساب نہیں ہوتے۔ یہ لوگ اس شبہ کے ذریعے خاندان پیغمبر ﷺ کے اس عظیم امتیاز کو پائمال کرنا چاہتے تھے۔

جبکہ تمام مسلمانوں نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امام حسنؑ و حسینؑ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا: ان ابنی ھذین ریحانتای من الدنیا؛ میرے یہ دونوں بیٹے، میرے اس دنیا میں دو پھول ہیں۔[1]

قرآن مجید بھی آیہ مباہلہ میں امام حسنؑ و حسینؑ کو رسول اللہ ﷺ کے بیٹوں کے عنوان سے متعارف کرواتا ہے: ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ﴾[2]

اور بطور کلی معاشرے میں اس حوالے سے فرق نہیں کہ پوتا ہو یا نواسہ دونوں ہی دادا اور نانا کی اولاد مانے جاتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ خدا نے جناب عیسیٰؑ کو اس آیت میں: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ

---

[1] الارشاد؛ صحیح بخاری: ج۴، ص ۵۰، باب رحمۃ الولد؛ سنن ترمذی: ج۵، ص ۶۵۶؛ تاریخ دمشق، ترجمہ امام حسینؑ: ص ۳۸؛ اسد الغابۃ: ج۲، ص ۱۹؛ مسند احمد بن حنبل: ج۲، ص ۸۵؛ مسند ابی داؤد: ج۸، ص ۲۶۰؛ الغدیر: ج۳، ص ۲۵۵۔

[2] آل عمران: ۶۱۔

وَ عِيسَىٰ وَ إِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾[1] جناب ابراہیمؑ کی اولاد سے بتلایا ہے جبکہ ان کے تو والد ہی نہیں تھے اور وہ فقط ایک بیٹی کے ذریعے جناب ابراہیمؑ سے ملحق ہوتے ہیں۔

یہ اعتراض بنو امیہ کے دور میں اٹھایا گیا اور اس کے بعد بنو عباس نے بھی اس کی ترویج کی۔

امام باقرؑ جنہوں نے بنو امیہ کا دور دیکھا تھا، ابو جارود سے فرماتے ہیں: یہ لوگ امام حسنؑ و حسینؑ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا: وہ اس بات کو نہیں مانتے کہ امامین حسنینؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں! امام نے فرمایا: تم نے کیا جواب دیا؟ کہنے لگا: ہم خدا کے اس قول سے استناد کرتے ہیں جس میں اس نے جناب عیسیٰ کو جناب ابراہیمؑ کی اولاد سے بیان کیا ہے۔ اسی حدیث میں آگے چل کر آیا ہے، کہ امام نے اس آیت سے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَ بَنَاتُكُمْ... وَ حَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾[2] یعنی تم پر تمہاری مائیں، بیٹیاں اور بہنیں حرام ہیں... اور تمہارے بیٹوں کی بیویاں جو تمہارے صلب سے ہیں، سے استناد فرمایا۔

آپ نے فرمایا: ان سے پوچھو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جائز ہے کہ وہ امام حسنؑ و حسینؑ کی ازدواج سے ازدواج کریں؟ اگر کہیں ہاں! تو خدا کی قسم! جھوٹے ہیں اور گناہ کے مرتکب ہوئے اور اگر کہیں: نہیں تو خدا کی قسم! یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صلب سے ان کے بیٹے ہیں۔[3]

عامر شعبی نامی شخص کہتا ہے: ایک رات حجاج [بنو امیہ کے جنایت کار] نے مجھے طلب کیا، میں ڈر گیا، اٹھا وضو کیا، اور وصیت کرنے کے بعد اس کے پاس پہنچا، میں نے دیکھا کہ وہاں ایک

---

[1] انعام: ۸۳۔۸۵.

[2] النساء: ۲۳.

[3] کافی: ج ۱۵، ص ۱۱۷، ح ۱۵۳۱۶؛ تفسیر قمی: ج ۱، ص ۲۰۹؛ احتجاج: ج ۲، ص ۳۲۴؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۳۲۳.

کھال پڑی ہے اور کھنچی ہوئی تلوار بھی وہاں موجود ہے!

میں نے سلام کیا، اس نے جواب دے کر کہا: نہ ڈر آج کی شب تو امان میں ہے، مجھے اپنے پاس بٹھایا اور اس کے اشارے کے بعد ایک مرد کو وہاں لایا گیا جو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا، حجاج نے کہا: یہ شیخ کہتا ہے: حسنؑ و حسینؑ دونوں رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں، لازم ہے کہ اس کے لیے قرآن سے دلیل دے ورنہ میں اس کی گردن اڑا دونگا۔

میں نے کہا: اسے پہلے زنجیروں سے تو آزاد کر کیونکہ اگر دلیل دے دے گا تو آزاد ہے اور اگر نہیں دے گا تو یہ تلوار ان زنجیروں کو نہیں کاٹ سکتی۔ اس کی زنجیروں کو اتار اگیا، میں نے (غور سے) دیکھا، تو معلوم ہوا سعید بن جبیر ہیں۔[1]

مجھے بڑی تکلیف ہوئی اور میں نے خود سے کہا: یہ اس بات پر قرآن سے کیا دلیل لائے گا؟ حجاج نے کہا: اپنے کہے پر قرآن سے دلیل لا ورنہ تیری گردن مار دونگا۔ سعید نے کہا: صبر کر، کچھ دیر کے لیے وہ خاموش ہو گیا، اس کے بعد حجاج نے دوبارہ اپنی بات دہرائی، سعید نے کہا: صبر کر، کچھ دیر بعد پھر حجاج نے اپنی بات دہرائی، سعید نے کہا: اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ

---

[1] امام سجادؑ کے صف اول کے صحابیوں میں سے تھے جو فقہ، زہد، عبادت اور علم تفسیر قرآن میں مشہور تھے، یہ سارے قرآن کو دو رکعت میں تلاوت کیا کرتے تھے، اور حجاج نے بالا خر انہیں اہلبیتؑ کی ولایت رکھنے کے جرم میں سن ۹۵ھ میں شہید کر دیا اور روایت میں آیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا: تم ابو بکر و عمر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ وہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں؟ کہنے لگے: اگر میں جنت یا جہنم میں داخل ہوا تو ان کے اہل کو پہچان لونگا! حجاج نے کہا: خلفاء کے بارے میں تیری نظر کیا ہے؟ سعید نے کہا: میں ان کا وکیل نہیں ہوں! حجاج نے کہا: ان میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ کہا: جس سے خدا زیادہ راضی ہو! حجاج نے کہا: کون خدا کے یہاں زیادہ مورد رضایت ہے؟ سعید نے کہا: یہ علم خدا کے پاس ہے جو ان کے رازوں کو جانتا ہے! حجاج بولا: تو کیا میری تصدیق کرنا نہیں چاہتا؟ سعید نے کہا: مجھے پسند نہیں کہ تیری تکذیب کروں! سرانجام یہ کہ جب وہ ۴۹ سال کے تھے انہیں حجاج کے حکم پر قتل کر دیا گیا۔ (سفینۃ البحار: سعید بن جبیر)

الرحمن الرحیم۔ ﴿وَ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَ يَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَ نُوحاً هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَ سُلَيْمَانَ وَ أَيُّوبَ وَ يُوسُفَ وَ مُوسَى وَ هَارُونَ وَ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾ یہ پڑھ کر خاموش ہو گئے، اس کے بعد حجاج سے کہا: اس کے بعد والی آیت پڑھ، حجاج نے پڑھی: ﴿وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيَى وَ عِيسَى وَ إِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ سعید نے کہا: عیسیٰؑ کو یہاں کیا مناسبت تھی؟ حجاج نے کہا: وہ ابراہیم کی اولاد سے ہیں۔ سعید نے کہا: اگر عیسیٰؑ جن کے باپ ہی نہیں تھے دوسرے افراد کے ساتھ ابراہیم کی اولاد سے ہو سکتے ہیں، تو پھر حسنؑ و حسینؑ سزاوار تر ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے منسوب ہوں کیونکہ یہ رسول ﷺ سے عیسیٰؑ سے ابراہیم کے مقابلے میں سے زیادہ نزدیک ہیں۔

حجاج جسے اس جواب کی امید نہیں تھی مبہوت ہو کر رہ گیا، اور حکم دیا کہ اسے آزاد کر دیا جائے اور اسے جاتے ہوئے دس ہزار دینار بھی دیے جائیں۔

شعبی کہتے ہیں: اگلی صبح میں نے خود سے کہا کہ لازم ہے میں اس شیخ کے پاس جاؤں اور اس سے قرآن کے معانی سیکھوں کیونکہ میں اب تک یہ سوچتا تھا کہ قرآن کو سمجھتا ہوں، لیکن اب جانا کہ میں نہیں جانتا، میں نے دیکھا کہ وہ مسجد میں بیٹھا ہے اور وہ دینار اس کے سامنے پڑے ہیں اور وہ ان میں سے دس دس دینار لوگوں میں تقسیم کر رہا ہے۔ اور کہتا جاتا ہے: یہ سب حسنؑ و حسینؑ کی برکت سے ہے۔ ہم نے اگر ایک شخص (حجاج) کو غمگیں کیا تو کیا ہوا (کوئی فرق نہیں پڑتا) کیونکہ ہم نے خدا اور رسول ﷺ کو خوشنود اور ہزار افراد کو شاد کیا ہے۔[1]

امام موسیٰ کاظمؑ کا ہارون کے مقابل احتجاج:

روایت میں ہے کہ عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے بھی امام موسیٰ کاظمؑ سے کہا: آپ لوگ

---

[1] بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۲۸.

کیسے کہتے ہیں کہ ہم اولادِ رسول ﷺ ہیں جبکہ رسول ﷺ کی تو نسل ہی نہیں تھی؟ کیونکہ انسان کی نسل اس کے بیٹے سے چلتی ہے نہ کہ بیٹی سے؟

امام نے اسے قسم دی تاکہ وہ اس سوال کو چھوڑ دے، لیکن ہارون نے تمسخر اڑاتے ہوئے کہا: اے علیؑ کے بیٹو! اپنی دلیل پیش کرو، اے موسیٰ تم ان کے امام اور رہبر ہو، میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک قرآن سے اس کی دلیل پیش نہ کردو، تم تو دعویٰ کرتے ہو کہ کوئی بھی چیز تم سے مخفی نہیں اور اس آیت سے استناد کرتے ہو: ﴿ما فرّطنا في الكتاب من شيء﴾[1] اور کہتے ہو کہ رائے اور علماء کے قیاس سے بے نیاز ہو۔ امام موسیٰ کاظمؑ نے وہی آیات تلاوت فرمائی جو سعید بن جبیر نے تلاوت فرمائی تھی، جس میں عیسیٰؑ کو جناب ابراہیمؑ کا بیٹا جانا گیا ہے اور اس کے ذریعے اس کا جواب دیا، اس کے بعد مزید حجت قائم کرنے کے لیے آیہ مباہلہ کی جانب بھی اشارہ فرمایا۔[2]

اور شاید یہی وجہ ہے کہ آئمہؑ کے اصحاب اس بات پر بہت روز دیتے تھے کہ آئمہ اطہار کو یابن رسول اللہ ﷺ! کہہ کر پکاریں تاکہ یہ ناہنجار شبہ ناکام ہو جائے۔

---

[1] الانعام: ۳۸۔

[2] تفسیر برہان: ج ۱، ص ۲۷۹۔

﴿۱۴﴾

جناب سیدہؑ محدثہ تھیں

جناب سیدہؑ کے عجائبات میں سے ایک آپ کا عالم غیب سے براہ راست رابطہ اور خدا کی جانب سے غیبی نداؤں کا بنا کسی بشر کے واسطے کے سننا ہے۔ یہ وہ معاملہ ہے جس سے انبیاء الٰہی بہرہ مند تھے، یعنی خداوند متعال بلاواسطہ یا فرشتے کے ذریعے سے، انہیں کثیر علوم و حقائق الہام کرتا تھا۔ امام صادقؑ ایک حدیث میں فرماتے ہیں: وَفَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ ص كَانَتْ مُحَدَّثَةً وَ لَمْ تَكُنْ نَبِيَّةً. فاطمہؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محدثہ تھیں لیکن وہ نبیہ نہیں تھیں۔[1]

ایک اور روایت میں ایک شخص نے امام صادقؑ سے جفر کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا۔ امام نے فرمایا: وہ گائے کی کھال ہے جو علم سے بھری ہوئی ہے، راوی نے کتاب جامعہ کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا۔ امام نے فرمایا: وہ چمڑے پر لکھی تحریر ہے جو ۷۰ ذراع [تقریباً ۳۵ میٹر] کا طول رکھتی ہے، اور لوگوں کو جس چیز کی بھی ضرورت ہے اس میں موجود ہے، یہاں تک کہ ایک خراش کی دیت بھی! راوی نے پوچھا: پھر مصحف فاطمہ کیا ہے؟ اس وقت امام صادقؑ ایک طویل مدت کے لیے خاموش ہو گئے، اس کے بعد ارشاد فرمایا: تم جو چیز چاہتے ہو یا نہیں بھی چاہتے اس کے بارے میں جستجو کرتے ہو، فاطمہؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۷۵ دن زندہ رہیں، ان ایام میں ان کا اپنے والد کے فراق میں غم بہت بڑھ گیا، جبرائیلؑ ان کے پاس آتے اور ان کو ان کے بابا کی تعزیت و تسلیت عرض کرتے اور انہیں تسلی دے کر ان

---

[1] علل الشرائع: ج ۱، ص ۱۸۳؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۷۹۔

کے دل کو سکون بخشتے۔[1] اور انہیں ان کے والد کے مقام اور ان کی اولاد کے بارے میں آئندہ پیش آنے والے واقعات بتاتے، اور علیؑ انہیں لکھتے، یہ ہے مصحف فاطمہؑ۔[2]

---

[1] وہ خاتون جس کو تسلیت دینے کے لیے خدا اپنے عظیم فرشتے کو بھیجے، اس کی عظمت قابل توصیف نہیں ہو سکتی۔

[2] الکافی: ج ۱، ص ۵۹۹، ح ۱۴۳۱؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۷۹۔ صحیح سند کے ساتھ۔ جناب جبرائیل کا بی بی کے پاس آنا اور انہیں خبریں پہنچانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں، یہ بالکل ویسے ہی ہے جیسے جناب مریم بیگم، جناب سارہؑ اور جناب موسیٰ کی والدہ سے بھی فرشتوں نے گفتگو کی اور قرآن نے ان واقعات کو بیان کیا ہے۔ آل عمران: ۴۲ و ۴۵؛ مریم: ۱۷۔۲۱؛ ھود: ۶۹۔۷۳؛ قصص: ۷۔

﴿۱۵﴾

فرشتے محمد وآل محمد ﷺ کی خدمت میں

سلمانؓ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ جناب سیدہ چکی پیسنے میں مشغول تھیں اور ان کے ہاتھوں میں چکی چلانے کی وجہ سے زخم ہو گئے تھے جن سے خون جاری تھا، اسی اثناء میں گھر کے ایک کونے سے امام حسینؑ کی رونے کی آواز آئی جو بھوک کی شدت سے گریہ کر رہے تھے! میں نے عرض کیا: اے دختر رسول اللہ ﷺ، آپ کے ہاتھ زخمی ہو گئے ہیں، آپ کیوں زحمت کرتی ہیں جب کنیز فضہ موجود ہے؟! بی بی نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا: ایک دن گھر کا کام تم کرو اور ایک دن وہ کرے، اور کل اس کے کام کرنے کا دن تھا!

سلمان نے کہا: ان دونوں میں سے ایک کام مجھے کرنے دیجیے یا حسینؑ کو مجھے دے دیجیے یا چکی پیسنے دیجیے! بی بی نے فرمایا: میں حسینؑ کو اچھے سے چپ کرا سکتی ہوں، آپ جو پیس لیجیے، میں نے کچھ دیر چکی پیسی یہاں تک کہ نماز کا وقت ہو گیا، میں نماز پڑھنے کے لیے مسجد گیا اور نماز کے بعد جو کچھ میں نے دیکھا تھا علیؑ سے بیان کیا، علیؑ روتے ہوئے چلے گئے، کچھ دیر بعد علیؑ کو مسکراتے ہوئے واپس آتے ہوئے دیکھا، رسول اللہ ﷺ نے علیؑ کے مسکرانے کی علت پوچھی، علیؑ کہنے لگے میں فاطمہؑ کے پاس گیا، میں نے دیکھا کہ وہ سو رہی ہیں اور حسینؑ ان کے سینے پر لیٹے محو خواب ہیں اور ان کے مقابل چکی چل رہی ہے لیکن چلانے والا نظر نہیں آ رہا! رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا:

يَا عَلِيُّ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فِي الْأَرْضِ يَخْدُمُونَ مُحَمَّداً وَ آلَ مُحَمَّدٍ إِلَى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ. یا علیؑ! کیا تم نہیں جانتے کہ خدا کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں گھومتے پھرتے ہیں اور وہ تا قیامت محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتے رہیں گے؟![1]

---

[1] الخرائج والجرائح: ج ۲، ص ۵۳۰؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۸.

﴿۱۶﴾

صدیقہ طاہرہ فرشتوں کی ہم نشین

امام صادقؑ نے فرمایا: جناب سیدہ کو محدثہ کہنے کی وجہ یہ تھی کہ ملائکہ آسمان سے ان کی خدمت میں آتے اور جس طرح مریم کو خطاب فرماتے ویسے ہی جناب فاطمہ کو مخاطب کر کے فرماتے: اے فاطمہؑ! خدا نے آپ کو منتخب کیا اور عالمین کی خواتین پر فوقیت دی، اے فاطمہ! خدا کے لیے تواضع کیجیے، اور سجدے اور رکوع کیجیے رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

جناب سیدہؑ ملائکہ کے ساتھ گفتگو فرمایا کرتی تھیں اور فرشتے ان سے بات کیا کرتے تھے، ایک شب آپ نے ملائکہ سے کہا: عالمین کی خواتین کی سردار مریمؑ بن عمران نہیں ہیں؟ ملائکہ نے کہا: مریم تو اپنے زمانے کی خواتین کی سردار تھیں: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَكِ سَيِّدَةَ نِسَاءِ عَالَمِكِ وَعَالَمِهَا وَسَيِّدَةَ نِسَاءِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ. جبکہ خدا نے آپ کو مریم کے، اور خود آپ کے زمانے اور اولین و آخرین کی تمام خواتین کا سردار قرار دیا ہے۔[1]

---

[1] علل الشرائع: ج ۱، ص ۱۸۲؛ دلائل الامامۃ: ص ۱۵۲؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۷۸۔ (ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے: کیا بی بی کو خود معلوم نہیں تھا کہ انکا کیا مقام ہے جو فرشتوں سے پوچھنے کی ضرورت پڑی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ: بے شک بی بی کو معلوم تھا اور جبکہ وہ یہ بات کئی مرتبہ اپنے بابا کی زبانی سن چکی تھیں، تو اس بات میں تو شک ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کو اپنے اس مقام کی خبر نہیں تھی۔ لہٰذا اس سوال کو یہاں پر علم میں اضافے کے عنوان سے نہیں لیا جا سکتا۔ بلکہ بعض اوقات کچھ مصلحتوں کا تقاضا ہوتا ہے کہ اس طرح سے سوال کیا جائے تاکہ وہ حقیقت جو خود سوال کرنے والے اور جواب دینے والے کو بھی معلوم ہوتی ہے، اس کے جواب کی صورت میں دوسروں کے لیے سند ہو جائے اور وہ اس سوال کا جواب روایت کی صورت میں اخذ کر سکیں۔ مترجم)

اور ایسا کیوں نہ ہو، جبکہ یہ ایک ایسی مقدس بی بی ہے جس کا تمام کا تمام وجود عالم ملکوت اور تجلی نور الٰہی سے ہے اور جو عوالم قدسی سے آگاہی حاصل کرنے کی تمام لازم شرائط و کمالات سے مزین ہے۔

﴿۱۷﴾

مصحف فاطمہؑ، اہلبیتؑ اور ان کے شیعوں کا مایہ افتخار

اس حیرت انگیز کتاب کی خدا نے جناب سیدہ کو املا کروائی، یعنی جبرائیلؑ از جانب حق تعالی بی بی کے لیے مطالب املا کرواتے اور جناب امیرؑ انہیں لکھتے۔ كَانَ جَبْرَئِيلُ ع يَأْتِيهَا فَيُحْسِنُ عَزَاءَهَا عَلَى أَبِيهَا وَ يُطَيِّبُ نَفْسَهَا وَ يُخْبِرُهَا عَنْ أَبِيهَا وَ مَكَانِهِ وَ يُخْبِرُهَا بِمَا يَكُونُ بَعْدَهَا فِي ذُرِّيَّتِهَا وَ كَانَ عَلِيٌّ ع يَكْتُبُ ذَلِكَ فَهَذَا مُصْحَفُ فَاطِمَةَ ع.[1]

بعض روایات میں آیا ہے: امام صادقؑ اس کتاب کے حامل ہونے پر افتخار کیا کرتے تھے اور اسے اپنے علوم کے منابع میں سے شمار فرماتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں: وَ إِنَّ عِنْدَنَا لَمُصْحَفَ فَاطِمَةَ وَ مَا يُدْرِيهِمْ مَا مُصْحَفُ فَاطِمَةَ ... إِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ أَمْلَاهُ اللَّهُ عَلَيْهَا وَ أَوْحَى إِلَيْهَا؛ ہمارے پاس ہے مصحف فاطمیؑ اور یہ لوگ کیا جانیں کہ مصحف فاطمیؑ کیا ہے؟... اس کتاب کو خدا نے بی بی کو املا کروایا اور ان پر الہام فرمائی۔[2]

مصحف فاطمہ قرآن نہیں ہے

بعض بے خبر یا کینہ پرور انسانوں نے کلمہ مصحف کو جو آج کے دور میں قرآن پر بولا جاتا ہے،

---

[1] الکافی: ج۱، ص۵۹۹، ح۳۲۱. صحیحہ ابو عبیدہؓ از امام صادقؑ.

[2] بصائر الدرجات: ج۱، ص۱۵۲؛ بحار الانوار: ج۲۶، ص۳۹. البتہ اس بات میں کوئی منافات نہیں کہ لکھنے میں واسطہ جناب امیر المومنین قرار پائیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے۔

بہانہ بنا کر شیعوں پر تہمت لگائی کہ یہ قرآن کے علاوہ ایک اور قرآن بنام مصحف فاطمہؑ کے معتقد ہیں۔ جبکہ اولاً لفظ مصحف عربی زبان میں کتاب کے معنی میں ہے اور یہ فقط قرآن کے لیے اسم علم کے طور پر مخصوص نہیں، ہر چند کہ قرآن کے لیے اسے استعمال کیا گیا ہے۔ صحابہ وتابعین کے یہاں بھی یہ لفظ قرآن سے مخصوص نہیں تھا۔ لہذا محمد بن سیرین انصاری (م ۱۱۰ھ) کہتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا، علیؑ نے قسم کھائی، کہ وہ جمعہ کے علاوہ عبا دوش پر نہیں ڈالیں گے یہاں تک کہ قرآن کو مصحف میں جمع کر لیں۔[1] اور یہ بات معلوم ہے کہ اس روایت میں مصحف سے مراد کتاب ہے۔

ڈاکٹر امتیاز احمد، دلائل التوثیق المبکر للسنۃ والحدیث اور ایسے ہی ڈاکٹر ناصر الدین اسد مصادر الشعر الجاہلی میں تصریح کرتے ہیں کہ لفظ مصحف، کتاب کے معنی میں تھا اور یہ فقط قرآن سے مخصوص نہیں تھا۔[2]

ثانیاً: معلوم ہوتا ہے کہ یہ شبہ آئمہ اطہارؑ کے دور میں بھی موجود تھا، یہی وجہ ہے کہ متعدد روایات اس بات کی تصریح کرتی ہیں کہ مصحف فاطمہؑ کا قرآن سے کوئی ربط نہیں۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں: وَخَلَّفَتْ فَاطِمَةُ ع مُصْحَفاً مَا هُوَ قُرْآن؛ جناب فاطمہؑ نے ایک مصحف چھوڑا جو قرآن کے علاوہ ہے۔[3]

آپ ہی سے مروی ہے: مُصْحَفُ فَاطِمَةَ ع مَا فِيهِ شَيْءٌ مِنْ كِتَابِ الله؛ مصحف فاطمہؑ میں قرآن میں سے کوئی چیز موجود نہیں۔[4]

---

[1] المصاحف للسجستانی (م ۳۱۶ھ) نقل از مصحف فاطمہؑ: ص ۳۲۔

[2] مصحف فاطمہؑ: ص ۳۳ و ۳۵۔

[3] بصائر الدرجات: ج ۱، ص ۱۵۶؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۴۱۔

[4] بصائر الدرجات: ج ۱، ص ۱۵۹؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۴۸۔

پھر فرمایا: وَإِنَّ عِنْدَنَا لَمُصْحَفَ فَاطِمَةَ ... وَاللهِ مَا فِيهِ مِنْ قُرْآنِكُمْ حَرْفٌ وَاحِدٌ؛ بے شک ہمارے پاس مصحف فاطمہؑ ہے... خدا کی قسم! اس میں تمہارے قرآن کا ایک بھی لفظ موجود نہیں۔[1]

اور فرمایا: وَعِنْدَنَا وَاللهِ مُصْحَفُ فَاطِمَةَ مَا فِيهِ آيَةٌ مِنْ كِتَابِ اللهِ؛ خدا کی قسم! ہمارے پاس مصحف فاطمہؑ ہے اور اس میں کتاب اللہ کی ایک آیت بھی نہیں ہے۔[2]

اس کے باوجود بھی بعض افراد شیعوں پر اس بات کا الزام لگانے پر مصر رہتے ہیں کہ یہ ایک دوسرے قرآن بنام مصحف فاطمہؑ کے معتقد ہیں، یہ الزام تبلیغات، مجلات، ویب سائٹس وغیرہ میں بڑے وسیع پیمانے پر دیکھا جا سکتا ہے، جبکہ پورے جہان میں ایک شیعہ بھی ایسا نہیں ملے گا جو یہ اعتقاد رکھتا ہو۔ ایران اور دوسرے شیعہ ممالک میں موجود تمام قرآن اس مطلب پر گواہ ہیں۔ اور یہ سب کچھ غرض پرست کینہ پرور افراد کی مسلمانوں کے خلاف سازش کے سوا اور کچھ نہیں۔

تمام اہلبیت محدث ہیں لیکن نبی نہیں ہیں

شیعان اہلبیتؑ کا ان کی روایات کی پیروی کرتے ہوئے یہ اعتقاد ہے کہ آئمہ معصومینؑ اور جناب سیدہ محدثہ ہیں، یعنی خدا کی جانب سے ان تک غیبی علوم پہنچتے ہیں۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: أَنَا وَأَحَدَ عَشَرَ مِنْ صُلْبِي أَئِمَّةٌ مُحَدَّثُونَ. میں اور میری نسل سے ہونے والے گیارہ بیٹے امام اور محدث ہیں۔[3]

---

1. الکافی: ج ۱، ص ۵۹۲، ح ۳۷۲؛ بصائر الدرجات: ج ۱، ص ۱۵۲؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۳۹.
2. بصائر الدرجات: ج ۱، ص ۱۵۳؛ بحار الانوار: ج ۴۷، ص ۲۷۱.
3. الکافی: ج ۲، ص ۶۹۹، ح ۱۳۹۸.

امام باقرؑ فرماتے ہیں: آل محمد ﷺ میں سے بارہ امام محدث ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور علی بن ابی طالبؑ کی نسل سے ہیں...[1] اور اس کے علاوہ بھی کئی روایات اس حقیقت کو بیان کرتی ہیں۔ محدث سے مقصود وہ ہستی ہے جو فرشتے کی آواز سنتا ہے مگر اس کی صورت نہیں دیکھتا۔

بعض کینہ پرور جہلاء کا سوچنا ہے کہ چونکہ شیعوں کا اعتقاد ہے کہ جناب سیدہؑ اور آئمہ اہلبیتؑ عالم غیب سے ارتباط رکھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ: فرشتے ان سے بات کرتے ہیں، لہذا یہ اہلبیت کی نبوت و پیغمبری کے معتقد ہیں۔[2] جبکہ قرآن مجید صراحت کے ساتھ فرماتا ہے: اور جب فرشتوں نے کہا: ﴿وَ إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ﴾ اے مریم! خدا نے تمہیں برگزیدہ کیا اور پاک کیا اور پھر برگزیدہ کیا عالمین کی خواتین پر۔[3] یہ بات تو مشخص ہے کہ جناب مریمؑ نبیہ نہیں تھیں۔

اور ایسے ہی جناب سارہ زوجہ ابراہیمؑ سے ملائکہ نے کہا: ﴿قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَ بَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ﴾ کیا تم خدا کے حکم پر تعجب کر رہی ہو! خدا کی رحمت و برکت ہو تم پر اے اہلبیت بے شک خدا حمید و مجید ہے۔[4]

اور ایسے ہی جناب موسیٰؑ کی والدہ پر وحی کرنا بھی اسی تعبیر وحی سے ساتھ قرآن میں آیا ہے: ﴿وَ أَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيهِ...﴾ ہم نے مادر موسیٰؑ پر وحی کی کہ اسے دودھ

---

[1] الکافی: ج ۲، ص ۱۰۷، ح ۱۳۰۱.

[2] الصراع بین الاسلام والوثنیۃ: ص ۳۵، ۳۶ و ۳۷.

[3] آل عمران: ۴۲.

[4] ہود: ۷۳.

چلائے اور جب وہ اس کے بارے میں ڈر محسوس کرے تو اسے دریا کے حوالے کر دے اور بالکل خوف نہ کھائے...[1]

عجیب بات یہ ہے کہ اہلسنت نے خود پیغمبر ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے افراد موجود تھے جن کے ساتھ غیبی باتیں کی جاتی تھیں، جبکہ وہ پیغمبر بھی نہیں تھے، اور اگر اس امت میں کوئی ان میں سے ہوگا تو وہ عمر ہے۔[2]

دلچسپ بات یہ ہے کہ قسطلانی شرح صحیح بخاری میں کہتا ہے: اگر کوئی ہوگا کا جملہ تردید کے لیے نہیں بلکہ تاکید کے لیے ہے...[3]

اب معلوم نہیں کہ جب اہلسنت کے معتبر مجامع روائی میں ایسی احادیث موجود ہیں تو ان میں سے بعض کس طرح احادیث شیعہ میں بعض افراد کے محدث ہونے کے بیان کو نبوت کے مترادف سمجھ بیٹھے ہیں؟ اور انہوں نے پیروان اہلبیتؑ پر تہمت دھر دی ہے کہ یہ اہلبیت کی نبوت کے قائل ہیں؟!

---

[1] القصص: ۷.

[2] صحیح بخاری: ج ۳، ص ۲۴۱؛ اور اسی کی طرح صحیح مسلم میں بھی: ج ۲، ص ۳۴۴؛ اور یہ خلیفہ دوم کے طرفداروں کی طرف سے ان کے عجیب و غریب فتاوی کی توجیہ کے لیے کوئی اچنبے کی بات نہیں.

[3] ارشاد الساری: ج ۶، ص ۱۰۳.

﴿۱۸﴾

جناب سیدہؑ کا حجاب وعفت

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ محرم و نامحرم کا ایک دوسرے سے رابطہ رکھنا مغربی تبلیغات کی وجہ سے اجتماعی، خاندانی اور معاشرتی ثقافت میں تبدیل ہو گیا ہے۔ اور یہ خواتین کے حسن اور مردوں کی شہوت رانی کی جلوہ نمائی کے لیے کل جہان میں شیطان کا آلہ بن چکا ہے۔ اسلامی نکتہ نظر سے یہ تعلقات سنجیدہ اور سخت قسم کی محدودیت کے حامل ہیں اور اس زمانے کے فساد اور ہوس رانی کی وسعت کی وجہ سے حکم خدا کسی صورت بھی تبدیل نہیں ہو سکتا۔

ایک سالم معاشرہ وہ معاشرہ ہے جس کا ماحول اور کوچہ و بازار، کوشش اور تحقیق اور سالم ماحول کا حامل ہو نہ کہ ہوس رانی اور شہوت پرستی کا۔ چونکہ مرد اور عورت کی طبیعت اس حوالے سے متفاوت خلق کی گئی ہے، لہٰذا اسلام یہ سفارش کرتا ہے کہ حتی الامکان مرد و زن کے باہمی اختلاط سے پرہیز کیا جائے۔ خواتین پوشیدہ ماحول میں ان کاموں کو جو ان کی فطرت کے ساتھ زیادہ مناسب ہیں انجام دیں جن میں سے اہم ترین کام خانوادے کا سکون اور سالم و شائستہ بچوں کی پرورش ہے، نہ یہ کہ باہر جانے اور ہر کام میں ٹانگ اڑانے کو اصل سمجھیں اور سوائے بچوں کی تربیت اور خانوادے کو سکون بخشنے کے ہر کام کو اصل اور ترقی جانیں اور اپنی اصلی ذمہ داریوں کو ننگ و عار سمجھیں۔

جناب سیدہؑ تمام عالم کی خواتین کے لیے حجاب و عفاف کے حوالے سے بھی نمونہ عمل ہیں، کہ ان کا ایک چھوٹا سا گھر اور معمولی درجے کی زندگی، اس قدر پرنشاط اور کامیاب تھی کہ عالمین

اس سے بہرہ مند ہوئے، وہ نہ فقط یہ کہ خود نمائی کو کچھ نہیں سمجھتی تھیں بلکہ اس چیز پر کہ انہیں اجنبی مردوں سے سروکار رکھنے کی کوئی مجبوری نہیں، بہت زیادہ خوش بھی تھیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے جناب امیرؑ و بی بی فاطمہؑ کے لیے ذمہ داریاں تقسیم کیں تو گھر سے باہر کے کام امیر المومنینؑ کے جبکہ گھر کے اندر کے کام جناب زہراؑ کے ذمہ لگائے۔ بی بی نے (یہ دیکھ کر) فرمایا: خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ میں اس وقت کس قدر شاد ہوں کہ میرے بابا نے مجھ سے مردوں کا آمنا سامنا کرنا اٹھالیا۔[1]

روایت میں آیا ہے کہ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا: بتاؤ ایک خاتون کے لیے کیا چیز سب سے بہتر ہے؟ ہم میں سے کسی کے پاس جواب نہیں تھا، میں فاطمہؑ کے پاس آیا اور ماجرا بیان کیا، انہوں نے کہا: مجھے اس کا جواب معلوم ہے! خَيْرٌ لِلنِّسَاءِ أَنْ لَا يَرَيْنَ الرِّجَالَ وَلَا يَرَاهُنَّ الرِّجَالُ؛ خواتین کے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں اور نہ مرد انہیں۔

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور فاطمہؑ کے دیے ہوئے جواب کو پیش کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جواب تمہیں کس نے دیا؟ جب تم میرے پاس کھڑے تھے اس وقت تو تم نہیں بولے، میں نے عرض کیا: فاطمہؑ نے بتایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ متعجب ہو کر فرمانے لگے: إِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِنِّي. بے شک فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔[2]

ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے: رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ایک خاتون کس حالت میں خدا سے نزدیک تر ہوتی ہے؟ کسی کو جواب نہیں معلوم تھا، جب جناب سیدہؑ نے سنا تو

---

[1] وسائل الشیعہ: ج ۱۴، ص ۱۲۳۔

[2] کشف الغمہ: ج ۱، ص ۳۶۶؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۵۳؛ وسائل الشیعہ: ج ۲۰، ص ۶۷، ح ۲۵۰۵۳۔

فرمایا: جب خاتون اپنے گھر میں ہو تو یہ اس کی خدا سے سب سے نزدیک ترین حالت ہوتی ہے۔
(یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِنِّي. بے شک فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔[1]

خواتین کے لیے اس بات کو جاننا لازم ہے کہ آج کل کے دور میں نہ فقط یہ کہ جلوہ گری و خود نمائی کوئی افتخار و باقیمت چیز نہیں، بلکہ یہ تو مستقل ملتوں پر دشمنان اسلام کی ثقافتی یلغار کی کنجی ہے، اور دشمن نے ہمارے معاشرے میں سب سے زیادہ فساد جوانوں میں مسئلہ حجاب و عفاف کو ایک فضول چیز ثابت کر کے مچایا ہے۔ بعض کوتاہ فکر افراد کی نظر کے خلاف، مسئلہ حجاب کوئی ذاتی یا جزئی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ تو ملت کو نابود کرنے کے لیے دشمن کے نفوذ کا ایک دریچہ ہے۔

کوئی بھی سمجھدار اور غیرت مند خاتون دشمن کے ہاتھ کی کٹھ پتلی اور آلہ کار بننے کے لیے تیار نہیں ہو گی نیز استعمار کی راہ ہموار کرنے اور اپنے ملک و ملت کی نابودی کے سہرے کو اپنے سر نہیں لے گی۔

آج کوئی بھی صاحب ثقافت و آداب مسلمان چاہے وہ مرد ہو یا زن اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ دشمن کے حملے اور ان کی ہمارے لوگوں کی ناک کو خاک ذلت پر رگڑنے کی لالچ، اس قدر حساس و خطرناک ہو چکی ہے کہ اگر بالفرض بدحجابی، خود نمائی اور ہوس رانی اگر کوئی باارزش چیز بھی ہوتی تب بھی لازم تھا کہ اس سے چشم پوشی کی جائے، کیونکہ یہ استعمار کے نفوذ کا دریچہ ہے، بالکل ویسے ہی جیسے ملک کی ترقی میں حائل ان پر شکوہ خارجی اسباب و متاع سے، جو، جوانوں کی بے روزگاری کی وجہ اور فقر و ناہنجار عواقب کی وسعت کی وجہ بنتے ہیں سے صرف نظر کرنا ضروری ہے چاہے یہ کیفیت اور خوبصورتی کے حامل ہی کیوں نہ ہوں۔ تو پھر بدحجابی و خود

[1] نوادر طراوندی: ص ۱۳؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۹۲۔

نمائی کا تو کیا ہی کہنا جو نہ فقط دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی پستی اور خواری کو اپنے دامن میں رکھتی ہے۔

حضرت زہراؑ نہ فقط اپنے قول میں بلکہ وہ تو اپنے عمل میں بھی حجاب و عفت پر سختی سے پابند تھیں۔ ایک دن ایک نابینا شخص گھر میں داخل ہونا چاہتا تھا، بی بی پردے کے پیچھے چلی گئیں [افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ وہ مسئلہ ہے جو مغربی آلودہ ثقافت کی وجہ سے الٹا بالارزش چیز میں بدل گیا ہے، جبکہ قرآن مجید نے اس کا حکم دیا ہے: ﴿وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ﴾ اور اگر تم کسی خاتون سے کوئی متاع چاہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔[1]]

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: بیٹی پردے کے پیچھے کیوں جا چھپی؟ وہ (تو نابینا تھا) تجھے نہیں دیکھ سکتا تھا؟ بی بی نے فرمایا: لیکن میں تو اسے دیکھ سکتی ہوں اور وہ میری بو کو محسوس کر سکتا ہے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک تو میرا ٹکڑا ہے۔[2]

آپ حجاب و عفاف کو اس قدر اہمیت دیتی تھیں کہ یہ بھی برداشت نہ تھا کہ مرنے کے بعد ان کے جنازے کا حجم کسی کی نظر میں آئے! اس کے باوجود کہ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ انہیں رات میں پوشیدہ طور پر دفن کیا جائے، لیکن پھر بھی تمام خواتین کو اپنی عفت اور زندگی بھر کا درس دے گئیں، اور اسماء سے فرمایا: جیسے یہاں کیا جاتا ہے مجھے یہ بات پسند نہیں کہ مرنے کے بعد خاتون کے جسم پر ایک پارچہ ڈال کر اسے لے جایا جائے جس سے اس کے جسم کا حجم معلوم ہونے لگے۔ اسماء نے کہا: اے بنت رسول ﷺ! میں نے حبشہ میں ایک چیز دیکھی تھی اور اس کے بعد اسماء نے بی بی کے لیے ایک تابوت کی سی چیز بنائی اور اس کے اوپر کپڑا ڈال دیا۔ بی بی جنہیں ان کے بابا کی رحلت کے روز سے آج تک کسی نے ہنستا ہوا نہیں دیکھا تھا، اس کو دیکھ کر

---

[1] احزاب: ۵۳۔

[2] نوادر الراوندی: ص ۱۴، وسائل الشیعہ: ج ۱۴، ص ۱۴۳؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۹۱۔

متبسم ہوئیں اور فرمایا: یہ کتنا اچھا ہے کہ مرد و زن کو ایک دوسرے سے جدا تشخیص نہیں دی جا سکتی۔[1]

[1] کشف الغمہ: ج ۱، ص ۵۰۳؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۸۹۔

﴿۱۹﴾

جناب سیدہؑ اور آسمانی کھانا

امام باقرؑ فرماتے ہیں: جناب فاطمہؑ نے گھر کے کام، چکی پیسنے، روٹی پکانے اور گھر میں جھاڑو پوچا لگانے کی ذمہ داری لے لی اور امیر المومنینؑ نے گھر سے باہر کے کام جیسے ایندھن اور کھانے کے لیے چیزیں خریدنا وغیرہ کی ذمہ داری لے لی۔

ایک دن امام نے بی بی سے فرمایا: اے فاطمہؑ! کیا گھر میں کوئی چیز ہے؟ فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے تمہارے حق کو بلند مقام عطا کیا ہے، تین دن ہو گئے کہ گھر میں کچھ نہیں۔ امام علیؑ نے کہا: مجھے بتایا کیوں نہیں؟ فرمایا: میرے بابا نے مجھے تم سے چیزیں مانگنے سے منع کیا تھا اور فرمایا تھا: اپنے چچازاد سے کوئی چیز نہ مانگنا، اگر وہ خود لے آئے تو ٹھیک ورنہ تم اس سے طلب مت کرنا!

امیر المومنین گھر سے باہر تشریف لائے اور ایک دینار قرض لیا، راستے میں مقداد ابن اسودؓ کو دیکھا تو ان سے پوچھا: عصر کے وقت گھر سے باہر کس وجہ سے پھر رہے ہو؟ مقداد نے کہا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کے حق کو بلند فرمایا ہے! میں بھوک کے مارے گھر سے باہر نکلا ہوں یا امیر المومنینؑ!

راوی نے امام باقرؑ سے پوچھا: کیا اس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقید حیات تھے؟ امام نے فرمایا: ہاں بالکل! جناب امیرؑ نے مقدادؓ سے فرمایا: میں بھی اسی وجہ سے گھر سے باہر آیا ہوں اور ایک دینار قرض لیا ہے، لیکن میں تجھے خود پر ترجیح دیتا ہوں، جناب امیرؑ نے دینار مقداد کو دے دیا

اور چل پڑے، جیسے ہی گھر میں داخل ہوئے تو کیا دیکھا رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں، جناب سیدہ نماز میں مشغول ہیں اور ان کے سامنے دو برتن ڈھکے ہوئے رکھے ہیں!

جیسے ہی بی بی کی نماز ختم ہوئی، آپ نے ایک برتن سے کپڑا ہٹایا، ان میں نان و گوشت تھا! جناب امیرؑ نے پوچھا: اے فاطمہؑ! یہ کہاں سے آیا؟ بی بی نے فرمایا: ﴿هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ یہ خدا کی جانب سے ہے بے شک وہ جسے چاہتا ہے بنا حساب کے رزق سے نوازتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے امام علیؑ سے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری مثال دوں؟ فرمایا: جی فرمائیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیری مثال زکریاؑ کی سی ہے کہ جب وہ مریمؑ کے پاس ان کے محراب عبادت میں داخل ہوئے اور غذا رکھی ہوئی دیکھی تو پوچھا: اے مریمؑ! یہ کہاں سے آیا؟ اور مریمؑ نے جواب میں کہا: یہ خدا کی جانب سے ہے بے شک وہ جسے چاہتا ہے بنا حساب کے رزق سے نوازتا ہے۔

یہ غذا اس قدر بابرکت تھی کہ وہ اس سے ایک ماہ تک کھاتے رہے، اور یہ وہی برتن ہے جسے قائم آل محمد ﷺ استعمال کریں گے اور فی الحال یہ ہمارے پاس ہے۔[1]

[1] تفسیر عیاشی: ج۱، ص ۱۷۲؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۳۱۔ یہ روایت کچھ اختلافات کے ساتھ شیعہ و سنی کتب میں مل جائے گی۔ جیسے: کشف الغمہ: ج ۲، ص ۹۷؛ الخرائج والجرائح: ج ۲، ص ۵۳۲؛ شرح الاخبار: ج ۳، ص ۳۰۱؛ تفسیر فرات؛ تفسیر کشاف...

﴿۲۰﴾

صدیقہ کبریٰ کی گواہی جھٹلادی!

عجائب فاطمیؑ میں سے ایک فدک کا غم آور واقعہ ہے، رسول کی بیٹیؑ، عالمین کی عورتوں کی سردار نے دعویٰ کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فدک جو اطراف مدینے میں ایک آباد قصبہ تھا، ان کو ہبہ کر دیا تھا۔ ابو بکر قانع نہ ہوئے اور اس کے باوجود کہ بی بی کے ملازم فدک میں موجود تھے ان سے گواہ مانگے، (اور جب گواہ پیش کر دیے گئے) تو جناب علیؑ، حسنینؑ اور ام ایمن کی گواہی پر اعتناء نہیں کیا! یہ وہ مقام تھا جہاں تاریخ کا ایک عجیب واقعہ رقم ہوا۔

جناب سیدہؑ رسول اللہ اور قرآن کی نص کی گواہی [آیہ تطہیر] کے مطابق مجسمہ صدق وصفا ہیں، پس وہ کس طرح جھوٹا دعویٰ کر سکتی ہیں!؟

حاکم نیشاپوری جو اہلسنت کے بزرگ علماء میں سے ہیں عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب بھی فاطمہ کو یاد کرتی تو کہتی تھیں: میں نے فاطمہؑ کے بابا کے بعد ان سے سے زیادہ سچا کسی کو نہیں دیکھا۔ اس کے بعد حاکم کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔[1]

یہ وہ مسئلہ ہے جس کی شیعہ وسنی روایات تائید کرتی ہیں، مثلاً ابو سعید جو علمائے اہلسنت میں سے ہیں راقم ہیں: رسول اللہ ﷺ نے امام علیؑ سے فرمایا: یا علیؑ! تمہیں تین چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو تمہارے سوا کسی اور کو نہیں ملیں یہاں تک کہ مجھے بھی نہیں؛ تمہیں میری صدیقہ [یعنی

---

[1] المستدرک علی الصحیحین: ج۳، ص۱۶۰؛ الاستعیاب: ج۲، ص۷۵۱؛ حلیۃ الاولیاء: ج۲، ص۴۱؛ نقل از فدک و العوالی: ص۲۹۱۔

سراپا سچائی اور باصداقت] بیٹی بطور زوجہ ملی لیکن میری زوجہ اس کی طرح نہیں، حسنؑ و حسینؑ کو تیرے صلب میں رکھا گیا، لیکن مجھے ان دو کی طرح بیٹے میرے صلب سے عطا نہیں ہوئے، لیکن اس حال میں بھی میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے۔ ولکنکم منی و انا منکم۔[1]

امام موسیٰ کاظمؑ یا امام علی رضاؑ سے روایت ہے کہ ان میں سے کسی ایک نے فرمایا: إِنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ صِدِّيقَةٌ شَهِيدَةٌ؛ بے شک فاطمہؑ صدیقہ و شہیدہ ہیں۔[2]

اور جب امام صادقؑ سے پوچھا گیا کہ جناب سیدہ کو غسل کس نے دیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: امیر المومنینؑ نے انہیں غسل دیا کیونکہ: فَإِنَّهَا صِدِّيقَةٌ وَلَمْ تَكُنْ يُغَسِّلُهَا إِلَّا صِدِّيقٌ؛ وہ صدیقہ ہیں اور صدیقہ کو صدیق کے سوا کوئی اور غسل نہیں دے سکتا۔[3]

یہاں تک کہ وہ وصیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیؑ کو فرمائی تھی، اس میں ارشاد فرمایا: یا علیؑ! میں نے اپنی بیٹی فاطمہ کو کچھ امور کی سفارش کی ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ وہ انہیں تجھ تک پہنچا دے، تو تم انہیں قبول کر لینا، فَهِيَ الصَّادِقَةُ الصَّدُوقَةُ؛ کیونکہ وہ سچوں کی سچی ہے، اس وقت آپ نے اپنی بیٹی کو اپنی آغوش میں لیا اور ان کے سر کا بوسہ لے کر فرمایا: فِدَاكِ أَبُوكِ يَا فَاطِمَةُ؛ تیرا بابا تجھ پر قربان اے فاطمہؑ![4]

---

[1] شرف النبوۃ؛ الریاض النضرۃ: ج ۲، ص ۲۰۲؛ معارج الوصول، الزرندی حنفی: ص ۴۱؛ نظم درر السمطین: ص ۱۱۳؛ فرائد السمطین: ج ۱، ص ۱۳۲؛ نقل از الغدیر: ج ۲، ص ۳۱۲؛ و فدک و العوالی: ص ۲۹۰۔

[2] الکافی: ج ۲، ص ۳۸۹، ح ۱۲۳۵۔

[3] الکافی: ج ۲، ص ۳۹۳، ح ۱۲۴۷؛ الاستبصار: ج ۱، ص ۱۹۹؛ علل الشرائع: ج ۱، ص ۱۸۴؛ بحار الانوار: ج ۲۷، ص ۲۹۱۔

[4] بحار الانوار: ج ۲۲، ص ۴۹۱۔

کیا ایک ایسی خاتون جو صدق و صداقت کے اس درجے پر فائز ہو، جھوٹ بولے گی اور باطل ادعا کرے گی؟ اور وہ بھی اس اصرار کے ساتھ؟!! فاطمہؑ صدیقہ ہیں یعنی صدق ان کے تمام وجود میں رچا بسا ہوا ہے اور ان کے وجود میں دروغ راہ ہی نہیں رکھتا، ان کا ظاہر و باطن ایک ہے، ان کے اعمال ان کی گفتار کے تصدیق کرنے والے ہیں، اور ان کی خالق و مخلوق کے ساتھ رفتار ہمیشہ صادقانہ رہتی ہے۔

جی ہاں جناب سیدہ کی گواہی اور ان کے گواہوں کو ان حالات میں رد کیا گیا جبکہ بی بی نے قسم کھاتے ہوئے فرمایا: اس خدا کی قسم جس کے سوا اور کوئی خدا نہیں، میرے گواہوں نے حق کے سوا اور کسی چیز کی گواہی نہیں دی۔[1]

روایت میں ہے: جب صدیقہ طاہرہؑ نے فدک کا مطالبہ کیا تو ابو بکر نے ان سے کہا: میرے ماں باپ تم پر قربان! انتِ عندی الصادقۃ الامینۃ؛ آپ میرے نزدیک راستگو اور امین ہیں؟[2]

[1] الطرائف: ص ۲۴۸؛ نقل از فدک والعوالی: ص ۲۷۳۔

[2] السقیفہ و فدک: ص ۱۱۵؛ شرح نہج البلاغہ: ج ۱۶، ص ۲۳۶۔

﴿۲۱﴾

صدیق اکبر کی گواہی کو مردود جانا!

اس اعتراض میں سب سے عجیب بات یہ تھی کہ صدیق اکبر اور ولی الاعظم امیر المومنین کی گواہی کو قبول نہ کیا گیا، بلکہ بات یہاں تک جا پہنچی کہ ان پر تہمت لگائی گئی کہ وہ اپنی زوجہ کے حق میں جھوٹی گواہی دے رہے ہیں!![1]

احمد بن حنبل اپنی سند سے رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا: الصدّیقون ثلاثۃ: تین افراد سراپا سچے ہیں، مومن آل یاسین جن کا نام حبیب نجار تھا جنہوں نے کہا: یا قوم اتبعو المرسلین: مومن آل فرعون جن کا نام حزقیل تھا اور جنہوں نے کہا تھا: اتقتلون رجلا ان یقول اللہ ربی: اور علی بن ابی طالبؑ ؛ و ھو افضلھم: اور علیؑ ان سب میں افضل ہیں۔[2]

[1] و اما علیّ فیجوز النار الی قرصہ، العوالم: ج۱۱، ص۳۰۱؛ شرح الاخبار: ج۳، ص۳۲؛ نقل از فدک: ۲۷۵، قال ابوبکر: علیّ جاز الی نفسہ۔

[2] مسند احمد، فضائل علی بن ابی طالبؑ: ۱۳۰، ح۷۷؛ الجامع الصغیر: ج۲، ص۱۱۵؛ فیض القدیر: ج۴، ص۳۱۳؛ شواہد التنزیل: ج۲، ص۳۰۴؛ الدر المنثور: ج۵، ص۲۶۲؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۴۲، ص۴۳؛ ینابیع المودۃ: ج۱، ص۴۷۳؛ مناقب خوارزمی: ص۳۱۰؛ شرح نہج البلاغہ: ج۹، ص۱۷۲؛ المناقب ابن مغازلی: ص۲۴۶؛ نقل از فدک و العوالی: ص۲۹۵۔

اور اس آیہ کے ذیل میں: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ﴾ اور وہ جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول پر، وہی سراپا راستگو ہیں۔[1] شیعہ سنی روایات یہ بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت علی بن ابی طالبؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور وہ خدا کے حکم سے صدیق ہیں، کیونکہ وہ خدا اور رسول ﷺ کے سب سے پہلے تصدیق کرنے والے، ان کے وفادار، اور آخری عمر تک اسلام کے فدائی تھے، جن کے اعمال ان کے ایمان کی تصدیق کرتے تھے۔

زرندی حنفی اور سیوطی نے روایت کی ہے کہ ابن عباس اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ اے ایمان والو! خدا کا تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔[2] یعنی علی بن ابی طالبؑ کے ساتھ ہو جاؤ۔[3]

اور رسول اللہ ﷺ نے جناب امیر المومنینؑ سے فرمایا: انت الصدیق الاکبر؛ تم صدیق اکبر ہو۔[4]

ابو لیلیٰ کہتا ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: میرے بعد فتنے اٹھیں گے، جب ایسا ہو تو علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ ہو جانا، وہ وہ ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا۔

---

[1] الحدید:۱۹۔

[2] التوبہ:۱۱۹۔

[3] نظم درر السمطین: ص۹۱؛ الدر المنثور: ج۳، ص۲۹۰؛ شواہد التنزیل: ج۱، ص۳۴۱؛ تاریخ دمشق: ج۵، ص۳۶۱؛ تہذیب الکمال: ج۵، ص۸۴؛ ینابیع المودۃ: ج۱، ص۳۴۴۔

[4] الریاض النضرۃ: ج۲، ص۱۵۵؛ مستدرک علی الصحیحین: ج۳، ص۱۱۲؛ مجمع الزوائد: ج۹، ص۱۰۲؛ المعجم الکبیر: ج۶، ص۲۶۹؛ فیض القدیر: ج۳، ص۴۷۲؛ اسد الغابۃ: ج۵، ص۲۸۷؛ میزان الاعتدال: ج۱، ص۴۱۷؛ سیر اعلام النبلاء: ج۲۳، ص۷۹؛ لسان المیزان: ج۲، ص۴۱۳ و ج۳، ص۲۸۳؛ الاصابۃ: ج۷، ص۲۹۳... فدک و العوالی: ص۲۹۶۔

اور وہ وہ ہے جو روز قیامت سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرے گا؛ و هو الصديق الاكبر و فاروق الاعظم هذه الامة؛ اور وہ اس امت کا صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہے، اور وہ مومنین کا قائد ہے لیکن منافقین کا رہبر مال و ثروت ہے۔[1]

اور ایسے ہی جناب امیرؑ نے بھی فرمایا: میں خدا کا بندہ اور رسول اللہ ﷺ کا بھائی ہوں، انا صدیق الاکبر؛ میں صدیق اکبر ہوں جو کوئی بھی میرے علاوہ یہ دعویٰ کرے (سمجھ لینا) جھوٹا ہے۔[2] کیا ان سب باتوں کے بعد بھی صدیقہ طاہرہؑ اور صدیق اکبر کی شہادت کی صداقت میں کوئی جائے تردید باقی بچتی ہے؟

پھر کیا وجہ تھی کہ فدک واپس نہ کیا؟

ابن ابی الحدید کہتے ہیں: میں نے علی بن فارقی [جو ان کے اساتید میں سے تھے] سے پوچھا: کیا فاطمہؑ اپنے اس ادعا میں کہ فدک انہیں بخش دیا گیا ہے، سچی تھیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، میں نے پوچھا: پھر کیا وجہ تھی کہ جب ابو بکر فاطمہؑ کو سچا سمجھتے تھے تو انہوں نے فدک انہیں واپس نہیں کیا؟

ابن ابی الحدید کہتے ہیں: وہ مسکرائے اور ویسے تو وہ ایک محترم شخص تھے اور بہت کم مذاق کیا کرتے تھے، لیکن اس وقت ایک ظریف بات کہہ گئے۔ انہوں نے کہا: اگر اس روز فاطمہؑ کے ایک دعوے کی وجہ سے فدک دے دیا ہوتا، تو وہ کل کو اپنے شوہر کی خلافت کا دعویٰ کرتیں اور

---

[1] الاصابۃ: ج ۷، ص ۲۹۳۔

[2] خصائص نسائی: ص ۳۶؛ المصنف: ج ۷، ص ۴۹۸؛ السنن الکبریٰ: ج ۵، ص ۱۰۷؛ نقل از فدک والعوالی: ص ۲۹۷۔

ابو بکر کو اس کے مقام سے ہٹا دیتیں، اور ابو بکر بھی اگر یہ پہلے مان لیتے کہ وہ سچی ہیں اور ان کے کلام کے لیے گواہ کی ضرورت نہیں، تو پھر اس کے پاس کوئی عذر و بہانہ باقی نہ بچتا۔[1]

[1] شرح نہج البلاغہ: ج ۱۶، ص ۲۸۴۔

﴿۲۲﴾

کیا یہ علیؑ جھوٹی گواہی دیں گے؟

امیر المومنینؑ جو آیہ تطہیر کے حکم کے مطابق ہر پلیدگی و نجاست سے منزہ ہیں۔

وہ جو آیہ مباہلہ میں نفس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طور پر متعارف کروائے گئے ہیں۔

وہ جو حدیث طیر کے حکم کے مطابق خلق خدا میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہستی ہیں۔

وہ علیؑ جو اس آیت کے ذیل میں: ﴿أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ افضل الخلائق مانے گئے ہیں۔

وہ جو حدیث ثقلین میں، قرآن کے ہم پلہ اور لوگوں کے لیے مرجع اور گمراہی سے بچنے کے لیے پناہ گاہ قرار پائے ہیں۔

وہ جنہیں رسول اللہؐ نے حق کے ساتھ اور حق کو ان کے ساتھ بتایا ہے۔

وہ جن کی محبت ایمان اور جن کا بغض نفاق شمار کیا گیا ہے۔

(کیا ایک ایسی ہستی جو ان سب صفات سے متصف ہو جھوٹی گواہی دے سکتی ہے؟!!!)

﴿۲۳﴾

جو شاہد نبوت بن سکتا ہے وہ شاہد فدک کیوں نہیں بن سکتا؟!

واقعہ فدک کے عجائبات میں سے ایک یہ ہے کہ مولی الموحدین امیر المومنین علی بن ابی طالب کی گواہی کو اس تہمت کے ساتھ رد کر دیا گیا کہ وہ اپنے اور اپنے خاندان کے فائدے میں گواہی دے رہے ہیں! جبکہ قرآن نے ان کا تعارف نبوت اور رسول اللہ ﷺ کے گواہ کے عنوان سے کروایا ہے۔

اس آیہ کے ذیل میں: ﴿أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِنْهُ﴾ کیا وہ جو اپنے رب کی جانب سے روشن دلیل پر ہے (یعنی رسول اللہ ﷺ) اور ان کے ساتھ ایک شخص ہے جو انہی سے ہے اور جو گواہی دیتا ہے۔[1] سیوطی روایت کرتا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ روشن دلیل پر ہیں اپنے رب کی جانب سے؛ و انا تالی الشاهد منه؛ اور میں وہ گواہ ہوں جو ان کے ساتھ ہے۔[2]

اور مذکورہ بالا آیت سے بھی زیادہ اہم آیت تو یہ ہے جو کہتی ہے: ﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ اور کافر

---

[1] ہود: ۱۷.

[2] الدر المنثور: ج ۳، ص ۳۲۴؛ جامع البیان: ج ۱۲، ص ۲۲؛ شواہد التنزیل: ج ۱، ص ۳۵۹؛ فتح القدیر: ج ۲، ص ۴۸۹؛ ینابیع المودۃ: ج ۳، ص ۳۶۳؛ نقل از فدک والعوالی: ص ۳۰۱.

کہتے ہیں کہ تو پیغمبر ﷺ نہیں ہے، ان سے کہہ دے: میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لیے ایک خدا کافی ہے اور دوسرا وہ جس کے پاس کل کتاب کا علم ہے۔[1]

شیعہ اور سنی تفاسیر میں آیا ہے کہ وہ گواہ جو خدا کے ساتھ بعنوان عالم کل کتاب قرار پایا ہے، علی بن ابی طالبؑ ہیں۔[2]

---

[1] الرعد: ۴۳.

[2] تفسیر ثعلبی: ج۵، ص ۳۰۳؛ مناقب الامام علی، ابن المغازلی: ص ۲۶۳؛ شواہد التنزیل: ج۱، ص ۳۰۷؛ تفسیر القرطبی: ج۹، ص ۲۲۰؛ ینابیع المودۃ: ج۲، ص ۲۵۰.

۲۳

کیوں فقط اپنی اکلوتی اولاد کو نہ بتایا؟!

اس کے بعد کہ فدک کی ملکیت کے معاملے میں دختر رسول ﷺ اور ان کے گواہ خلیفہ اول کے نزدیک مردود قرار دے دیے گئے۔ بی بی نے اسے بعنوان ارث طلب کیا۔ اس وقت خلیفہ اول نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ایسی روایت نقل کی جس کے تنہا سننے والے وہ خود ہی تھے اور ان کے علاوہ کسی نے بھی اس حدیث کا مضمون نہیں سنا تھا: حدیث یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم انبیا کا گروہ ارث نہیں چھوڑتا، ہم جو کچھ بھی ترکے کے طور پر چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ اس نا صحیح حدیث کے ذریعے خلیفہ اول نے فاطمہ کو وراثت رسول اللہ ﷺ سے محروم کر دیا! جناب فاطمہؑ نے شدت کے ساتھ اس دعوے کا مقابلہ کرتے ہوئے اس کو جھٹلایا اور مہاجرین وانصار کے مجمع میں کھڑے ہو کر اس دعوے کو باطل اور اس حدیث کو قرآن کی آیات ارث کے مخالف قرار دیا۔

اس مسئلے نے بہت زیادہ تعجب کو جنم دیا کیونکہ اس مزعوم حدیث کے راوی فقط ابو بکر ہیں، اور اگر بات یہ تھی کہ جناب فاطمہؑ جو بعد رسول ﷺ ان کی زندہ رہ جانے والی تنہا اولاد تھیں، ارث نہیں لے سکتی تھیں، تو پھر کس طرح رسول اللہ ﷺ نے اس خاص حکم کو جو قرآن کے عموم کے خلاف تھا نہ اپنی بیٹی کو بتایا جو اس ارث میں سب سے زیادہ حصہ رکھتی تھیں اور نہ اپنی بیویوں اور دوسرے افراد کو، بلکہ فقط ابو بکر کو بتایا جنہیں سرے سے اس کی ضرورت ہی نہیں

تھی۔ اور ابو بکر نے بھی اسے رسول اللہ ﷺ کی حیات میں بیان نہیں کیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد اسے بیان کر دیا!

یہ مسئلہ اس درجہ حیرت آور ہے کہ اہلسنت کے بزرگ عالم امام فخر الدین رازی کو تعجب میں ڈال گیا، وہ کہتے ہیں: اس مسئلہ کے جاننے کی ضرورت [کہ رسول ارث نہیں چھوڑتے] علیؑ، فاطمہؑ اور عباس کے علاوہ کسی اور کو نہیں تھی، اور یہ عظیم زہاد، بزرگ علماء اور اہل دین میں سے تھے، لیکن ابو بکر کو تو اس مسئلے کے جاننے کی قطعاً کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ ان کے تو ذہن میں بھی یہ خیال خطور نہیں کر سکتا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ارث حاصل کریں گے [تاکہ رسول اللہ ﷺ ان سے یہ حدیث بیان کرتے]، پس یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس جیسا اہم اور بڑا مسئلہ اس شخص سے تو بیان کریں جسے اس کی ضرورت نہیں تھی لیکن وہ جسے اس کی بشدت ضرورت تھی، اس سے یہ بات بیان نہ کریں؟![1]

علامہ سید شرف الدین موسوی العاملیؒ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹی فاطمہ کی نسبت دوسرے باپوں کی مقابلے میں زیادہ مہربان تھے، یہاں تک کہ خود کو ان کا فدیہ قرار دیتے اور ان سے مانوس تھے اور اپنی تمام قوت و توان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اس پارہ تن کی تربیت کی تھی اس طور کے انہیں معرفت خدا اور دین کی آگاہی کی بلند ترین چوٹی تک پہنچا دیا تھا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ اپنی بیٹی کو اس حدیث کے مخفی رکھنے سے مصائب کے در پے قرار دیں؟

کیسے ممکن ہے کہ شوہر زہراؑ جو خلیل نبوت اور رسول اللہ ﷺ کی اخوت سے مخصوص تھے اس حدیث کی خبر نہیں رکھتے تھے؟ وہ بھی ان کی اس وسعت علم و حکمت، پیشوائی، دامادی، خاندانی رشتے، کرامت، اختصاص، رتبے و مقام، ولایت و وصایت اور محرم راز ہونے کے باوجود

---

[1] تفسیر کبیر: ج ۹، ص ۲۱۰؛ تفسیر نیشاپوری: ج ۳، ص ۱۹۷؛ نقل از فدک والعوالی: ص ۲۰۸۔

بھی؟ کیا وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان سے اس حدیث کو مخفی رکھیں جبکہ وہ ان کے رازوں کے محافظ، ان کی پریشانیوں کو دور کرنے والے، ان کے علم کا دروازہ، امت کے بہترین قاضی، کشتی نجات امت، اور اس امت کے لیے اختلاف سے امان کا وسیلے ہیں؟

کیا وجہ ہے کہ عباس، جو رسول اللہ ﷺ کے چچا اور ان کے خاندان کے گزرے ہوئے بزرگان کی یادگار تھے، نے یہ حدیث نہ سنی؟ کیا وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج اس حدیث سے آگاہ نہیں تھیں اس طور کہ عثمان کے دور میں ان سے اپنے اس ارث کا مطالبہ کیا جو انہیں رسول اللہ ﷺ سے پہنچا تھا؟[1]

مرحوم علامہ مظفر مذکورہ اعتراضات کے بیان کے بعد فرماتے ہیں: میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ایسا شخص جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتا ہو اور ان کی شان سے آگاہ ہو، اس حدیث کو ان تمام مفاسد کے ساتھ بھی صحیح سمجھے![2]

خدا نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے: ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ اپنے نزدیکی افراد کو ڈراؤ؛[3] اور یہ بات تو واضح ہے کہ جناب سیدہ فاطمہؑ سے زیادہ کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کے خاندان میں ان سے نزدیک نہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسئلہ عدم ارث اپنی بیٹی کو نہ بتائیں اور خدا کے حکم کے مطابق انہیں ڈرانے کے عمل کو انجام نہ دیں؟ نہ اپنی بیٹی کو اور نہ اپنے خاندان کے دوسرے افراد کو، اور اسے فقط ابو بکر سے بیان کریں جو کہ بیگانے ہیں؟!

---

[1] النص والاجتہاد: ص۶۵.

[2] دلائل الصدق: ج۳، ص۵۹.

[3] الشعراء: ۲۱۴.

یہی وجہ ہے کہ زوجہ رسول ﷺ ام سلمہؓ نے جناب سیدہؑ کے خطبہ فدکیہ جس میں آپ نے ابو بکر اور ان کی حدیث پر اعتراض کیا تھا، کے بعد فرمایا: اتزعمون ان رسول اللہ ﷺ حرم علیہا میراثہا و لم یعلمہا و قد قال اللہ تعالی: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ افا نذرھا و کالفت متطلبۃ ؟ و ھی خیرۃ النسوان ؟ و ام سادۃ الاشبال؟[1]

کیا تم سوچتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ کو وارث سے محروم کر دیا لیکن اسے بتایا تک نہیں؟ جبکہ خدا نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا تھا کہ اپنے قریبیوں کو ڈرائیں۔ (یا پھر) یہ مانو کہ رسول اللہ ﷺ نے تو فاطمہ کو بتایا تھا لیکن انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی چاہت کی مخالفت کی؟ جبکہ فاطمہؑ تمام عورتوں کی سردار، سادات اور دلاوروں کی ماں ہیں؟ (اور یہ ماننا بھی قابل تصور نہیں)

[1] فدک والعوالی: ص ۳۱۳.

﴿۲۵﴾

جناب فاطمہؑ کی عجیب بے تابی

عجائبات فاطمیؑ میں سے ایک امر جو ہر محقق کی توجہ اپنی جانب جذب کرتا ہے وہ اس عالم کی یگانہ خاتون کی ہلا دینے والی وہ گزارشات ہیں جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود آپ کی شہادت تک آپ کی بے تابی کا پتہ دیتی ہیں۔ بشریت کے لیے نمونہ بننے والی یہ بی بی، ان مصائب کے پڑنے سے پہلے اس قدر بانشاط اور مقاومت دکھانے والی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وارد ہونے والے لرزہ خیز طوفانوں اور امیر المومنینؑ، (جو کہ بلا کی موجوں میں جا پڑتے تھے، پر پڑنے والی مصیبتوں) کے باوجود بھی پہاڑ کی طرح کھڑی رہتی اور امیر المومنینؑ کے لیے اس طرح کی پشت پناہ تھیں کہ خود جناب امیرؑ فرماتے ہیں: لَقَدْ كُنْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهَا فَتَنْكَشِفُ عَنِّي الْهُمُومُ وَالْأَحْزَانُ؛ میں جب بھی فاطمہ کو دیکھتا ہوں میرا غم و غصہ برطرف ہو جاتا ہے۔[1]

لیکن بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بی بی پر ایسے حوادث ٹوٹے کہ ناگہاں غم و اندوہ کے طوفان نے اس کے سارے وجود کو گھیر لیا۔ امام باقرؑ فرماتے ہیں: مَا رُئِيَتْ فَاطِمَةُ ضَاحِكَةً قَطُّ مُنْذُ قُبِضَ رَسُولُ اللهِ حَتَّى قُبِضَتْ. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد جناب سیدہ کو ان کی شہادت تک کسی نے مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔[2]

---

[1] کشف الغمہ: ج ۱، ص ۳۹۳؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۳۲۔

[2] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۳۱؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۹۶۔

اور امام صادقؑ نے فرمایا: اَلْبَكّاؤُونَ خَمْسَةٌ آدَمُ وَ يَعْقُوبُ وَ يُوسُفُ وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ع... "اس عالم کے گریہ کنندگان تو پانچ ہیں: جناب آدمؑ و یعقوبؑ و یوسفؑ و فاطمہؑ و علی ابن الحسین (سید سجادؑ)[1]

عجیب بات یہ ہے کہ ان پانچ افراد میں سے باقی چار افراد نے دسیوں سال گریہ کیا، لیکن بنت رسول ﷺ جو اپنے بابا کے بعد چند ماہ سے زیادہ زندہ نہ رہیں، نے اس طرح گریہ فرمایا اور انہیں اس قدر اندوہ کے طوفانوں نے آلیا کہ اس عالم میں سب سے زیادہ گریہ کرنے والوں میں شمار کی گئیں!

امام صادق ﷺ فرماتے ہیں: جناب سیدہؑ رسول اللہ ﷺ پر اس قدر گریہ فرمایا کرتی تھیں کہ مدینے کے لوگ تنگ آگئے اور کہنے لگے: آپ کا بہت زیادہ رونا ہمیں تکلیف دیتا ہے، (اس کے بعد) آپ شہداء کے مزار [جو مدینے سے باہر اور احد میں تھے] جاتیں اور وہاں پر بیٹھ کر گریہ فرماتیں اور پھر لوٹ آتی تھیں۔[2]

بعض روایات میں آیا ہے: امیر المومنینؑ نے مدینے سے باہر بقیع میں ان کے لیے ایک کمرہ بنادیا جسے بیت الاحزان کہا جانے لگا۔[3]

امیر المومنینؑ نے جناب سیدہ کو دفنانے کے بعد اپنے مرثیے میں جس میں آپ دراصل رسول اللہ ﷺ سے مخاطب تھے، فرمایا: فَكَمْ مِنْ غَلِيلٍ مُعْتَلِجٍ بِصَدْرِهَا لَمْ تَجِدْ إِلَى بَثِّهِ سَبِيلاً وَ سَتَقُولُ وَ يَحْكُمُ اللَّهُ وَ هُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ "آپ اپنی بیٹی سے ہی اصرار کر کے سارا واقعہ پوچھیے گا: کہ کون سے پنہاں داغ تھے جو ان کے دل میں تھے اور اسے انہیں دور کرنے کی کوئی راہ نہیں ملی،

---

[1] امالی صدوق: ص ۱۳۰؛ الخصال: ج ۱، ص ۲۷۲؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۵۵۔

[2] روضۃ الواعظین: ج ۲، ص ۳۵۱؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۵۵۔

[3] بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۷۷۔

وہ آپ کو بتائے گی، اور خدا فیصلہ کرنے والا ہے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔[1]

یہ شعر بی بی سے نقل ہوئے ہیں جن میں آپ نے فرمایا:

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا.

مجھ پر اس قدر مصیبتیں ٹوٹیں کہ اگر روشن دنوں پر پڑتیں تو وہ تاریک شبوں میں بدل جاتے۔[2]

ایک ایسی بیٹی جس کا بابا ہر شب سونے سے پہلے اس کے بوسے لیتا ہو،[3] کیونکر بے تاب نہ ہو، اور اپنے چہرے کو اس کی گود میں رکھ دیتا ہو![4] وہ بیٹی ہر شب اپنے بابا کی یادوں اور اس کے الطاف پدری کو یاد کرتی، اس کی صدائے تہجد اور تلاوت قرآن کو یاد کرتی، اور پھر اسے اس کے چلے جانے کی وجہ سے احساس وحشت ہونے لگتا۔[5]

محمود بن لبید کہتا ہے: یہ سیدہ جلیلہ قبر جناب حمزہؑ پر جاتیں اور گریہ فرماتیں۔ ایک دن جب میں بھی قبر حمزہ کی زیارت سے مشرف ہوا تو دیکھا کہ بی بی اس کے کنارے بیٹھے گریے میں مشغول ہیں، میں نے صبر کیا تاکہ انہیں آرام آجائے، اس کے بعد میں نزدیک گیا اور سلام کرنے کے بعد کہا: اے سیدۃ النساء! میں آپ کو قسم دیتا ہوں، خدا متعال کے حق کی قسم آپ نے اپنے اس گریے سے میرے دل کی رگوں کو کاٹ ڈالا ہے۔ بی بی نے فرمایا: اے ابا عمرو! میرے لیے

---

[1] امالی مفید: ص ۲۸۲؛ امالی طوسی: ص ۱۱۰؛ الکافی: ج ۲، ص ۳۹۰، ح ۱۲۳۶؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۱۱؛ نہج البلاغہ۔

[2] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۱، ص ۲۴۲؛ بحار الانوار: ج ۷۹، ص ۱۰۶؛ روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۷۵۔

[3] کان لاینام حتی یقبلها؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۵۵۔

[4] بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۷۸۔

[5] بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۷۳۔

تو رونا ہی سزاوار ہے، کیونکہ مجھ پر سب سے بہترین باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصیبت آن پڑی ہے، وَاشَوْقَاهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ثُمَّ أَنْشَأَتْ تَقُولُ: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کا کتنا اشتیاق ہے اور اس کے بعد بی بی نے یہ شعر پڑھا:

إِذَا مَاتَ يَوْماً مَيِّتٌ قَلَّ ذِكْرُهُ　　وَذِكْرُ أَبِي [مُذْ] مَاتَ وَاللهِ أَكْثَرُ

جو کوئی بھی اس دنیا سے جاتا ہے اس کی یاد کم ہو جاتی ہے، لیکن خدا کی قسم! جب سے میرے بابا اس دنیا سے گئے ہیں ان کی یاد زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔[1]

امام صادقؑ فرماتے ہیں: جناب فاطمہؑ اپنے بابا کے غم میں بہت زیادہ غمگین رہتی تھی، جبرائیل ان کے پاس آتے اور انہیں تسلی دیا کرتے تھے...[2]

بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حد درجہ بے تابی کی وجہ!

ان عجیب بے تابیوں کی علت، ان دردناک حوادث کے مجموعے کو جاننا چاہیے جنہوں نے اس کوہ مقاومت کو اس طرح بے تاب کر دیا۔ ان میں سے اہم کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

ا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانکاہ فراق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی بیٹی سے اور بی بی کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علاقہ و محبت ایک غیر عادی امر تھا، اس طور کہ شاید ہی تاریخ میں اس کا کوئی نمونہ مل سکے۔ ہم اس بارے میں پہلے بھی مطالب بیان کر آئے ہیں، وہ بیٹی جس نے بابا کی محبت میں ام ابیہا [اپنے باپ کی ماں] کا لقب حاصل کر لیا، اور جو اپنے بابا سے اس قدر علاقہ رکھتی تھی کہ جب اس کے بابا نے اس سے کہا: کہ تو میرے خاندان میں سب سے پہلے مجھ سے آکر ملحق ہوگی، تو وہ مسکرا دی!

---

[1] کفایۃ الاثر فی النص علی الائمۃ الاثنی عشر: ص ۱۹۸؛ مفاتیح الجنان: زیارت حضرت حمزہؑ۔

[2] الکافی: ج ۱، ص ۵۹۹، ح ۶۳۱۔

ابن عباس کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنی رحلت کے وقت اس قدر روئے کہ ان کی داڑھی گیلی ہو گئی! پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپ کیوں گریہ فرما رہے ہیں؟ فرمایا: أَبْكِي لِذُرِّيَّتِي، وَمَا تَصْنَعُ بِهِمْ شِرَارُ أُمَّتِي مِنْ بَعْدِي، كَأَنِّي بِفَاطِمَةَ ابْنَتِي وَقَدْ ظُلِمَتْ بَعْدِي وَهِيَ تُنَادِي "يَا أَبَتَاهْ، يَا أَبَتَاهْ" فَلَا يُعِينُهَا أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِي. میں اپنے بچوں اور ان پر اپنے بعد پڑنے والی مصیبتوں پر گریہ کر رہا ہوں جو انہیں میری امت کے اشرار سے پہنچیں گی، گویا میں اپنی بیٹی فاطمہ کو دیکھ رہا ہوں کہ میرے بعد اس پر ظلم کیا جا رہا ہے اور وہ آواز دے رہی ہے: اے بابا! لیکن میری امت میں سے کوئی بھی اس کی مدد نہیں کر رہا۔

جناب سیدہؑ نے جیسے ہی رسول اللہ ﷺ کا یہ کلام سنا، رونے لگیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے میری بیٹی! گریہ نہ کر۔ انہوں نے فرمایا: میں اس سب پر گریہ نہیں کر رہی جو آپ کے بعد مجھے جھیلنا پڑے گا۔ لَكِنْ أَبْكِي لِفِرَاقِكَ، يَا رَسُولَ اللهِ. فَقَالَ لَهَا: أَبْشِرِي يَا بِنْتَ مُحَمَّدٍ بِسُرْعَةِ اللَّحَاقِ بِي، فَإِنَّكِ أَوَّلُ مَنْ يَلْحَقُ بِي مِنْ أَهْلِ بَيْتِي. بلکہ میں تو آپ کے فراق پر گریہ کر رہی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھے بشارت ہو اے بنت محمد ﷺ اس بات کی کہ تو بہت جلد مجھ سے آملے گی، بے شک میرے خاندان میں سے سب سے پہلے تو ہے جو مجھ سے آکر ملحق ہوگی۔[1]

عائشہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اس بیماری میں جس میں وہ دنیا سے رخصت ہوئے فاطمہ کو بلایا اور آہستہ سے کوئی بات کہی، فاطمہؑ رونے لگیں، اس کے بعد رسول ﷺ نے پھر آہستہ سے ایک بات کہی جسے سن کر فاطمہؑ مسکرانے لگیں۔ میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا، تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اپنی رحلت کی خبر دی تو میں رونے لگی اس کے بعد

---

[1] امالی طوسی: ص۱۸۸؛ بحار الانوار: ج۴۳، ص۱۵۶.

خبر دی کہ خاندان میں سب سے پہلے میں بابا سے ملحق ہو نگی تو میں مسکرا دی۔[1]

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو انہیں کے کرتے میں غسل دیا، فاطمہؑ کہتی تھیں مجھے وہ کرتا دکھا دیجیے: وہ جب بھی اسے سونگھتیں، بے ہوش ہو جاتیں، لہذا میں نے اس چھپا دیا۔[2]

روایات میں آیا ہے کہ بلال نے رحلت رسول ﷺ کے بعد کہا: میں اب کسی اور کے لیے اذان نہیں دونگا، یہاں تک کہ ایک دن جناب سیدہؑ نے فرمایا: میں اپنے بابا کے موذن کی اذان سننا چاہتی ہوں۔ جب یہ بات بلال تک پہنچی تو انہوں نے قبول کر لیا اور آذان دینا شروع کی، جب بلال نے کہا: اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ بی بی اپنے بابا اور ان کے زمانے کی یاد میں کھو گئیں اور بے اختیار گریہ فرمانے لگیں، جیسے ہی بلالؓ نے کہا: اشھد ان محمد ا رسول اللہ ﷺ، بنت رسول ﷺ نے ایک چیخ ماری اور منہ کے بل زمین پر غش کھا کے گر پڑیں! لوگوں کو ایسا لگنے لگا کہ فاطمہؑ دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ بلال نے اذان کو وہیں چھوڑ دیا، جب بی بی ہوش میں آئیں تو بلال سے چاہا کہ پھر آذان دیں، بلال نے کہا: اے سیدہ النساء! میری اذان کو سن کر جو آپ کی حالت ہوتی ہے اس کی وجہ سے مجھے وہم ہوتا ہے، (کہ کہیں آپ اس دار فانی سے کوچ نہ کر جائیں) اور بی بی نے بھی ان کی بات قبول کر لی۔[3] اور ان سے دوبارہ نہ کہا۔

۲۔ امیر المومنین کی عجیب مظلومیت

وہ دوسرا عامل جس نے بی بی کے غم واندوہ کو بہت شدت بخش دی تھی، امیر المومنین کی

---

[1] صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۸۱۔

[2] بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۵۷۔

[3] من لا یحضرہ الفقیہ: ج ۱، ص ۲۹۷، ح ۹۰۷؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۵۷۔

عجیب و جانکاہ مظلومیت تھی۔

ایک دن ام سلمہؓ جناب سیدہؑ کے پاس آئیں اور ان کی احوال پرسی کرتے ہوئے کہنے لگیں: بی بی آپ نے کس حال میں صبح کی؟ جناب سیدہؑ نے فرمایا: أَصْبَحْتُ بَيْنَ كَمَدٍ وَ كَرْبٍ فَقْدَ النَّبِيِّ ص وَ ظُلْمِ الْوَصِيِّ وَ [هُتِكَ] وَاللهِ حُجُبُهُ أَصْبَحَتْ إِمَامَتُهُ مُقْتَصَّةً عَلَى غَيْرِ مَا شَرَعَ اللهُ فِي التَّنْزِيلِ؛ میں نے جان لے لینے والے اندوہ اور سنگین غم کے درمیان صبح کی، رسول ﷺ نہیں اور ان کا وصی مظلوم، خدا کی قسم! جس نے بھی اس کی امامت جسے خدا نے قرآن میں مقرر کیا ہے، کے برخلاف کسی اور کی خلافت قبول کی اس کا پردہ چاک ہو گیا![1]

امام صادقؑ اپنے اجداد سے روایت کرتے ہیں: جناب سیدہؑ نے رحلت کے وقت گریہ کیا تو امیر المومنینؑ نے فرمایا: اے میری سردار! کیوں روتی ہو؟ فرمایا: أَبْكِي لِمَا تَلْقَى بَعْدِي؛ میں ان چیزوں پر روتی ہوں جو میرے بعد تیرے ساتھ پیش آئیں گی۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: تم گریہ مت کرو، خدا کی قسم! ان سب مصیبتوں کو خدا کی راہ میں برداشت کرنا تو بہت کم ہے۔[2]

گویا اسی نکتے کی جانب وہ روایت اشارہ کرتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ: فاطمہؑ کے بعد لوگوں نے علیؑ کے ساتھ برے رویے اپنا لیے۔[3]

جناب سیدہؑ بہت اچھے سے جانتی تھیں کہ وہ علیؑ کا دوسرا اور آخری رکن ہیں، جس کی ان کے والد نے خبر دی تھی اور ان کے دنیا سے جاتے ہی امیر المومنینؑ لوگوں کے درمیان بے پناہ و بے یار و مددگار ہو جائیں گے۔

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۲۰۳؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۵۶۔

[2] بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۵۶۔

[3] صحیح بخاری۔

ہاں! بنت رسول ﷺ بخوبی اس بات کا مشاہدہ کر رہی تھیں کہ بعد رسول ﷺ کینہ پرور افراد نے علیؑ کے خلاف اپنے کینے کا اظہار کرنے کا آغاز کر دیا تھا، اور ان کے گھر پر حملہ، انہیں نامناسب حالت میں مسجد لے کر جانا، بیعت لینے کے لیے جبر کرنا، اور جناب امیرؑ کے قتل کی سازش رچنا، بھی اسی مقصد کے تحت تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے جناب امیر کو اس مسئلے کی خبر دی تھی، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے راستے کے بیچ میں ہی اپنا سر مقدس علیؑ کے سر پر رکھا اور رونے لگے، جناب امیرؑ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کیوں گریہ فرماتے ہیں؟ فرمایا: ضغائن فی صدور قوم لا یبدونها لک حتی یفقدونی؛ کچھ افراد کے دلوں میں کینے ہیں جنہیں وہ ظاہر نہیں کرینگے یہاں تک کہ میں دنیا سے چلا جاؤں۔[1]

ایک اور روایت میں فرماتے ہیں: اتق الضغائن اللتی لک فی صدور من لا یظهرها الا بعد موتی اولئک یلعنهم اللہ و یلعنهم اللاعنون...ان کینوں سے ہوشیار رہنا جو لوگوں کے دلوں میں ہیں اور وہ انہیں فقط میرے بعد ہی ظاہر کریں گے، وہ افراد خدا اور تمام لعنت کنندہ گان کی لعنت کے مستحق قرار پائیں گے۔[2]

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اما والذی فلق الحبۃ و برأ النسمۃ وَاللهِ إِنَّهُ لَعَهِدَ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ إِلَيَّ أَنَّ الْأُمَّةَ سَتَغْدِرُ بِكَ بَعْدِي؛ اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو شگافتہ اور خلق کو خلق کیا، بے شک رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد کیا: بے شک جلد ہی امت میرے بعد تجھ سے خیانت

---

[1] شرح ابن ابی الحدید: ج۴، ص ۱۰۷؛ الریاض النضرۃ: ص ۶۵۱؛ مناقب خوارزمی: ص ۶۵؛ مجمع الزوائد: ج۹، ص ۱۱۸؛ نقل از الغدیر: ج۷، ص ۱۷۳۔

[2] مناقب خوارزمی: ص ۶۲۔

کرے گی۔[1] ابن ابی الحدید کہتا ہے: اکثر اہل حدیث نے اس خبر کو ان الفاظ یا ان سے نزدیک الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔[2]

اور بی بی حق رکھتی تھیں کہ امیر المومنینؑ کے لیے پریشان ہوں کیونکہ وہ امیر المومنینؑ پر حملے کے اس دلخراش منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھیں۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں: جب امیر المومنینؑ کو گھر سے باہر لے گئے، جناب سیدہ گھر سے باہر نکلیں اور ابو بکر سے فرمایا: کیا تم میرے شوہر کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ وَاللهِ لَئِنْ لَمْ تَكُفُّوا عَنْهُ لَأَنْشُرَنَّ شَعْرِي وَلَأَشُقَّنَّ جَيْبِي وَلَآتِيَنَّ قَبْرَ أَبِي وَلَأَصِيحَنَّ إِلَى رَبِّي؛ خدا کی قسم! اگر تم نے میرے شوہر کو نہ چھوڑا، تو میں اپنے بال پریشان کر دوں گی، گریبان چاک کر ڈالوں گی، اور اپنے بابا کی قبر کے نزدیک جا کر بارگاہِ خدا میں نالہ و شیون کروں گی۔[3]

ایک اور روایت میں فرماتی ہیں: خَلُّوا عَنِ ابْنِ عَمِّي فَوَالَّذِي بَعَثَ مُحَمَّداً أَبِي ص بِالْحَقِّ إِنْ لَمْ تُخَلُّوا عَنْهُ لَأَنْشُرَنَّ شَعْرِي وَلَأَضَعَنَّ قَمِيصَ رَسُولِ اللهِ ص عَلَى رَأْسِي وَلَأَصْرُخَنَّ إِلَى اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَمَا صَالِحٌ بِأَكْرَمَ عَلَى اللهِ مِنْ أَبِي وَلَا النَّاقَةُ بِأَكْرَمَ مِنِّي وَلَا الْفَصِيلُ بِأَكْرَمَ عَلَى اللهِ مِنْ وَلَدِي؛ میرے چچازاد کو چھوڑ دو، اس خدا کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! اگر تم نے علی کو نہ چھوڑا، تو میں قطعاً اپنے بال پریشان کر دوں گی، اور رسول اللہ ﷺ کا کرتا اپنے سر پر رکھ کر خدا کی بارگاہ میں نالہ و فریاد کروں گی، اور جان لو کہ ناقہ صالحؑ

---

[1] الارشاد: ج ۱، ص ۲۸۵؛ الشافی: ج ۳، ص ۲۲۵؛ بحار الانوار: ج ۲۸، ص ۳۵؛ کچھ فرق کے ساتھ: تاریخ الکبیر بخاری: ج ۱۱، ص ۲۱۶؛ مسند بزار: ج ۳، ص ۹۲؛ تاریخ دمشق: ج ۳۲، ص ۳۴۸؛ البدایہ والنہایہ: ج ۶، ص ۲۱۸؛ المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۵۰؛ تاریخ بغداد: ج ۱۱، ص ۲۱۶۔

[2] شرح نہج البلاغہ: ج ۳، ص ۱۰۷۔

[3] الاختصاص: ص ۱۸۶۔

جس کی وجہ سے عذاب نازل ہوا تھا، وہ خدا کے نزدیک مجھ سے زیادہ محترم نہیں، اور اس کا بچہ میرے بچوں سے زیادہ محترم نہیں، [یعنی خدا میرے لعن کرنے کی وجہ سے ضرور عذاب نازل کرے گا] سلمان کہتے ہیں: خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ مسجد کی دیواروں کے بنیادوں کو چھوڑنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ اتنی اونچی ہو گئیں کہ ان کے نیچے سے لوگ گزر سکتے تھے۔[1]

اس وقت امیر المومنینؑ نے سلمان سے کہا: يَا سَلْمَانُ أَدْرِكِ ابْنَةَ مُحَمَّدٍ؛ اے سلمان! دختر رسول ﷺ کو روکو! خدا کی قسم! اگر فاطمہؑ نے اپنے بال پریشان اور اپنے گریبان کو چاک کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کی قبر کے نزدیک جا کر نالہ و شیون کیے، تو مدینے کے افراد کو مہلت نہیں ملے گی اور یہ شہر زمین میں دھنس جائے گا!

سلمان جناب فاطمہؑ کے پاس آئے اور کہا: اے بنت رسول ﷺ! خدا نے آپ کے والد کو رحمت کی خاطر مبعوث فرمایا تھا، آپ واپس لوٹ جایئے۔ بی بی نے فرمایا: يَا سَلْمَانُ يُرِيدُونَ قَتْلَ عَلِيٍّ مَا عَلَيَّ صَبْرٌ؛ اے سلمان! یہ چاہتے ہیں کہ علیؑ کو قتل کر ڈالیں میں علیؑ کے قتل کے معاملے میں صبر نہیں کروں گی۔ مجھے جانے دو تا کہ میں اپنے بابا کی قبر پر جا کر بالوں کو پریشان کروں اور گریبان چاک کر ڈالوں اور خدا کی بارگاہ میں نالہ و شیون کروں۔ سلمان نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ شہر مدینہ زمین میں دھنس جائے گا، مجھے علیؑ نے آپ کے پاس بھیجا ہے اور کہا ہے کہ حکم ہے کہ گھر واپس پلٹ جاؤ۔ جیسے ہی فاطمہؑ نے علیؑ کا حکم سنا، فرمایا: إِذاً أَرْجِعُ وَأَصْبِرُ وَأَسْمَعُ لَهُ وَأُطِيعُ؛ بس میں واپس جاتی ہوں، صبر کرتی ہوں، جو علیؑ نے کہا اسے سنتی ہوں اور ان کا حکم بجا لاتی ہوں۔[2]

[1] احتجاج طبرسی: ج ۱، ص ۸۷؛ المسترشد: ص ۳۸۱؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۳۹۔
[2] تفسیر برہان: ج ۲، ص ۱۰۷؛ بحار الانوار: ج ۲۸، ص ۲۲۸ نقل از اختیار معرفۃ الرجال۔

۳۔ لوگوں کی بنت رسول ﷺ کے ساتھ بد خصلتی

مصیبتوں میں سے ایک جس نے سیدۃ النساءؑ کے دل کو زخمی کر دیا اور ان کے بابا کے فراق اور شوہر کی مظلومیت کے زخم پر نمک چھڑک گئی، وہ لوگوں کی بے وفائی اور بد خصلتی تھی۔ وہ لوگ جنہوں نے ان کے والد کی زحمتوں اور ہدایت کے اثر اور ان کے شوہر کی مسلسل اور وسیع فداکاریوں کی وجہ سے گمراہیوں کی گھاٹیوں سے نجات پائی تھی، اور بنت رسول ﷺ نے اپنے خطبے میں بخوبی ان باتوں کی جانب اشارہ بھی فرمایا ہے، ان سب نے ان تمام احسانات کے باوجود بھی ان پر اور ان کے شوہر پر ہونے والے مظالم پر چپ سادھ لی اور خاموش تماشائی بنے رہے!

ابن ابی الحدید کہتا ہے: جب امیر المومنینؑ کو مسجد میں لے گئے، اجتمع الناس ينظرون و امتلأت شوارع المدينة من الرجال؛ تو لوگ اکٹھے ہو گئے اور دیکھنے لگے جبکہ مدینے کے کوچہ و بازار لوگوں سے بھرے پڑے تھے۔[1]

امیر المومنینؑ متعدد دن تک بنت رسول ﷺ کو مرکب پر سوار کرا کے مہاجرین و انصار کے گھروں پر جا کر مدد کرنے کا تقاضا کرتے رہے لیکن کسی نے مدد نہیں کی۔

جناب سیدہؑ نے اپنے اس غم کا اظہار انصار و مہاجرین کی ان خواتین سے، جو ان کی عیادت اور احوال پرسی کے لیے آئیں تھیں، اس طرح کیا: میں نے اس حال میں صبح کی کہ تمہاری دنیا سے ناخشنود اور تمہارے مردوں پر غضبناک ہوں، میں نے انہیں آزمانے کے بعد دور اٹھا پھینکا ہے اور امتحان کے بعد میرا دل ان سے کھٹا ہو چکا ہو، برا ہو اس ناقص رائے، فاسد منطق اور نیزے کے کھٹل پن کا... تعجب ہے کہ کہاں اور کیوں ابوالحسنؑ سے خلافت کو دور کیا؟! انہیں علیؑ سے اور کوئی مشکل نہیں تھی سوائے خدا کی راہ میں ان کی اٹھائی ہوئی تلوار، جنگوں میں ان سے پہنچنے والے نقصانات اور علیؑ کے راہ خدا میں غضبناک ہونے سے۔[2]

---

[1] شرح ابن ابی الحدید: ج ۶، ص ۴۹۔

اور بی بی نے اپنے اس پُر شور و عظیم خطبے میں جو انہیں نے مسجد میں اپنے حق کے دفاع کی خاطر دیا تھا، لوگوں کو شدت کے ساتھ اپنی مدد کے لیے پکارا، لیکن ہر چیز موجود تھی سوائے جوانمردی اور غیرت کے جو اس مجمع میں نہیں پائی جاتی تھی۔

بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلائیں: إِيهاً بَنِي قَيْلَةَ أَأُهْضَمُ تُرَاثَ أَبِي - وَأَنْتُمْ بِمَرْأَى مِنِّي وَمَسْمَعٍ وَمُنْتَدىً وَمَجْمَعٍ تَلْبَسُكُمُ الدَّعْوَةُ وَتَشْمَلُكُمُ الْخِبْرَةُ وَأَنْتُمْ ذَوُو الْعَدَدِ وَالْعُدَّةِ وَالْأَدَاةِ وَالْقُوَّةِ؛ اے قیلہ کی اولادوں! (یہ انصار کی جدہ کا نام ہے) تمہاری نگاہوں کے سامنے میری میراث لوٹی جارہی ہے، تم میری آنکھوں اور کانوں کے سامنے بیٹھے ہو اور اجتماع و مجلس میں موجود ہو (لیکن کوئی اقدام نہیں کرتے) جبکہ تمہاری انفرادی قوت بہت زیادہ ہے اور تمہارے پاس وسیع قوت و اسلحہ موجود ہے، میری دعوت کو سنتے ہو پر لبیک نہیں کہتے؟ میری فریاد تمہارے درمیان گونج رہی ہے لیکن تم میری فریاد کو نہیں پہنچتے؟

اسی خطبے میں فرمایا: ذلت و ننگ ہو اس گروہ کے لیے جنہوں نے پیمان باندھنے کے بعد پیمان شکنی کی... جان لو کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ تم آرام طلب ہو گئے اور وہ جو مسلمین کی رہبری کے لیے سزاوار تھا تم نے اسے ایک کنارے لگا دیا اور خود تم تن پروری اور سکون و آسائش طلبی کی وجہ سے ایک گوشے میں خلوت نشین ہو گئے ہو...

جان لو کہ میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا، جبکہ میں جانتی ہوں کہ حق کی مدد نہ کرنا تمہارے گوشت و پوست میں رچا بسا ہوا ہے اور عہد شکنی نے تمہارے دلوں کو آلیا ہے، وَلَكِنَّهَا فَيْضَةُ النَّفْسِ وَنَفْثَةُ الْغَيْظِ وَخَوَرُ الْقَنَاةِ وَبَثَّةُ الصَّدْرِ وَتَقْدِمَةُ الْحُجَّةِ؛ لیکن میں کیا کروں؟ میرا دل خون ہوا جاتا ہے، میرے غم باہر نکل کر ظاہر ہوئے اور جو غم و اندوہ میرے سینے میں موجزن تھے وہ آشکار ہوئے اور میں نے حجت تمام کی۔

---

[1] معانی الاخبار: ص ۵۴؛ الاحتجاج: ج ۱، ص ۱۰۸؛ امالی طوسی: ص ۳۷۴؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۵۹۔

اس کے بعد بی بی رسول اللہ ﷺ کی قبر کی جانب متوجہ ہو کر فرماتی ہیں:

أَبْدَتْ رِجَالٌ لَنَا نَجْوَى صُدُورِهِمُ … لَمَّا مَضَيْتَ وَحَالَتْ دُونَكَ التُّرَبُ

تَجَهَّمَتْنَا رِجَالٌ وَاسْتُخِفَّ بِنَا … لَمَّا فُقِدْتَ وَكُلُّ الْأَرْضِ مُغْتَصَبُ

اے بابا! آپ کے بعد تو مختلف مصائب اور خبریں سامنے آگئیں کہ اگر آپ ہوتے تو یہ اتنی سنگین نہ ہوتیں... جب آپ کے اور ہمارے درمیان خاک حائل ہوئی تو کچھ لوگوں نے اپنے سینے سے راز آشکار کر دیے، آپ کے بعد ہماری تحقیر کی گئی اور ہمیں دلیری کے ساتھ اٹھا پھینکا۔ اے کاش کہ میں آپ سے پہلے مر جاتی، میں آپ کے جانے کے بعد اور اس کے بعد کہ خاک میرے اور آپ کے درمیان فاصلہ بنیں، ایسی مصیبت سے دوچار ہوئی کہ کسی نے بھی عرب و عجم میں ایسی مصیبت نہ دیکھی ہو گی![1]

شاید بی بی کو اس بات کی بالکل بھی امید نہ تھی کہ یہ بے وفا اس قدر ان کے حق میں جفا کریں گے اور ان کے حقوق کے معاملے میں اس قدر بے اعتنائی کا مظاہرہ کریں گے۔ روایت میں ہے کہ بی بی بہت زیادہ ناراضگی کے ساتھ گھر واپس لوٹ آئیں اور اپنا موقف یوں بیان فرمایا:

حَبَسَتْنِي قَيْلَةُ نَصْرَهَا وَالْمُهَاجِرَةُ وَصْلَهَا وَغَضَّتِ الْجَمَاعَةُ دُونِي طَرْفَهَا فَلَا دَافِعَ وَلَا مَانِعَ خَرَجْتُ كَاظِمَةً وَعُدْتُ رَاغِمَةً أَضْرَعْتَ خَدَّكَ يَوْمَ أَضَعْتَ حَدَّكَ افْتَرَسْتَ الذِّئَابَ وَافْتَرَشْتَ التُّرَابَ مَا كَفَفْتَ قَائِلًا وَلَا أَغْنَيْتَ طَائِلًا وَلَا خِيَارَ لِي لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هُنَيْئَتِي وَدُونَ ذِلَّتِي عَذِيرِي اللهُ مِنْهُ عَادِياً وَمِنْكَ حَامِياً وَيْلَايَ فِي كُلِّ شَارِقٍ وَيْلَايَ فِي كُلِّ غَارِبٍ مَاتَ الْعَمَدُ وَوَهَنَ الْعَضُدُ شَكْوَايَ إِلَى أَبِي وَعَدْوَايَ إِلَى رَبِّي؛ انصار نے میری مدد کرنے سے منہ پھیر لیا، اور مہاجرین نے بھی میری کوئی مدد نہ کی، لوگوں نے میرے لیے آنکھیں بند کر لیں، میرے لیے کوئی دفاع کرنے والا نہیں اور میرے حقوق کے لٹنے میں کوئی مانع نہیں، میں غضبناک دل کے

---

[1] کتاب کے آخر میں تتمہ کے طور پر اس خطبے کی اسناد و مصادر اور اس کا اصل متن و ترجمہ پیش کیا جائے گا (مترجم)

ساتھ گئی تھی اور سر جھکائے واپس آگئی ہوں اور اب تو مجھ میں سکت نہیں رہی۔ اے کاش کہ میں اس ذلت کو اٹھانے سے پہلے ہی مر جاتی ہر شب و روز وائے ہو مجھ پر، میرے پشت پناہ اس دنیا سے رخصت ہوئے اور میرا بازو کمزور ہو گیا، میں اپنا گلہ اپنے بابا کی بارگاہ میں اور فیصلہ خدا سے طلب کروں گی۔[1]

۴۔ بنت رسول ﷺ کی عجیب مظلومیت اور ان کی بے توقیری

بی بی کی بے تابی اور غموں کے اہم عوامل میں سے ایک وہ مظالم تھے جو بعد رسول ﷺ مختصر سی مدت میں ان پر آن پڑے تھے، اس طور کے ان کی تمام عزت وشرافت وعظمت کی تحقیر و بے توقیری کی گئی، ان کی حرمت کو پائمال کیا گیا، اور سیدۃ النساء العالمین کو اکیلے پن اور حقیر ہونے کا احساس ہونے لگا۔ بی بی یہ محسوس کرنے لگیں کہ جو اوج عزت وعظمت اور مقام انہیں ان کے بابا کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ کے نزدیک حاصل تھا، اسے ان دیکھا کرتے ہوئے انہیں تحقیر کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بی بی نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: آپ کے جانے کے بعد بعض لوگوں نے اپنے کینوں کا اظہار کر دیا اور ہماری تحقیر کی نیز ہمیں ایک طرف کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ابھی اسی نکتے کی جانب اشارہ کیا کرتے ہوئے فرمایا تھا: وَقَدْ دَخَلَ الذُّلُّ بَيْتَهَا وَ انْتُهِكَتْ حُرْمَتُهَا وَ غُصِبَتْ حَقَّهَا وَ مُنِعَتْ إِرْثَهَا وَ كُسِرَ جَنْبُهَا [وَ كُسِرَتْ جَنْبَتُهَا] وَ أَسْقَطَتْ جَنِينَهَا وَهِيَ تُنَادِي يَا مُحَمَّدَاهُ فَلَا تُجَابُ وَتَسْتَغِيثُ فَلَا تُغَاثُ؛ گویا میں اپنی بیٹی کو دیکھ رہا ہوں کہ ذلت اس کے گھر تک آگئی ہے اور اس کی حرمت کو پائمال کیا گیا، اس کا حق غصب کیا جا رہا ہے، اسے اس کے ارث سے محروم کیا جا رہا ہے، اس کا پہلو شکستہ ہے، اس کا بچہ

[1] بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۴۸؛ البتہ مختلف کتابوں میں اس خطبے کے متن میں جزوی اختلاف دیکھا جا سکتا ہے۔

سقط ہو گیا ہے اور وہ پکار رہی ہے: یا محمداہ! اور کوئی اس کو جواب نہیں دیتا، وہ مدد کے لیے پکار رہی ہے لیکن کوئی اس کی مدد نہیں کرتا...[1]

اے کاش کہ یہ روایت نہ ہوتی!

وہ کیسے احساس حقارت نہ کریں جبکہ بعض فریب خوردہ افراد، لکڑیاں اٹھائے، ان کے گھر کے سامنے جو بیت وحی ہے، بنا کسی شرم و حیا کے، آگ لگانے پہنچ جائیں، اور ان کا سرغنہ ہاتھ میں آگ لے کر آواز لگائے: یا علیؑ! گھر سے باہر نکلو ورنہ گھر کو اس کے اہل سمیت پھونک ڈالوں گا۔[2]

عجیب! یہ مرد کیا کہہ رہا ہے؟ یہ حملہ کرنے والے کہاں سے آئے ہیں؟ کیا یہ وہی گھر نہیں جس میں رسول اللہ ﷺ بنا اجازت کے داخل نہیں ہوتے تھے؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کئی ماہ تک اس گھر کے سامنے کھڑے ہوتے اور اس کے اہل پر اسلام کرکے آیہ تطہیر کی تلاوت فرماتے؟ رسول اللہ ﷺ کی قبر سے اس گھر تک فاصلہ ہی کتنا تھا؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ کسی شخص کا احترام چاہتے ہو تو اس کی اولاد کا احترام کرو ویسے ہی جیسے ان کی بیٹی فاطمہؑ نے بھی انہیں یاد دلایا تھا؟

ایک شخص نے چاہا کہ اس دھمکانے والے کو اس کی سنگین ذمہ داری کی جانب متوجہ کرے، اس نے آواز دی: اس گھر کو آگ لگانے کی دھمکی دیتا ہے؟ اس میں تو فاطمہؑ ہیں، لیکن اس نے جواب دیا: ہوتو ہو![3]

---

[1] امالی صدوق: ص ۱۱۲؛ بحار الانوار: ج ۲۸، ص ۳۸۔

[2] تاریخ طبری: ج ۳، ص ۲۰۲؛ شرح نہج البلاغہ: ج ۲، ص ۵۲۔

[3] الامامۃ والسیاسۃ: ج ۱، ص ۳۰؛ الاحتجاج: ج ۱، ص ۲۰۷۔

ناگاہ لوگوں نے سیدۃ النساء العالمین، بنت رسول ﷺ اور نور چشم رحمت العالمین کی آواز سنی جو کہہ رہی تھیں: کیا میرے گھر کے در کو آگ لگاؤ گے؟ اور اس مرد نے گستاخانہ انداز میں کہا: ہاں![1]

بنت رسول ﷺ نے فرمایا: کیا خدا سے نہیں ڈرتے جو میرے گھر میں بنا اجازت کے داخل ہوا چاہتے ہو؟ میں تمہیں اپنے گھر میں گھسنے نہیں دوں گی، ناگاہ گھر کا دروازہ جلنے لگا، بنت رسول ﷺ نے آواز دی: بابا! آپ کے بعد ہمیں ان سے کیا کیا سہنا پڑ رہا ہے؟![2]

اگر حملہ آواروں کے ہجوم اور ان کے فلک شگاف نعرے تھمتے تو در و دیوار کے درمیان پسنے کی وجہ سے بنت رسول ﷺ کے سینے کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنائی دیتی۔

فهجموا عليه و احرقوا بابه و استخرجوه كرها و ضغطوا سيدة النساء بالباب حتى اسقطت محسنا؛ علیؑ کے گھر پر حملہ کیا اور دروازے کو پھونک ڈالا اور انہیں گھر سے باہر کھینچتے ہوئے لے آئے، اور سیدۃ النساء کو اس طرح دروازے کے پیچھے پیسا کہ ان کا بیٹا محسن سقط ہو گیا۔[3]

اور اس درمیان تازیانے، تلوار کی میان، اور لات مارنے کی بھی بات تھی کہ یہ سب بنت رسول ﷺ کے بدن مطہر پر روا رکھے گئے۔[4]

امام حسن مجتبیؑ نے معاویہ کی مجلس میں مغیرہ بن شعبہ سے فرمایا: وَأَنْتَ الَّذِي ضَرَبْتَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ ص حَتَّى أَدْمَيْتَهَا وَأَلْقَتْ مَا فِي بَطْنِهَا اسْتِذْلَالاً مِنْكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ص وَ مُخَالَفَةً مِنْكَ لِأَمْرِهِ وَ انْتِهَاكاً لِحُرْمَتِهِ وَ قَدْ قَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ص يَا فَاطِمَةُ أَنْتِ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ

[1] انساب الاشراف: ج۲، ص۲۶۸.

[2] الامامۃ والسیاسۃ: ج۱، ص۳۰

[3] مسعودی، اثبات الوصیۃ: ص۱۴۳.

[4] کتاب سلیم بن قیس، ملل و نحل، شہرستانی، احتجاج طبرسی، معارف ابن قتیبہ...

الْجَنَّةِ وَ اللّٰهُ مُصِيرُكَ إِلَى النَّارِ؛ تو تھا جس نے بنت رسول ﷺ کو اس طرح سے زدو کوب کیا کہ انہیں زخمی کردیا، ان کے شکم میں جو بچہ تھا وہ سقط ہو گیا، تو نے یہ کام اس لیے کیا تا کہ اس کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی تحقیر، ان کے حکم کی مخالفت اور ان کی ہتک حرمت کر سکے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہؑ سے فرمایا تھا: تو جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔ اے مغیرہ! جان لے کہ خدا تجھے جہنم رسید کرے گا۔[1]

رسول اللہ ﷺ نے اپنی آخری عمر میں مہاجر و انصار کو وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: أَلَا إِنَّ فَاطِمَةَ بَابُهَا بَابِي وَ بَيْتُهَا بَيْتِي فَمَنْ هَتَكَهُ فَقَدْ هَتَكَ حِجَابَ اللّٰهِ؛ اے لوگو! فاطمہؑ کے گھر کا در میرا گھر کا در ہے، جس کسی نے بھی اس کی بے حرمتی کی اس اس نے حجاب اللہ کو چاک کیا۔[2]

امام موسیٰ کاظمؑ جنہوں نے اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے نقل فرمایا، اس وقت اپنے سخن کو قطع فرما کر کافی دیر تک روتے رہے اور کے بعد فرمایا: هُتِكَ وَ اللّٰهِ حِجَابُ اللّٰهِ هُتِكَ وَ اللّٰهِ حِجَابُ اللّٰهِ هُتِكَ وَ اللّٰهِ حِجَابُ اللّٰهِ يَا أُمَّهْ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهَا؛ بخدا حجاب خدا کو چاک کر دیا گیا، بخدا حجاب خدا کو چاک کر دیا گیا، بخدا حجاب خدا کو چاک کر دیا گیا، اے میری ماں (زہراؑ) خدا کی ان پر رحمتیں نازل ہوں۔[3]

---

[1] الاحتجاج: ج ۱، ص ۲۷۸؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۹۷۔

[2] بحار الانوار: ج ۲۲، ص ۴۷۷۔

[3] ایضاً۔

﴿۲۶﴾

حقائق میں تحریف کی بے ہودہ کوشش

شیعہ و سنی علماء کی ایک کثیر تعداد نے صحیح اسناد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے، جس کسی نے بھی اس غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔ اور فرمایا: إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَغْضَبُ لِغَضَبِكِ، وَيَرْضَى لِرِضَاكِ: اے فاطمہؑ! بے شک خدا تیرے غضب سے غضبناک اور تیری رضا سے راضی ہوتا ہے۔[1]

اسی حدیث پر توجہ کی وجہ سے اہلسنت عالم سہیلی (م ۵۸۳ھ) کہتے ہیں: جو کوئی بھی فاطمہؑ پہ سب کرے وہ کافر ہے کیونکہ اس نے اس عمل سے فاطمہؑ کو غضبناک کیا اور فاطمہؑ کا غضب مساوی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غضب کے اور جس نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غضبناک کیا وہ کافر ہے۔[2]

جو چیز مایہ تعجب ہے وہ ناجائز توجیہات ہیں جو بعض افراد کی جانب سے حدیث مذکور کے بارے میں پیش کی گئی ہیں۔ کیونکہ یہ بات تو مسلم ہے کہ دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مظالم کی وجہ

---

[1] صحیح بخاری: ج۵، ص ۳۶؛ صحیح مسلم: ج۱۶، ص ۲۳۵؛ کچھ فرق کے ساتھ مسند احمد: ج۴، ص ۳۲۸؛ مستدرک حاکم: ج۳، ص ۵۸ و ۱۵۳؛ فیض القدیر للسیوطی: ج۴، ص ۵۵۴؛ اسد الغابۃ: ج۵، ص ۵۲۲؛ تہذیب التہذیب: ج۱۲، ص ۴۴۱؛ مجمع الزوائد: ج۹، ص ۲۰۳؛ الاصابۃ: ج۴، ص ۳۷۵؛ میزان الاعتدال: ج۱، ص ۵۳۵؛ ان مصادر میں یا تو مذکورہ بالا دونوں احادیث یا پھر ان میں سے ایک حدیث نقل کی گئی ہے۔

[2] فضائل الصحابۃ من فتح الباری: ص ۲۱۸۔

سے جو بعد رسول ﷺ ان پر ڈھائے گئے خلیفہ اول سے ناراض تھیں یہاں تک کہ ان سے قطع تعلق کر لیا اور آخر عمر تک ان سے بات تک نہ کی اور وصیت کی کہ وہ ان کے جنازے میں بھی شرکت نہ کریں۔[1]

ابن تیمیہ جیسے بعض افراد جنہوں نے تمام دقت اور تعصب کے بعد بھی جب اس حدیث کی توجیہ کے لیے کوئی راہ نہ پائی تو صریحاً اس حدیث کے منکر ہو گئے، وہ کہتا ہے: یہ حدیث جھوٹی ہے اور اہل روایت نے اسے رسول اللہ ﷺ سے روایت نہیں کیا اور یہ مشہور احادیث کے درمیان نہیں ملتی، نہ مشہور سند میں، نہ صحیح اور نہ حسن میں![2]

ابن تیمیہ سے اس سے زیادہ توقع بھی کیا کی جاسکتی ہے کیونکہ اس کے دل میں مرض ہے اور وہ واضحات کے انکار میں شہرہ آفاق ہے ورنہ اس جیسے عالم سے یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ایسی مشہور حدیث کو ان دیکھا کر دے جسے بزرگ محدثین نے اس کی پیدائش سے قرن ها قبل روایت کیا ہے۔[3]

اہلسنت کے بزرگ عالم دین حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو صحیح شمار کیا ہے۔ مجدی فتحی تصریح کرتا ہے: هذا الحديث احسن شيئ رؤيته و اصح اسناد قراته![4] آج تک جتنی

---

[1] صحیح بخاری.

[2] منہاج السنۃ: ج ۲، ص ۱۷۰.

[3] الآحاد والمثانی للابو بکر شیبانی (م ۲۸۷ھ): ج ۵، ص ۳۶۳؛ الذریۃ الطاہرۃ للدولابی (م ۳۱۰ھ): ص ۱۶۸؛ المعجم للابو یعلی الموصلی (م ۳۰۷ھ): ج ۱، ص ۱۹۰؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۱، ص ۱۰۸؛ الکامل للابن عدی (م ۳۶۵ھ): ج ۳، ص ۳۱۷؛ شرف النبی للابو سعید (م ۴۰۷ھ): ص ۲۳۹؛ معرفۃ الصحابۃ للابو نعیم اصفہانی (۴۳۰ھ): ج ۵، ص ۱۳۷؛ مناقب علی بن ابی طالب للابن مغازلی (م ۴۸۳ھ): ص ۳۵۱.

[4] الثغور الباسمۃ للسیوطی: ص ۳۰.

احادیث دیکھیں یہ ان میں سے بہترین ہے، اور میں نے آج تک جتنی بھی احادیث پڑھیں ان میں یہ صحیح ترین سند کی حامل ہے۔

کیسے ممکن ہے کہ جو حدیث ان کی اہم ترین کتاب میں وارد ہوئی ہے یعنی صحیح بخاری میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا فَقَدْ أَغْضَبَنِي، فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ اور صحیح مسلم میں آیا ہے: إِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي يُؤْذِينِي مَنْ آذَاهَا. فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ کو ان دیکھا کر دیا جائے؟

رہے باقی دوسرے جنہیں اس حدیث کی صحت کو قبول کرنے کے سوا کوئی اور چارہ نہ دکھا، انہوں نے خلیفہ اول کی خطا اور ان کے اپنے عمل پر ادعائے پشیمانی کے اعتراف کی بجائے کہ خلیفہ اول جناب صدیقہ طاہرہ کو تکلیف دینے کا باعث بنے، خلیفہ کے دفاع کی خاطر بالکل ویسے ہی توجیہات ست کی راوی جس طرح امیر المومنینؑ کے خلاف عائشہ کی شورش کی نسبت لی تھی، تاکہ مذکورہ حدیث کو ہلکا کرنے سے خلیفہ کو اس خطائے بزرگ سے دور کر سکیں۔

ان افراد میں سے ایک فضل بن روزبہان ہے جو اپنے مضطرب و متناقض جواب میں پہلے تو اس بات کا مدعی ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس سے مقصود یہ تھا کہ جب بھی فاطمہؑ باحق ناراض ہوں، تو خدا بھی غضبناک ہوتا ہے اور یہ بات معلوم نہیں کہ فاطمہ کا ابو بکر سے ناراض ہونا باحق تھا کیونکہ ابو بکر نے تو اپنی ذمہ داری پر عمل کیا ہے!!

اور جب اس اعتراض سے سامنا ہوتا ہے کہ: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس سے مقصود یہ تھا کہ جب بھی فاطمہؑ باحق ناراض ہوں تو خدا بھی غضبناک ہوتا ہے، تو یہ فاطمہؑ کے لیے کوئی امتیاز تھوڑی ہے، کیونکہ جو کوئی بھی باحق کسی دوسرے سے ناراض ہو تو خدا بھی غضبناک ہوتا ہے۔ (اور یہ بات سب کے لیے عام ہے اور فاطمہؑ سے مخصوص نہیں) تو وہ بحث کا رخ موڑتا ہے اور

اوعا کرتا ہے کہ فاطمہؑ تو ناراض ہوئیں ہی نہیں بلکہ ان کے دل میں ایک درد ہوا اور ان کی قلبی حالت متغیر ہوئی لیکن یہ قلبی تغیر اپنے ساتھ دوری اور جدائی نہیں رکھتا بلکہ اس طرح تو رسول اللہ ﷺ بھی اپنے اصحاب سے بہت زیادہ ناراض ہوتے تھے اور بعد میں راضی ہو جاتے تھے، اور اس مقدار میں ناراض ہونا، اذیت و تکلیف میں شمار نہیں ہوتا جو اس آیہ میں شامل ہو: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ...﴾ بے شک وہ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی ان پر اللہ کی لعنت ہی دنیا میں بھی عقبیٰ میں بھی۔[۱] اور فاطمہؑ کبھی بھی اپنے بابا کے وزیر اور ان کے غار کے ساتھی سے ناراض نہیں ہو ئیں۔[۲]

آپ دیکھیے کہ یہ شخص کس طرح خلیفہ اول کے دفاع میں زحمت اٹھاتے ہوئے بے ہودہ کوشش کرتا ہے تاکہ حقائق میں تحریف کر کے حدیث رسول اللہ ﷺ کی برعکس توجیہ کرے۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اگر فاطمہؑ ابو بکر سے ناراض ہوئی ہوتیں تو لازم تھا کہ ان سے دشمنی مول لیتیں اور قطع تعلق کر لیتیں جبکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ لازم ہے کہ اس شخص سے پوچھا جائے: دشمنی اور جدائی سے مراد کیا ہے؟ کیا لازم ہے کہ لشکر کشی، کشت و کشتار انجام پائے ویسے ہی جیسے بنت ابو بکر اور امیر المومنینؑ کے درمیان جنگ جمل میں ہوئی اور مسلمانوں میں سے ہزاروں افراد خاک و خون میں غلطاں ہو گئے؟ اور عجیب بات تو یہ ہے (کہ اگر ایسا بھی ہوا ہوتا تب بھی تم ہم نہ مانیں کے مصداق بن جاتے کیونکہ) تم اس جنگ و جدل اور کشت و کشتار کو بھی امیر المومنینؑ کے ساتھ رہبران جمل کی دشمنی کی علامت نہیں مانتے؟!! کون سی ناراضگی اور کون سا قطع تعلق اور عداوت اس سے بڑھ کر ہو گی جس کی صحیح بخاری نے تصریح کی ہے:

---

[۱] الاحزاب: ۵۷۔

[۲] دلائل الصدق: ج ۳، ص ۵۹۶۔

فاطمہؑ ابو بکر سے ناراض ہو گئیں اور ان سے قطع تعلق کر لیا اور جب تک زندہ رہیں ابو بکر سے بات تک نہ کی اور امیر المومنینؑ نے فاطمہ کی وصیت کے مطابق [شیخین کو مطلع کیے بنا اور ان کے حضور کے بغیر ہی] فاطمہؑ پر نماز پڑھی اور انہیں رات کو مخفیانہ طور پر سپرد خاک کر دیا۔

صحیح مسلم میں آیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال؛[1] کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے برادر سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے۔ اس کے باوجود بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدۃ النساء العالمینؑ نے آخر عمر تک کیوں خلیفہ سے بات نہ کی اور ان سے قطع تعلق کیے رکھا؟

---

[1] باب تحریم الھجر فوق ثلاثۃ ایام...

﴿۲۷﴾
حضرت فاطمہ حجت بالغۂ الٰہی

اسرار آمیز عجائب میں سے جناب زہرا کی حکومت اور ان کے طرفداروں کے ساتھ روا رکھی جانے والی رفتار وگفتار تھی۔ وہ جن کی شان میں قرآن کی عظیم آیات جیسے آیہ تطہیر ومباہلہ و مودت وانسان نازل ہوئیں، اور ایسے ہی رسول اللہ ﷺ نے ان کی شان میں احادیث کا ایک انبوہ بے کراں ارشاد فرمایا جیسے حدیث ثقلین، حدیث سفینہ، بالخصوص یہ احادیث کہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے، فاطمہ کی ناراضگی میری ناراضگی ہے، جس نے بھی اسے غضبناک کیا اس نے خدا کو غضبناک کیا، جس نے بھی اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور اسی طرح کے دسیوں امتیازات جناب سیدہ کو حاصل تھے، ایسی بی بی نے بعد رسول ﷺ پیدا ہونے والے انحراف پر اعتراض کیا، کیونکہ وہ اس انحراف کے آغاز کے حالات کی حساسیت سے بخوبی واقف تھی اور جانتی تھیں کہ اگر انہوں نے سکوت اختیار کر لیا، تو حاکم وقت کا دربار، اس کے چیلے اور ان کے بعد ان سے وابستہ توجیہ گر افراد، صحابہ کے اس انحراف پر اجماع وہم آہنگی کا راگ الاپیں گے۔ جیسا کہ انہوں نے امیر المومنینؑ کے بارے میں بھی باوجود شدید اعتراض کے اس بات کا ادعا کیا ہے۔

شاید جس وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ: فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے، اسے تکلیف دینا مجھے تکلیف دینا ہے، خدا اس کے غضب سے غضبناک اور اس کی رضا سے راضی ہوتا ہے، لوگوں نہیں جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ راہ ہدایت کے روشن ہونے کے لیے کس عظیم ذخیرے

کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ اور صدیقہ طاہرہؑ نے اسی عظیم ذخیرے سے استفادہ کیا، ابتداء میں انہوں نے شدت کے ساتھ واقعہ فدک اور غصب خلافت پر اعتراض کیا اور اس کی وجہ سے حالت قہر و غضب کے ساتھ ان سے جدا ہو گئیں۔ حاکم نے چاہا کہ عیادت کے بہانے معافی مانگے اور اس طرح اس قصے کو پاک کر دے، لیکن صدیقہ طاہرہ نہ فقط یہ کہ راضی نہ ہوئیں بلکہ فرمایا: میں تم سے بات نہیں کروں گی یہاں تک کہ اپنے بابا سے جا ملوں اور تمہاری اور جو کچھ تم نے میرے ساتھ روا رکھا ہے، بابا سے شکایت کروں گی! اس کے بعد ان دونوں کو قسم دی: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ انہوں نے فرمایا: اَنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْهَا فَمَنْ آذَاهَا فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ؛ بے شک فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے اور میں اس کا، جس کسی نے بھی اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔۔۔

ان دونوں نے تصدیق کی، اس وقت بی بی نے فرمایا: میں خدا اور ملائکہ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے غضبناک کیا ہے اور مجھے راضی نہیں کیا اور جب میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کروں گی تو تم دونوں کی شکایت کروں گی۔ ابو بکر نے کہا: اے فاطمہؑ میں آپ کے اور خدا کے غضب سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں اور اس کے بعد ابو بکر نے رونا شروع کر دیا، لیکن جناب سیدہؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں ہر نماز کے بعد تم پر لعنت کرتی ہوں۔[1]

اور یہ بات تو معلوم ہے کہ معافی اپنی خطاؤں کی بھرپائی اور ظلم کے معالجے کے بنا لباس سچائی زیب تن نہیں کر سکتی۔ یہ مسئلہ بھی ذاتی نہیں تھا بلکہ لازم تھا کہ اسلام کی راہ میں جس انحراف نے کجی پیدا کی تھی وہ برطرف ہوتا یا کم از کم لوگ اس سے آگاہ ہو جاتے اور خدا کی حجت تمام ہوتی، اور سب جان جاتے کہ فاطمہ اطہرؑ جن کی عصمت کی گواہی قرآن نے، اور ان کی صداقت، پاکیزگی اور مظلومیت کی رسول اللہ ﷺ نے گواہی دی، وہ پاک مخدرہ حکمرانوں کے

[1] الامامۃ والسیاسۃ: ج ۱، ص ۱۴؛ نقل از الغدیر: ج ۷، ص ۲۳۱۔

ساتھ نہیں تھی۔

اور اس لیے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ آخر میں بنت رسول ﷺ ان سے راضی ہو گئیں تھیں بی بی نے ان سے تا آخر عمر کلام نہیں کیا، اور حالت غضب میں دنیا سے رخصت ہوئی اور وصیت کی کہ انہیں رات میں مخفیانہ اور غریبانہ انداز میں دفن کیا جائے تا کہ یہ ناراضگی ابدی اور ان پر ہونے والوں مظالم کا نشان بن کر باقی رہے، اور ان لوگوں کے لیے چراغ راہ قرار پائے جو خدا اور اس کے رسول ﷺ کی رضا اور عصمت کبری اور سفینہ نجات کی راہ کی تلاش میں ہیں اور جو چاہتے ہیں کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے غضب سے امان میں رہیں۔

اور ممکن ہے کہ وہ متعدد احادیث جن میں جناب فاطمہ کو اپنے محبوں کو جہنم سے نجات دلانے والی مخدرہ کے عنوان سے متعارف کروایا گیا ہے وہ بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتی ہوں۔

امام رضاؑ نے اپنے اجداد کے توسط سے رسول اللہ ﷺ سے روایت فرمائی کہ آپؐ نے فرمایا: إِنَّمَا سَمَّيْتُ ابْنَتِي فَاطِمَةَ لِأَنَّ اللهَ فَطَمَهَا وَ فَطَمَ مُحِبِّيهَا عَنِ النَّارِ. میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا ہے کیونکہ خدا نے اسے اور اس کے محبوں کو جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔[1]

جی ہاں بی بی کے محب اس حجت الہی کے مشاہدے اور ان کے جہاد، استقامت اور منحرفین سے عدم صلح سے ذریعے راہ حق کو بخوبی پہچان لیتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ آئمہ اطہارؑ بھی بعض اوقات اس حجت الہی سے کردار سے تمسک اختیار کرتے تھے۔

روایت میں ہے کہ برامکہ کے بیٹوں میں سے کسی ایک نے امام رضاؑ سے خلیفہ اول اور ایک اور روایت کے مطابق شیخین کے بارے میں سوال کیا۔ امام نے اسے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ فقط یہ فرمایا: سُبْحَانَ اللهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَ اللهُ أَكْبَرُ، لیکن اس مرد نے اصرار کیا تو آپ

---

[1] عیون اخبار الرضاؑ: ج ۲، ص ۴۶؛ امالی طوسی: ص ۲۹۴؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۲۔

نے فرمایا: كَانَتْ لَنَا أُمٌّ صَالِحَةٌ مَاتَتْ وَهِيَ عَلَيْهِمَا سَاخِطَةٌ وَلَمْ يَأْتِنَا بَعْدَ مَوْتِهَا خَبَرُ أَنَّهَا رَضِيَتْ عَنْهُمَا. ہماری ایک صالحہ ماں (یعنی جناب فاطمہؑ) تھیں، وہ اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئیں کہ ان دونوں سے ناراض تھیں اور اس کے بعد اب تک ہمیں ان کی رضایت کی خبر نہیں پہنچی۔[1]

[1] الطرائف: سید ابن طاؤوس: ج ۱، ص ۲۵۲.

﴿۲۸﴾

دیکھ تو سہی کہاں سے کہاں تک کا فرق ہے!

صدیقہ طاہرہؑ سے مربوط عجائبات میں سے ایک لوگوں کا ان کی دعوت کے مقابل نامردی دکھانا تھا۔ وہ دعوت جو انہوں نے اپنے حق کو حاصل کرنے کے لیے دی تھی، یعنی فدک اور اپنے ارث کو حاصل کرنے کے لیے جن پر قرآن اور احادیث تصریح کرتی ہیں۔ جبکہ بی بی نے کسی کو بھی خلیفہ کے خلاف مسلحانہ شورش پر نہیں اکسایا۔ اس کے باوجود کہ قرآن کی آیات اور احادیث نبوی ان کی، ان کے شوہر کی اور ان کے بچوں کی عصمت وطہارت، صداقت اور عظمت پر گواہی دے رہی تھیں۔ لیکن جب انہوں نے مسجد نبوی میں مدینے کے لوگوں کے درمیان مہاجرین وانصار کے ہوتے ہوئے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس ضمن میں ان سے مدد چاہی تو کسی نے بھی ان کی مدد نہ کی!

وہ شکستہ دل کے ساتھ گھر واپس لوٹ آئیں اور امیر المومنینؑ سے بولیں: انصار نے میری مدد کرنے سے منہ پھیر لیا، اور مہاجرین نے بھی میری کوئی مدد نہ کی، لوگوں نے میرے لیے آنکھیں بند کر لیں، میرے لیے کوئی دفاع کرنے والا نہیں اور میرے حقوق کے لٹنے میں کوئی مانع نہیں، میں غضبناک دل کے ساتھ گئی تھی اور سر جھکائے واپس آگئی ہوں اور اب تو مجھ میں سکت نہیں رہی۔ اے کاش کہ میں اس ذلت کو اٹھانے سے پہلے ہی مر جاتی ہر شب دروازے ہو مجھ پر، میرے پشت پناہ اس دنیا سے رخصت ہوئے اور میرا بازو کمزور ہو گیا، میں اپنا گلہ اپنے بابا کی

بارگاہ میں اور فیصلہ خدا سے طلب کرونگی۔[1]

کمال تعجب! یہ افراد اس وقت تو حاضر نہیں تھے کہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع میں خلیفہ پر کوئی چھوٹا سا اعتراض ہی کردیں، لیکن جب بنت ابوبکر نے خلیفۃ المسلمین امیر المومنین علیؑ کے خلاف شورش برپا کر کے ناحق قیام کیا اور ایک ظلم پر مبنی جنگ، جمل کی بنا ڈالی، تو ہزاروں افراد نے ان کی مدد کی اور اپنی جان ان پر قربان کر ڈالی! اس معمے کا راز کیا ہے؟

علیؑ کا مددگار لازم ہے کہ تنہا رہ جائے چاہے اس کا دعوی برحق اور دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن لازم ہے کہ علیؑ کے مخالف کی مدد کی جائے چاہے وہ ایک مسلم حرام کے انجام اور برحق خلیفہ مسلمین کے خلاف شورش نیز ہزاروں افراد کے قتل کا باعث ہی کیوں نہ بنے!

[1] بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۴۸؛ البتہ مختلف کتابوں میں اس خطبے کے متن میں جزوی اختلاف دیکھا جا سکتا ہے۔

﴿۲۹﴾

جناب سیدہؑ کا عجیب وصیت نامہ

عجائبات فاطمیؑ میں سے ایک بی بی کی اسرار آمیز وصیت ہے جو اپنے اندر عجیب آثار رکھتی ہے۔ بی بی نے اپنے دو وصیت ناموں میں جن میں سے ایک کتبی تھا اور دوسرا زبانی، سختی سے حکم فرمایا کہ وہ افراد جنہوں نے آپ پر ظلم کیا ہے وہ ان کے جنازے میں شرکت نہ کریں اور انہیں مخفیانہ طور پر سپرد خاک کر دیا جائے۔

بی بی نے اپنی وصیت کے ضمن میں امیر المومنینؑ سے فرمایا: میں آپ کو وصیت کرتی ہوں کہ جنہوں نے مجھ پر ظلم کیا اور جنہوں نے میرا حق چھینا ان میں سے کوئی ایک بھی میرے جنازے میں شرکت نہ کرنے پائے۔ یہ میرے اور خدا اور رسول ﷺ کے دشمن ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی میرے اوپر نماز نہ پڑھنے دیجیے گا اور نہ ان کے پیروکاروں کو۔ مجھے رات میں اس وقت جب پلکیں ایک دوسرے سے ملی ہوں اور آنکھیں سو رہی ہوں سپرد خاک کیجیے گا۔[1]

واقدی کہتا ہے: جناب سیدہؑ نے وقت رحلت علیؑ کو وصیت کی کہ ابو بکر و عمر ان پر نماز نہ پڑھیں اور حضرت علیؑ نے بھی اس وصیت پر عمل کیا۔[2]

جناب فاطمہؑ کا مکتوب وصیت نامہ اس طرح نقل ہوا ہے: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ هٰذَا مَا أَوْصَتْ بِهِ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ص أَوْصَتْ وَهِيَ تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ

---

[1] روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۱۵۱؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۹۱۔

[2] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۶۳؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۸۲۔

أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ ﴿وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ﴾ يَا عَلِيُّ أَنَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ زَوَّجَنِي اللهُ مِنْكَ لِأَكُونَ لَكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ أَنْتَ أَوْلَى بِي مِنْ غَيْرِي حَنِّطْنِي وَغَسِّلْنِي وَكَفِّنِّي بِاللَّيْلِ وَصَلِّ عَلَيَّ وَادْفِنِّي بِاللَّيْلِ وَلَا تُعْلِمْ أَحَداً وَأَسْتَوْدِعُكَ اللهَ وَأَقْرَأْ عَلَى وُلْدِي السَّلَامَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ؛

یہ وصیت نامہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہے۔ وہ شہادت دیتی ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اور یہ کہ جنت و جہنم حق ہے، بنا کسی تردید کے قیامت آکر رہے گی اور خدا اہل قبور کو مبعوث فرمائے گا۔

یا علیؑ! میں فاطمہؑ ہوں رسول ﷺ کی بیٹی۔ خدا نے میری آپ سے شادی کروائی تاکہ میں دنیا و آخرت میں آپ کے لیے رہوں۔ آپ تمام لوگوں میں میرے لیے زیادہ سزاوار ہیں۔ آپ مجھے غسل دے کر حنوط کیجیے گا، مجھے شب میں کفن دیجیے گا اور شب میں ہی مجھ پر نماز پڑھ کر دفن کر دیجیے گا اور کسی کو خبر مت کیجیے گا۔ میں آپ کو خدا کے سپرد کرتی ہوں، قیامت تک آنے والی میری نسل کو میرا سلام پہنچا دیجیے گا۔[1]

امیر المومنینؑ نے بھی اس وصیت پر عمل کیا اور خلیفہ اور ان کے ساتھیوں کو اطلاع دیے بنا، رات میں، مظلوم بنت رسول ﷺ کے پیکر مقدس کو سپرد خاک کر دیا۔ صحیح بخاری میں آیا ہے: فاطمہؑ نے ابو بکر سے اپنی اس میراث کا مطالبہ کیا جو انہیں رسول اللہ ﷺ سے پہنچی تھی ... ابو بکر نے انہیں کچھ نہ دیا۔ فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذَلِكَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ ص سِتَّةَ أَشْهُرٍ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ ع لَيْلًا وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا عَلِيٌّ ع. بس فاطمہؑ ابو بکر سے ناراض ہو گئیں اور ان سے قطع تعلق کر لیا اور مرتے دم تک ان سے کلام نہ کیا، وہ رسول ﷺ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں اور جب وہ دنیا سے

[1] بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۱۴.

رخصت ہوئی تو علیؑ نے انہیں دفن کیا اور ابوبکر کو اطلاع نہیں دی اور علیؑ نے ہی فاطمہؑ پر نماز جنازہ پڑھی۔[1]

اور ایسے جناب فاطمہؑ کی قبر بھی مخفی رہی اور اس طرح سب ہی خلیفہ اول پر ان کے شدید غضبناک ہونے کو جان گئے، وہ مقدس ناراضگی جس کے ساتھ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی ملی ہوتی تھی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَغْضَبُ لِغَضَبِكِ وَ يَرْضَى لِرِضَاكِ: اے فاطمہؑ! بے شک خدا تیرے غضب سے غضبناک اور تیری رضا سے راضی ہوتا ہے۔ اور فرمایا: فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔

یہ مسئلہ اس بی بی کی اوج مظلومیت کو بیان کرتا ہے، وہ خاتون جس کے بابا پر عالمین افتخار کرتے ہیں، اس کی معصوم و پارہ تن اور نور چشم بیٹی ایسے مظلوم، تنہا اور ناراض ہو کہ اپنے بابا کے کچھ عرصے بعد ہی، حکام کے اعمال پر اعتراض کی وجہ سے، رات کے اندھیرے میں مخفیانہ دفن ہو جائے۔

امیر المومنینؑ نے بنت رسول ﷺ کے جان لیوا فراق میں انہیں رات میں مخفیانہ دفنانے کے بعد، زخمی دل سے جانسوز جملات بیان فرمائے۔ من جملہ فرمایا: میرا غم کم ہونے والا نہیں، میری آنکھوں کی نیند رخصت ہوئی اور میں درد دل میں گرفتار ہوا جس سے چھٹکارا ممکن نہیں... زہراؑ کی موت نے میرے دل کو توڑ دیا میرا دل خون ہوا، غموں کا ایک ریلہ ہے، کتنی جلدی ہم میں جدائی ہو گئی... اگر ظالموں کے تسلط کا خطرہ نہ ہوتا تو ہمیشہ کے لیے تیری قبر کے پاس رہ جاتا اور ایسی ماں کی طرح جس کا جوان بیٹا مارا گیا ہو، اس مصیبت میں سوگوار رہتا۔ خدا گواہ

---

[1] صحیح بخاری: ج۵، ص ۸۲ باب مناقب قرابہ رسول اللہ ﷺ؛ صحیح مسلم: ج۵، ص ۱۵۴؛ سنن کبریٰ: ج۴، ص ۲۹؛ یہی مضمون المستدرک للحاکم: ج۳، ص ۱۶۲ میں بھی موجود ہے...

ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی بیٹی مخفیانہ دفنائی گئی، اس سے زبردستی اس کا حق چھینا گیا اور اسے اس کے ارث سے محروم کردیا گیا...[1]

[1] الکافی: ج ۱، ص ۴۵۸، ح ۳؛ امالی طوسی: ص ۱۰۹؛ نہج البلاغہ: خ ۲۰۲؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۹۳۔

﴿۳۰﴾

جناب فاطمہؑ کے فراق میں امیر المومنینؑ کی عجیب بے تابی

صدیقہ طاہرہؑ سے مربوط عجائبات میں سے ایک امیر المومنینؑ جیسے مظہر صبر و رضا اور مقاومت الٰہی کا بی بی کے فراق میں بے تاب اور اس مصیبت میں جان لیوا غم سے دوچار ہونا ہے۔ یہ بے تابی اور پریشانی امام علیؑ کے ان جملوں سے سمجھی جا سکتی ہے جو آپ نے بنت رسول ﷺ کو شبانہ مخفی طور پر دفنانے اور ان کی قبر کا نشان مٹا دینے کے بعد کہے تھے۔

امام علیؑ نے قبر رسول ﷺ کا رخ کیا اور فرمایا: سلام ہو آپ پر اے رسول اللہ ﷺ! میری جانب سے اور آپ کی اس بیٹی کی جانب سے جو آپ کے دیدار کے لیے تیار ہے اور آپ کے ساتھ ہی خاک میں آرام کر رہی ہے۔ خدا نے یوں ہی چاہا کہ وہ بہت جلد آپ سے جا ملی۔ قَلَّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ عَنْ صَفِيَّتِكَ صَبْرِي وَعَفَا عَنْ سَيِّدَةِ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ تَجَلُّدِي؛ یا رسول اللہ ﷺ! اس کے بعد میرا صبر کم اور میری بردباری ہاتھ سے چلی گئی... یا رسول اللہ ﷺ! اس کے بعد آسمان و زمین کتنے برے معلوم ہوتے ہیں۔ أَمَّا حُزْنِي فَسَرْمَدٌ وَأَمَّا لَيْلِي فَمُسَهَّدٌ وَهَمٌّ لَا يَبْرَحُ مِنْ قَلْبِي أَوْ يَخْتَارَ اللّٰهُ لِي دَارَكَ الَّتِي أَنْتَ فِيهَا مُقِيمٌ كَمَدٌ مُقَيِّحٌ وَهَمٌّ مُهَيِّجٌ سَرْعَانَ مَا فَرَّقَ بَيْنَنَا؛ میرا غم کم ہونے والا نہیں، میری آنکھوں کی نیند رخصت ہوئی اور میں درد دل میں گرفتار ہوا جس سے چھٹکارا ممکن نہیں یہاں تک کہ خدا مجھے آپ کا جوار نصیب کرے۔ زہراؑ کی موت نے میرے دل کو توڑ دیا میرا دل خون ہوا، غموں کا ایک ریلہ ہے، کتنی جلدی ہم میں جدائی ہو گئی۔؟!

وَلَوْلَا غَلَبَةُ الْمُسْتَوْلِينَ لَجَعَلْتُ الْمَقَامَ وَاللَّبْثَ لِزَاماً مَعْكُوفاً وَلَأَعْوَلْتُ إِعْوَالَ الثَّكْلَى عَلَى جَلِيلِ الرَّزِيَّةِ فَبِعَيْنِ اللَّهِ تُدْفَنُ ابْنَتُكَ سِرّاً وَتُهْضَمُ حَقُّهَا وَتُمْنَعُ إِرْثُهَا وَلَمْ يَتَبَاعَدِ الْعَهْدُ وَلَمْ يَخْلَقْ مِنْكَ الذِّكْرُ وَإِلَى اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ الْمُشْتَكَى وَفِيكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحْسَنُ الْعَزَاءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَعَلَيْهَا السَّلَامُ وَالرِّضْوَانُ. اگر ظالموں کے تسلط کا خطرہ نہ ہوتا تو ہمیشہ کے لیے تیری قبر کے پاس رہ جاتا اور ایسی ماں کی طرح جس کا جوان بیٹا مارا گیا ہو، اس مصیبت میں سوگوار رہتا۔ خدا گواہ ہے یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی بیٹی مخفیانہ دفنائی گئی، اس سے زبردستی اس کا حق چھینا گیا اور اسے اس کے ارث سے محروم کر دیا گیا۔ جبکہ آپ کو رخصت ہوئے ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا اور آپ کی یاد ابھی پرانی نہیں ہوئی۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے دل کا درد اور گلہ بارگاہ خدا میں پیش کرتا ہوں، اور آپ کے لیے ہی سب سے اچھی تسلی، خدا کا درود ہو آپ پر اور سلام و رضوان ہو فاطمہؑ پر۔[1]

جناب سیدہؑ کے سوگ میں امیر المومنینؑ کے اندوہناک مرثیے کے مصرعوں میں سے یہ مصرعے بھی ہیں:

نَفْسِي عَلَى زَفَرَاتِهَا مَحْبُوسَةٌ — يَا لَيْتَهَا خَرَجَتْ مَعَ الزَّفَرَاتِ

لَا خَيْرَ بَعْدَكَ فِي الْحَيَاةِ وَإِنَّمَا — أَبْكِي مَخَافَةَ أَنْ تَطُولَ حَيَاتِي

میری جان میری نالاں سانسوں میں پھنسی ہوئی ہے۔ اے کاش! میرے یہ نالاں سانسیں نکل جائیں۔ تیرے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں۔ میں روتا ہوں اس ڈر سے کہ کہیں تیرے بعد میری زندگی طویل نہ ہو جائے۔[2]

---

[1] الکافی: ج۱، ص ۴۵۸، ح ۳؛ امالی طوسی: ص ۱۰۹؛ نہج البلاغہ: خ ۲۰۲؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۹۳، جملوں میں جزئی تفاوت کے ساتھ۔

[2] بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۱۳۔

اور فرمایا:

لِكُلِّ اجْتِمَاعٍ مِنْ خَلِيلَيْنِ فُرْقَةٌ وَكُلُّ الَّذِي دُونَ الْفِرَاقِ قَلِيلُ

وَإِنَّ افْتِقَادِي فَاطِماً بَعْدَ أَحْمَدٍ دَلِيلٌ عَلَى أَنْ لَا يَدُومَ خَلِيلُ

ہر دوست سے جدا ہونا ہے اور جو کچھ بھی ہو کم ہے بجز جدائی کے، بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہؑ سے میری جدائی اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی دوستی دائمی نہیں ہے۔[1]

[1] بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۱۶.

تتمہ

ذوالفقار فاطمیؑ

(یعنی خطبہ فدکیہ کی اسناد و مدارک مع متن و ترجمہ)[۱]

۱ از مترجم۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی کفو نہ ہوتا۔ یہ کفویت جناب زہراءؑ کو امیر المومنینؑ سے ہر ہر مقام پر حاصل تھی، کیونکہ یہ درجہ کفویت کسی انسان کی جانب سے نہیں بلکہ خدائے جلیل کی طرف سے منعقد کیا گیا تھا۔ چونکہ جناب زہراءؑ ہر لحاظ سے امیر المومنینؑ کی ہم پلہ تھیں لہٰذا ضروری تھا کہ امیر المومنینؑ کی صفت کلام جس کی وجہ سے دنیا میں علیؑ کا سکہ چلتا ہے اور دنیا کے تمام فصحاء و بلغاء و ادباء علیؑ کے در فصاحت و بلاغت پر سر جھکائے کھڑے ہیں اور جس کی ایک جھلک نہج البلاغہ میں دیکھی جا سکتی ہے، کے مقابل زہراء مرضیہؑ سے بھی کوئی ایسا خطبہ صادر ہوتا جسے پڑھ کر دنیا ان دونوں بحرہائے زخار کی برابری کا اندازہ لگا سکتی۔ اسی لیے خالق نے چاہا کہ فاطمہؑ کی زبان مطہر سے ایک ایسا خطبہ انشاء ہو جائے جو اپنی فصاحت و بلاغت کے اعجاز اور مطالب کے عمق کے اعتبار سے علیؑ کے خطبوں کا اختصار قرار پائے۔

حقیقت یہی ہے کہ جو مطالب امیر المومنینؑ نے خطبے دے دے کر نہج البلاغہ میں تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں، انہی سب کا اجمال خطبہ فدکیہ فاطمیہؑ ہے۔ لہٰذا جو چاہتا ہے کہ نہج البلاغہ کا اجمال دیکھے اسے چاہیے کہ خطبہ فدکیہ پڑھ لے اور جو چاہتا ہے کہ خطبہ فدکیہ کی شرح دیکھے اس چاہیے کہ نہج البلاغہ میں علیؑ کے خطبات کا مطالعہ کرے۔

ویسے تو خدا نے خواتین پر جہاد کو اس طرح سے واجب نہیں کیا جیسا مرد حضرات پر کیا ہے، اور یہ ان کے احساسات اور جسمانی ساخت کی بنا پر ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس حوالے سے خدا نے خواتین پر کوئی ذمہ داری عائد ہی نہیں کی۔ بلکہ ہو سکتا کہ ہے زمانے کے

تقاضوں اور مصلحتوں کے تحت ایسا وقت آئے کہ خواتین کو بھی کلمہ حق کی سربلندی کے لیے میدان عمل میں اترنا پڑے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ طور طریقے مختلف رہیں۔

خدا نے جناب امیر کو ان کی بے تحاشا شجاعت کی بناء پر عرشی تحفے سے نوازا اور جب علیؑ ایک جنگ میں پے در پے کئی تلواروں سے جنگ کر کر کے انہیں توڑ چکے تو اب جبرائیل ہاتھ میں ذوالفقار لیے یہ ترانہ پڑھتے ہوئے نازل ہوئے: لافتیٰ الا علیؑ لاسیف الاذوالفقار... علیؑ کی ذوالفقار نے اپنے وہ وہ جوہر دکھائے جس سے تاریخ اسلام مملو ہے۔ میدان کارزار میں حق و باطل کے درمیان تفریق کرنے والی میزان بطور فرقان ذوالفقار کو پایا گیا۔ جس جنگ میں چلی حق و باطل کے درمیان فصیل کھینچ دی۔ لازم تھا کہ جو علیؑ کے درجہ کفویت پر فائز ہو وہ بھی ایک ایسی میزان حق و باطل قائم کر جائے جو قیامت تک کے لیے میان حق و باطل فرقان بنی رہے۔

البتہ فاطمہؑ ان میں سے نہ تھیں جو مستور ہوتے ہوئے بھی تلوار اٹھاتیں اور چار دیواری و قربت رسول ﷺ کی حرمت کو پامال کرتیں (نعوذ باللہ) لہٰذا فاطمہؑ نے ایک ایسی تلوار کا بندوبست کیا جو ان کے شایان شان تھی، جس نے دشمن کی ریڑھ کی ہڈی کو سر سے لے کر آخر تک چیر ڈالا اور قیامت تک کے لیے اہل حق اور متلاشیان حقیقت کے لیے میزان بن گئی۔

جی ہاں یہی ہے فاطمہ کی ذوالفقار یعنی بین حق و باطل فرق کرنے والی برہان۔ علیؑ کی تلوار کا نام ذوالفقار ہے اور فاطمہؑ کی ذوالفقار کا نام خطبہ فدکیہ ہے۔ بی بی نے اس خطبے سے دشمن کے مذموم ارادوں کے پرخچے اڑا دیے۔ وہ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ ایک مستور ہے، ساری زندگی گھر میں رہی ہے، اس مجمع میں آ کر کیا خطاب کر پائے گی، آنے دو، کیا بگاڑ لے گی ہمارا، دیکھ لیں گے... لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ صاحب وحی الٰہی کے لعاب دہن کو چوس چوس کر پروان چڑھی ہے، یہ وہ ہے جس کی نسل میں علم کے سوتے پھوٹتے ہیں، یہ وہ ہے جو معدن رسالت اور مہبط الوحی ہے۔ یہ وہ ہے جس کے سامنے فرشتے صف بستہ سر جھکائے کھڑے رہتے ہیں، یہ وہ ہے

جس کی زبان سے کچھ برآمد ہو جائے تو تقدیر الٰہی بن جائے اور رضوان جنت درزی بن کر آ جائے، یہ وہ ہے جو مدینۃ العلم اور باب العلم کے درمیان پائی جانے والی برزخ ہے، جس کا ایک ہاتھ علم کے گھر کے دامن سے جڑا ہے تو دوسرا علم کے در کے دامن سے۔

اس بی بی نے دربار غاصب میں جا کر ایسا شعلہ در خطاب فرمایا کہ دشمن کے اوسان خطا ہو گئے، وہ بوکھلا گئے، جو سمجھتے تھے کہ فاطمہؑ ان کے سامنے خطاب نہیں کر پائینگی وہ سر جھکائے، بیٹھ کر سنتے رہے اور فاطمہ صفحات پر مشتمل خطبہ ارشاد فرما گئیں۔ یہ ہے فاطمہ کا جہاد اور یہی ہے فاطمہ کی ذوالفقار، جس سے بی بی نے سقیفہ واہل سقیفہ کی ہوا اکھاڑ دی، جڑ کاٹ ڈالی اور قیامت تک کے لیے تمام انسانیت کو محاذ ولایت کے دفاع کا درس دے کر اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

یہ خطبہ جو خاتون جنتؑ نے اپنے بابا کی رحلت کے کچھ ہی عرصے کے بعد مسجد نبوی میں مہاجرین و انصار کے جم غفیر میں ارشاد فرمایا تھا، صدر الاسلام میں وقوع پزیر ہونے والے واقعات و تحولات کے بیان اور فہم کے لیے ایک اہم تاریخی منبع ہے۔ جس کے ذریعے ہم باآسانی اس دور کے سیاسی حالات سمجھنے کے ساتھ ساتھ اہلبیتؑ بالخصوص امیر المومنین کی مظلومیت کو درک کر سکتے ہیں۔

یہ خطبہ جو دراصل خلیفہ وقت کی جانب سے فدک[1] کے ہتھیانے کے بعد جناب فاطمہ کی طرف سے بطور اعتراض اور شکوے اور اپنے حق کے دفاع کے لیے تھا۔ اس میں جہاں اصل مدعا فدک اور ارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت بہت سے حقائق سے پردہ اٹھاتا ہے وہیں پر اس میں

---

[1] فدک خیبر سے ملحق قصبات میں سے ہے جس کا مدینے سے فاصلہ ۱۴۰ کلو میٹر تھا ہے۔ یہ زمین آب و ہوا کے لحاظ سے زرخیز علاقہ تھا جس میں کئی نخلستان تھے جن کی بے شمار سالانہ آمدنی تھی۔

بہت سے اہم عمیق فکری و اعتقادی مسائل، قرآن کی آیات سے جابجا استدلال اور فلسفہ احکام کو بھی پیش کیا گیا ہے جو سنت رسول ﷺ کے بے پایہ و لازوال علم لدنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حقیقت میں جناب زہراؑ نے فدک کو ڈھال بنا کر خلافت و ولایت مسلمین کے حوالے سے اپنی اور دین کی نظر کو واضح کیا اور معاشرے کی بہبود کے لیے اہم مسائل بیان فرمائے۔

مسئلہ فدک تاریخ اسلام کے اہم ترین اور متنازعہ مسائل میں سے ایک ہے۔ مکتب تشیع میں یہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس موضوع پر عربی، فارسی، اردو، انگریزی، ترکی، فرانسوی زبانوں میں ۲۳۰ سے زیادہ کتب لکھی جا چکی ہیں جن میں سے ۱۰۰ کتب فقط جناب زہراؑ کے خطبے کی شرح اور تفسیر سے متعلق ہیں۔

عام طور پر شیعہ محدثین و علماء کے یہاں جو چیز زیادہ اہم سمجھی گئی ہے وہ اس خطبے کا تاریخی پس منظر اور اس کا متن ہے۔ جس کی کئی علمائے ربانی کی جانب سے شرح بھی لکھی گئی ہے۔ البتہ چونکہ بعض افراد کی جانب سے اصرار تھا کہ اس خطبے کے مصادر و اسناد کو ایک جگہ بیان کر دیا جائے تاکہ اردو دان طبقہ اس سے بہتر انداز میں استفادہ کر سکے۔ لہذا اس کام کا بیڑا اٹھایا گیا۔

اس خطبے کی خصوصیات میں سے فصاحت و بلاغت لفظی و معنوی اور صنعت سجع سے استفادہ کرنا ہے۔ جس کے ذریعے بی بی نے نہ فقط اس وقت مسجد میں موجود مخاطبین کو اس کلام کی طرف متوجہ کیا بلکہ طول تاریخ میں موجود ہر ادیب، معارف دینی کے متلاشی اور حق پرست کی توجہات کو بھی جذب کر لیا۔

ویسے تو علمائے امامیہ کے نزدیک اس خطبے کا خطیبہ مبارکہ نبوت سے صدور مسلم ہے اور اس میں کسی قسم کے ابہام و شک بلکہ گفتگو تک کی گنجائش نہیں اور اس کا نور صدق ہر جگہ پھیلا ہوا ہے، اور کسی شخص میں اتنی قوت نہیں کہ اس کی مثل لا سکے۔ البتہ اس لیے کہ کسی کے دماغ

میں شکوک و شبہات جنم نہ لیں، سلف صالح کی پیروی کرتے ہوئے ہم اس خطبے کے مصادر و اسناد پیش کرتے ہیں۔

مصادر خطبہ فدکیہ

جو کچھ ہاتھ لگ سکا اس کے مطابق کتب اسلامی میں اس خطبے کا وجود سب سے پہلے دوسری صدی ہجری کی کتب میں ملتا ہے۔ لوط بن یحییٰ المعروف بہ ابی مخنف (م ۱۵۷ھ) کی ایک مستقل کتاب بنام 'خطبة الزهراء' تھی، جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں نہیں۔[1]

ایسے ہی مشہور و معروف مورخ ابو الفرج اصفہانی جو قرن چہارم کے علماء میں سے ہیں کی بھی ایک کتاب بنام 'كلام فاطمةؑ في فدك' تھی، جو اس واقعے سے مربوط کئی دوسرے آثار کی طرح ناپید ہو چکی ہے۔[2] اسی طرح احمد بن عبد الواحد بن احمد بن لبزاز، المعروف بہ ابن عبدون جو شیخ طوسی و نجاشی کے مشائخ میں سے ہیں کی بھی ایک کتاب بنام 'تفسير خطبة الزهراءؑ' تھی۔[3]

ان مذکورہ کتب کے علاوہ بھی یہ خطبہ کئی کتب میں نقل ہوا ہے۔ ذیل میں ہم ان مصادر کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ بلاغات النساء؛ احمد بن طیفور

ابو الفضل احمد بن ابی طاہر المعروف بہ ابن طیفور، سن ۲۰۴ ہجری بغداد میں متولد ہوئے

---

[1] الذریعہ: ج ۷، ص ۲۰۳.

[2] الذریعہ: ج ۱۸، ص ۱۰۹.

[3] رجال نجاشی: ص ۸۷.

اور سن ۲۸۰ ہجری شام میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ تقریباً ۵۰ کے قریب کتب کی ان کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ ان کی مشہور ترین کتاب تاریخ بغداد اور المنثور والمنظوم ہے۔[1] ابن طیفور نے یہ کتاب چودہ اجزاء میں لکھی تھی لیکن فی الوقت اس کا گیارہواں اور بارہوں جز ہی باقی بچا ہے اور باقی اجزاء مفقود ہو چکے ہیں۔

اس کتاب کے گیارہویں جز کا ایک حصہ بلاغات النساء کے نام سے اس وقت بھی ہماری دسترس میں ہے۔ یہ کتاب اب اسی عنوان کے تحت بصورت مستقل طبع ہوتی ہے، جس میں عالم اسلام کی عالمات کے خطبات وکلام کو نقل کیا گیا ہے۔ ابن ابی طیفور نے جناب سیدہؑ کے اس خطبے کو عائشہ کے کلام کے بعد نقل کیا ہے[2] یہ کتاب اس خطبے کا قدیم ترین منبع ہے جو اس وقت ہماری دسترس میں ہے اور اس میں بی بی کا خطبہ سلسلہ اسناد کے ساتھ نقل ہوا ہے۔

۲۔ مختصر البصائر؛ حسن بن سلیمان حلی

سعد بن عبداللہ اشعری قمی (م ۳۰۰ھ) شیعوں کے جلیل القدر محدث اور علماء میں سے تھے۔ ان کی ایک کتاب بنام بصائر الدرجات تھی۔[3] جس میں اعتقاد اور تاریخ کے حوالے سے موجودہ احادیث کے ذریعے عقائد تشیع کا اثبات کیا گیا تھا۔ یہ کتاب آٹھویں ہجری تک علماء کے ہاتھوں میں تھی اور علامہ مجلسی کے بقول یہ کتاب علماء کے نزدیک لائق اعتبار واعتماد تھی۔[4]

حسن بن سلیمان حلی جو قرن ہشتم کے علمائے کبار شیعہ میں سے تھے نے اس کتاب میں سے کچھ احادیث کا انتخاب کیا اور پھر ان میں کچھ احادیث کا اضافہ بھی کیا جس کا نام انہوں نے

---

[1] الاعلام: ج ۱، ص ۱۴۱؛ الذریعۃ: ج ۲۶، ص ۱۲۵۔

[2] بلاغات النساء: ص ۲۶۔

[3] مختصر بصائر الدرجات: ص ۶۔

[4] بحار الانوار: ج ۱، ص ۷ و ۲۱۔

مختصر بصائر الدرجات رکھا۔ حسن بن سلیمان حلی نے امام صادقؑ کی ایک مفصل حدیث کی شرح کے ضمن میں مختصر طور پر اصل خطبے کو ذکر کیے بنا اس کے مفاہیم کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔[۱]

۳۔ السقیفہ و فدک: احمد بن عبد العزیز جوہری

احمد بن عبد العزیز محدثین اہلسنت میں سے ہیں جو دوسری صدی ہجری سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ادیب، شاعر اور مورخ ہونے کے ساتھ ساتھ علم حدیث میں بھی تبحر رکھتے تھے اور اپنے زمانے کے مشہور محدثین میں شمار کیے جاتے تھے۔ کتاب السقیفہ و فدک اور اخبار الشعراء ان کے جملہ آثار میں سے ہیں۔ ان کا انتقال سن ۳۲۳ھ میں ہوا۔[۲]

جیسا کہ نام سے واضح ہے، کتاب السقیفہ و فدک تاریخ صدر اسلام کے دو اہم واقعات پر مبنی ہے۔ یہ کتاب اس دور میں موجود نہیں۔ لیکن ابن ابی الحدید معتزلی نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ میں اس کتاب کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔ اس وقت جو کتاب السقیفہ و فدک کے نام سے موجود ہے وہ دراصل شرح ابن ابی الحدید سے جمع آوری کر کے مرتب کی گئی ہے۔ جوہری نے اس خطبے کے بعض حصے دو اسناد کے ساتھ نقل کیے ہیں۔[۳]

۴۔ مقاتل الطالبین: ابو الفرج اصفہانی

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ علی بن الحسین المعروف بہ ابو الفرج اصفہانی (م ۳۵۶ھ) نے حضرت زہراؑ کے خطبے کے متعلق ایک مستقل کتاب تالیف کی تھی، جو کہ حوادث روزگار کی نذر ہو گئی۔ ابو الفرج سن ۲۸۴ھ میں اصفہان میں متولد ہوئے اور مقدماتی مراحل طے کرنے کے بعد مختلف علوم جیسے تاریخ، ادب، شعر، حدیث وغیرہ میں شہرت پائی۔ ان کی بے شمار تالیفات

---

[۱] مختصر بصائر الدرجات: ص ۳۵۶۔

[۲] الذریعہ: ج ۱۲، ص ۲۰۶۔

[۳] السقیفہ و فدک: ص ۹۸۔

ہیں جن میں سے مشہور ترین کتاب الاغانی ہے جو بہت ضخیم اور پر حجم کتاب بلکہ دائرۃ المعارف ہے۔[۱]

ان کے دوسرے آثار میں سے ایک قیمتی کتاب مقاتل الطالبین ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں عصر نبوت سے لے کر آپنے دور تک آنے والی اولاد ابوالطلب اور ابوطالب کی نسل سے شہید ہونے والے افراد کے حالات زندگی کو قلم بند کیا ہے۔[۲] ابوالفرج نے اس کتاب میں اس خطبے کے صدور کے بارے میں جناب سیدہ زینبؑ کے حالات زندگی لکھتے ہوئے اشارہ کیا ہے۔[۳]

۵۔ شرح الاخبار فی فضائل الائمۃ الاطہارؑ: نعمان بن محمد

یہ کتاب نعمان بن محمد جو قاضی نعمان (م ۳۶۳ھ) کے نام سے مشہور ہیں کی تالیف ہے۔ یہ اسماعیلی مذہب تھے۔ اس کتاب کا موضوع آئمہ کے فضائل و مناقب کا بیان ہے۔[۴] قاضی نعمان نے جناب سیدہؑ کے خطبے کو بحذف سند کے عبداللہ بن سلام سے مرسلاً نقل کیا ہے۔[۵]

۶۔ من لایحضرہ الفقیہ: شیخ صدوق

محمد بن الحسین المعروف بہ شیخ صدوق (م ۳۸۱ھ) جو علمائے تشیع میں ایک ممتاز شخصیت ہیں اور ان کی مذکورہ کتاب بھی شیعوں کی چار بڑی کتب میں شمار ہوتی ہے۔ شیخ نے اس کتاب میں اس خطبے کا ایک حصہ حضرت زینبؑ سے نقل فرمایا ہے۔ اور اس کے آخر میں لکھتے ہیں: اور یہ ایک طویل خطبہ ہے، اور ہم نے اسے اتنا ہی نقل کیا ہے جتنی یہاں ضرورت تھی۔[۱]

---

[۱] الاعلام: ج ۴، ص ۲۷۹۔

[۲] الذریعہ: ج ۲۱، ص ۳۷۶۔

[۳] مقاتل الطالبین: ص ۶۰۔

[۴] شرح الاخبار: ج ۱، ص ۷۱۔

[۵] شرح الاخبار: ج ۳، ص ۳۴، ح ۱۷۳۔

۷۔ علل الشرائع؛ شیخ صدوق

اس کتاب میں وہ احادیث نقل کی گئی ہیں جس میں فلسفہ احکام کے زاویے سے احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں شیخ نے اس خطبے کی اتنی ہی مقدار جتنی من لا یحضرہ الفقیہ میں نقل کی ہے دو مختلف اسناد سے نقل کی ہے۔ [۱]

۸۔ المناقب؛ احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی (م ۴۱۰ھ)

یہ کتاب اب تک مفقود ہے۔ اسعد بن شتروہ (م ۶۳۵ھ) نے اپنی کتاب الفائق میں جناب سیدہؑ کے خطبے کو اس کتاب سے نقل کیا ہے۔ اس وقت کتاب مذکورہ بھی موجود نہیں البتہ سید ابن طاؤس نے خطبہ فدک کو کتاب الفائق سے اپنی کتاب الطرائف میں نقل کیا ہے۔ [۲] بنا بریں، جو کتاب اس وقت مناقب ابن مردویہ کے نام سے طبع ہوئی ہے وہ در حقیقت وہ احادیث ہیں جو سید ابن طاؤس نے کتاب الطرائف میں الفائق سے اور الفائق میں المناقب سے نقل ہوئی ہیں۔

۹۔ نثر الدر؛ منصور بن حسین رازی

معروف بہ ابی سعد آبی وزیر علمائے شیعہ میں سے ایک اور اہل رے میں سے تھے۔ وہ قرن پنجم کے ادباء و علماء میں سے تھے جن کے پاس کئی عرصے تک مجد الدولہ رستم بن فخر الدولہ کی وزارت بھی رہی۔ [۴] ان کی کتب میں سے ایک نثر الدرر ہے جو سات جلدوں پر مشتمل ہے لیکن یہ اب نثر الدر کے نام سے طبع ہوتی ہے اور اسی نام سے مشہور بھی ہے۔ نزھۃ الادیب والتاریخ

---

[۱] من لا یحضرہ الفقیہ: ج ۳، ص ۳۷۲، ح ۱۷۵۳۔

[۲] علل الشرائع: ج ۱، ص ۲۸۹۔

[۳] الطرائف: ص ۲۶۳، ح ۳۶۸۔

[۴] الاعلام: ج ۷، ص ۲۸۹۔

ان ہی کی دوسری کتاب ہے۔ اس کتاب میں جناب سیدہؑ کے خطبے کا ایک کافی بڑا حصہ نقل کیا گیا ہے، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اس میں سند کا ذکر نہیں کیا گیا۔[1]

۱۰۔ الشافی فی الامامۃ: سید مرتضیٰ علم الہدیٰ

علی بن حسین موسوی المعروف سید مرتضیٰ علم الہدیٰ، علمائے تشیع میں ایک اہم مقام و مرتبے کے حامل ہیں انہوں نے مختلف موضوعات جیسے فقہ، حدیث، اصول فقہ، تاریخ وغیرہ پر کتب تصنیف و تالیف فرمائیں۔

جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے الشافی فی الامامۃ، امامت کے بارے میں وارد شدہ احادیث پر مشتمل کتاب ہے۔ اس کتاب میں سید مرتضیٰ نے خطبہ فدک کے ایک حصے کو تین اسناد کے ساتھ اپنے استاد ابو عبداللہ مرزبانی سے نقل کیا ہے۔[2]

۱۰۔ دلائل الامامۃ: محمد بن جریر طبری

اس بات پر توجہ کی ضرورت ہے کہ بعض اوقات، نام، ولدیت یہاں تک کہ کنیت بھی ایک سی ہونے کی وجہ سے مؤلفین کی شخصیت کو پہچاننے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ یہ محمد بن جریر طبری اس محمد بن جریر طبری سے جدا ہیں جو مشہور صاحب تاریخ و تفسیر ہیں۔ ایسی ہی یہ محمد بن جریر شیعی بھی نہیں جو صاحب کتاب المسترشد فی الامامۃ ہیں۔ بلکہ یہ طبری صغیر کے نام سے مشہور ہیں اور قرن پنجم کے علماء میں شمار ہوتے ہیں۔[3]

---

[1] نثر الدر: ج ۴، ص ۸۔

[2] الشافی فی الامامۃ: ج ۴، ص ۷۱۔

[3] دلائل الامامۃ: ج ۳، ص ۷۱۔

اس خطبے کا مفصل ترین متن اور جس پر اکثر علمائے متاخرین و معاصرین نے اعتماد کیا ہے وہ اسی کتاب میں موجود ہے۔ طبری نے اس خطبے کو ۹ مختلف اسناد کے ساتھ اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔[1]

۱۲۔ مقتل الحسینؑ: موفق بن احمد المکی

موفق بن احمد المعروف بہ خطیب خوارزمی (م ۵۶۸ھ) نے اپنی اس کتاب میں خطبہ مذکورہ کا ایک حصہ عائشہ سے نقل کیا ہے۔[2]

۱۳۔ الاحتجاج: ابو منصور طبرسی

احمد بن علی بن ابی طالب جو ابو منصور طبرسی کے نام سے مشہور ہیں، قرن پنجم کے شیعہ علماء اور محدثین میں سے تھے۔ کتاب الاحتجاج جو رسول اللہ ﷺ، آئمہ معصومینؑ، بعض اصحاب اور کچھ علماء کے مناظرات واحتجاجات پر مشتمل ہے، ان ہی کی تالیفات میں سے ہے۔ البتہ افسوس اس بات کا ہے کہ اس کتاب میں نقل ہونے والی تمام احادیث بصورت مرسل اور بنا سند کے نقل ہوئی ہیں سوائے ان احادیث کے جو تفسیر امام حسن عسکریؑ سے نقل ہوئی ہیں۔ شیخ طبرسی نے اس خطبے کو مفصل طور پر عبد اللہ بن حسن مثنیؒ سے نقل کیا ہے۔[3]

۱۴۔ منال الطالب فی شرح طوال الغرائب: مبارک بن احمد الجزری (م ۶۰۶ھ)

یہ عالم ابن اثیر کے نام سے مشہور ہیں۔ ابن اثیر نے اپنی مذکورہ کتاب میں اس خطبے کو مفصلاً اس کی لغات کی شرح کے ساتھ فصل احادیث صحابیات میں جناب زینبؑ بنت

---

[1] دلائل الامامۃ: ج ۳، ص ۱۱۱.

[2] مقتل الحسین: ص ۱۲۱، ح ۵۹.

[3] الاحتجاج: ج ۱، ص ۲۵۳.

امیرالمومنینؑ سے مرسلاً نقل کیا ہے۔[1]

۱۵۔ تذکرۃ الخواص من الامۃ فی ذکر مناقب الائمۃ: سبط ابن جوزی

ابو مظفر یوسف بن قز علی بن عبداللہ المعروف بہ سبط ابن جوزی حنفی (م ۶۵۴ھ) نے یہ کتاب فضائل و مناقب آئمہ اہلبیتؑ کے باب میں تالیف کی ہے۔ سبط ابن جوزی نے اس خطبے کے ایک مختصر سے حصے کو بصورت مرسل شعبی سے نقل کیا ہے۔[2]

۱۶۔ شرح نہج البلاغہ: ابن ابی الحدید معتزلی

یہ کتاب امیرالمومنینؑ کے کلام پر مشتمل کتاب نہج البلاغہ کی ایک مکمل شرح و تفسیر ہے۔ اس میں تاریخی حوالے سے مفید اطلاعات درج ہیں۔ ابن ابی الحدید نے یہ خطبہ جوہری کی کتاب السقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے۔[3]

۱۷۔ شرح نہج البلاغہ: علی بن میثم بحرانی (م ۶۷۹ھ)

انہوں نے اس خطبے کے ایک مختصر حصے کو بنا سند کے نقل کیا ہے۔[4]

۱۸۔ کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ: علی بن عیسیٰ اربلی

علامہ ابوالحسن علی بن عیسیٰ بن ابو الفتح اربلی، علمائے تشیع میں سے شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنی مذکورہ کتاب میں اس خطبے کو جوہری کی کتاب السقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے۔[5]

---

[1] منال الطالب: ص ۵۰۱.

[2] تذکرۃ الخواص: ص ۳۱۷.

[3] شرح نہج البلاغہ: ج ۱۶، ص ۲۴۳.

[4] شرح نہج البلاغہ بحرانی: ج ۵، ص ۱۰۱.

[5] کشف الغمۃ: ج ۱، ص ۳۵۴.

۱۹۔ معادن الحکمۃ فی مکاتیب الائمۃ: علم الہدیٰ بن فیض کاشانی

مؤلف نے اس کتاب میں آئمہ کے خطوط اور رسائل جمع کیے ہیں۔ علم الہدیٰ نے اس خطبے کا ایک حصہ بنا سند کے نقل کیا ہے۔[1]

ان کتب کے علاوہ بھی بعض کتب میں اس خطبے کو کلی یا جزئی طور پر شرح لغات کی خاطر یا فقط بطور روایت بھی نقل کیا گیا ہے۔ من جملہ: العین: خلیل بن احمد الفراہیدی (م ۱۷۵ھ)؛ الفائق: جار اللہ محمد بن عمر الزمخشری (م ۵۳۸ھ)؛ غریب الحدیث: ابو الفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزی (۵۹۷ھ)؛ النہایہ: ابن اثیر جزری؛ لسان العرب: ابن منظور (م ۷۱۱ھ)۔[2]

---

[1] معادن الحکمۃ: ج ۱، ص ۳۸۳.

[2] ان کے علاوہ ان کتب میں بھی اس خطبے کے کسی ایک حصے یا مکمل خطبے کو نقل کیا گیا ہے: الطرائف: ص ۲۶۳؛ معانی الاخبار: ص ۳۵۳؛ مروج الذہب: ج ۲، ص ۳۱۱؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۲۰۶؛ بحار الانوار: ج ۲۹، ص ۱۲۶ و ۲۲۰ و ۲۲۸؛ اعلام النساء: ج ۳، ص ۱۱۶؛ احقاق الحق: ج ۱۰، ص ۲۹۶؛ الامامۃ والسیاسۃ: ج ۲، ص ۱۴؛ تلخیص الشافی: ج ۳، ص ۱۳۹؛ کشف الغمہ: ص ۱۴۳؛ عوالم العلوم: ج ۱۱، ص ۴۷۶؛ وسائل الشیعہ: ج ۱، ص ۱۳؛ اسد الغابہ: ج ۲، ص ۵۲۲؛ الاصابہ: ص ۶۱؛ امالی مفید: ص ۲۵؛ استیعاب: ص ۷۷۳؛ تاریخ ابن کثیر: ج ۱۲، ص ۳۳؛ تاریخ عثم کوفی: ص ۳۳۱؛ تبصرۃ العوام: ص ۳۳۰؛ تفسیر کشاف: ج ۱، ذیل آیہ مودت؛ سیرۃ الحلبی: ج ۳، ص ۳۹۰؛ العقد الفرید: ج ۲، ص ۶؛ کتاب سلیم بن قیس الہلالی: ص ۶۷؛ مسند احمد: ج ۱، ص ۶۰؛ مجمع النورین: ص ۱۲۶؛ مستدرک الوسائل: ج ۳، ص ۱۵۳؛ میزان الاعتدال: ج ۲، ص ۱۷۲؛ مطالب السؤول: ص ۱۱.

اسناد خطبہ فدکیہ

مذکورہ منابع میں اس خطبے کی اسناد کچھ یوں رقم ہیں:

پہلی سند:

قال احمد بن طیفور:

حدّثنی جعفر بن محمد رجل من دیار مصر لقیته بالرافقه، قال: حدّثنی أبی، قال: اخبرنا موسی بن عیسی، قال: اخبرنا عبدالله بن یونس، قال: اخبرنا جعفر الاحمر، عن زید بن علی رحمة الله علیه، عن عمته زینب بنت الحسین(ع) قالت...

دوسری سند:

قال احمد بن طیفور:

ذکرت لابی الحسین زید بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب (صلوات الله علیهم) کلام فاطمة... فقال لی:... رواه مشایخ الشیعة و تدارسوه بینهم، و قد حدّث به الحسن بن علوان، عن عطیة العوفی، انه سمع عبدالله بن الحسن یذکره عن أبیه...

تیسری سند:

قال احمد بن طیفور:

ذکرت لأبی الحسین زید بن علی بن الحسین (بن زید بن علی بن الحسین) بن علی بن أبی طالب، کلام فاطمة عند منع أبی بکر إیّاها فدک... فقال لی: رأیت آل أبی طالب یروونه عن آبائهم و یعلّمونه ابنائهم، و قد حدّثنیه أبی، عن جدی یبلغ عن فاطمة هذه الحکایة...

چوتھی سند:

قال ابن ابی الحدید :

قال أبوبکر: حدّثنی محمد بن زکریا، قال: حدّثنی جعفر بن محمد بن عمارة الکندی، قال: حدثنی أبی، عن الحسین بن صالح بن حی، قال: حدثنی رجلان من بنی هاشم، عن زینب بنت علی بن أبی طالب...

پانچویں سند:

قال ابن ابی الحدید :

قال ابو بکر: و حدثنی احمد بن محمد بن یزید، عن عبدالله بن محمد بن سلیمان، عن ابیه، عن عبدالله بن الحسن بن الحسن، قالوا جمیعاً...

چھٹی سند:

قال ابن ابی الحدید :

قال أبوبکر: و حدثنی عثمان بن عمران العجیفی، عن نائل بن نجیح، عن عمرو بن شمر، عن جابر الجعفی، عن أبی جعفر محمد بن علی...

ساتویں سند:

قال ابن ابی الحدید :

قال أبوبکر: حدثنی محمد بن زکریا، قال: حدثنی جعفر بن محمد بن عماره، قال: حدثنی أبی، عن الحسین بن صالح بن حی، قال: قال جعفر بن محمد بن علی بن الحسین، عن أبیه...

آٹھویں سند:

قال ابو جعفر الصدوق:

روی عن اسماعیل بن مهران، عن احمد بن محمد بن جابر، عن زینب بنت علی(ع)، قالت...

نویں سند:

قال ابو جعفر الصدوق:

أخبرنی علی بن حاتم، قال: حدثنا محمد بن اسلم، قال: حدثنی عبدالجلیل الباقلانی، قال: حدثنی الحسن بن موسی الخشّاب، حدثنی عبدالله بن محمد العلوی، عن رجال من أهل بیته، عن زینب بنت علی(ع)، عن فاطمه...

دسویں سند:

قال ابو جعفر الصدوق:

و اخبرنی علی بن حاتم ایضاً قال: حدثنی محمد بن ابی عمیر، قال: حدثنی محمد بن عمارة، قال: حدثنی محمد بن ابراهیم المصری، قال: حدثنی هارون بن یحیی الناشب، قال: حدثنا عبیدالله بن موسی العبسی، عن عبیدالله بن موسی العمری، عن حفص الاحمر، عن زید بن علی، عن عمته زینب بنت علی، عن فاطمه...

گیارہویں سند:

قال السید بن طاووس:

ما ذکره الشیخ اسعد بن سقروه، فی کتاب الفائق عن الاربعین، عن الشیخ المعظم عندهم الحافظ الثقة بینهم، ابوبکر احمد بن موسی بن مردویه اصفهانی، فی کتاب المناقب، قال: اخبرنا اسحاق بن عبدالله بن ابراهیم، قال: حدثنا احمد بن عبید بن ناصح النحوی، قال: حدثنا الزیادی محمد بن زیاد، قال: حدثنا شرقی بن قطامی، عن صالح بن کیسان، عن الزهری، عن عروه، عن عائشه إنها قالت...

بارہویں سند:

قال السید المرتضی:

و اخبرنا ابو عبدالله المرزبانی، قال: حدثنی علی بن هارون، قال: اخبرنی عبدالله بن احمد بن ابی طاهر، عن ابیه، قال: ذکرت لابی الحسین زید بن (علی بن الحسین بن زید بن) علی بن الحسین بن زید بن علی کلام فاطمه... و قد حدث به الحسین بن علوان، عن عطیه العوفی، انه سمع عبدالله بن الحسن یذکر عن أبیه هذا...

تیرہویں سند:

قال السید المرتضی:

اخبرنا ابو عبدالله محمد بن عمران المرزبانی، قال: حدثنی محمد بن احمد الکاتب، حدثنا احمد بن عبید بن ناصح النحوی، قال: حدثنا الزیادی، قال: حدثنا الشرقی بن القطامی، عن محمد بن اسحاق، قال: حدثنا صالح بن کیسان، عن عروه، عن عائشه، قالت...

چودہویں سند:

قال السید المرتضیٰ:

قال المرزبانی: و حدثنا ابوبکر احمد بن محمد المکی، قال: حدثنا ابوالعیناً محمد بن القاسم السیمامی قال: حدثنا ابن عائشة...

پندرہویں سند:

قال الخطیب الخوارزمی:

و بهذا الاسناد [و الاسناد هکذا: اخبرنی شهاب الاسلام ابوالنجیب سعد بن عبدالله الهمدانی فیما کتب إلیّ من همدان اخبرنی الحافظ سلیمان بن ابراهیم فیما کتب إلیّ من اصبهان سنه ثمان و ثمانین و اربعمائه] عن الحافظ ابی بکر هذا، اخبرنا عبدالله بن اسحاق، اخبرنا محمد بن زیاد، اخبرنا شرقی بن قطامی، عن صالح بن کیسان، عن الزهری، عن عروة، عن عائشة، أنهاقالت...

سولہویں سند:

قال ابو جعفر الطبری:

حدثنی ابوالمفضل محمد بن عبدالله، قال: حدثنا ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید الهمدانی، قال: حدثنا احمد بن محمد بن عثمان بن سعید الهمدانی، قال: احمد بن محمد بن عثمان بن سعید الزیات، قال: حدثنا محمد بن الحسین القصبانی، قال: حدثنا احمد بن محمد بن ابی نصر البزنطی السکونی، عن ابان بن عثمان الاحمر، عن عکرمة، عن ابن عباس، قال...

سترہویں سند:

قال ابو جعفر الطبری:

حدثنی القاضیؒ ابواسحاق ابراهیم بن مخلد، قال: حدثتنی ام الفضل خدیجه بنت محمد بن احمد بن ابی الثلج، قالت: حدثنا العباس بن بکار، قال: حدثنا حرب بن میمون، عن زید بن علی، عن آبائه(ع) قالوا...

اٹھارہویں سند:

قال ابو جعفر الطبری:

اخبرنی ابوالحسین محمد بن هارون بن موسی التَّلعَکبری، قال: حدثنا ابی، قال ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید الهمدانی، قال: حدثنی محمد بن المفضل بن ابراهیم بن المفضل بن ابراهیم بن المفضل بن قیس الاشعری، قال: حدثنا علی بن حسان، عن عمه عبدالرحمان بن کثیر، عن ابی عبدالله جعفر بن محمد (ع) عن ابیه، عن جده علی بن الحسین(ع)، عن عمته زینب بنت امیرالمومنین علی بن ابی طالب(ع)، قالت...

انیسویں سند:

قال ابو جعفر الطبری:

قال ابوالعباس: حدثنا محمد بن المفضل بن ابراهیم الاشعری، قال: حدثنی ابی، قال: حدثنا احمد بن محمد بن عمرو بن عثمان الجعفی، قال: حدثنی ابی، عن جعفر بن محمد، عن ابیه، عن جده علی بن الحسین، عن عمته زینب بنت امیرالمومنین علی بن ابی طالب...

بیسویں سند:

قال ابو جعفر الطبری:

حدثنی القاضی ابو اسحاق ابراهیم بن مخلد بن جعفر (بن مخلد) بن سهل بن حمران الدقاق، قال: حدثتنی ام الفضل خدیجة بنت محمد بن احمد بن ابی الثلج، قالت: حدثنا ابو عبدالله محمد بن احمد الصفوانی، قال: حدثنا ابو احمد عبدالعزیز بن یحیی الجلودی البصری، قال: حدثنا محمد بن زکریا، قال: حدثنا جعفر (بن محمد) بن عماره الکندی قال: حدثنی ابی، عن الحسن بن صالح بن حی قال: و مارات عینای مثله حدثنی رجلان من بنی هاشم، عن زینب بنت علی (ع) قالت...

اکیسویں سند:

قال ابو جعفر الطبری:

حدثنی أبو اسحاق ابراهیم بن مخلد، قال: حدثتنی ام الفضل خدیجه بنت محمد، قالت: قال الصفوانی: حدثنی محمد بن محمد بن یزید مولی بنی هاشم، قال: حدثنی عبدالله بن محمد بن سلیمان، عن عبدالله بن الحسن بن الحسن، عن جماعة من اهله...

بائیسویں سند:

قال ابو جعفر الطبری:

حدثنی ابو اسحاق ابراهیم بن مخلد، قال: حدثتنی ام الفضل خدیجة بنت محمد قالت: قال الصفوانی: حدثنی ابی، عن عثمان، قال: حدثنا نائل بن نجیح، عن عمرو بن شمر، عن جابر الجعفی، عن ابی جعفر محمد بن علی الباقر...

تئیسویں سند:

قال ابو جعفر الطبری:

حدثنی القاضی ابو اسحاق ابراهیم بن مخلد بن جعفر بن حمران الدقاق، قال: حدثتنی ام الفضل خدیجة بنت محمد بن احمد بن ابی الثلج، قالت: حدثنا ابو عبدالله محمد بن احمد الصفوانی، قال: حدثنا ابن عائشة...

چوبیسویں سند:

قال ابو جعفر الطبری:

حدثنی القاضی ابو اسحاق ابراهیم بن مخلد بن جعفر بن سهل بن حمران الدقاق، قال: حدثتنی ام الفضل خدیجة بنت محمد بن احمد بن ابی الثلج، قالت: حدثنا ابو عبدالله محمد بن احمد الصفوانی، قال: حدثنا عبدالله بن الضحاک، قال: حدثنا هشام بن محمد، عن ابیه...

پچیسویں سند:

قال ابو جعفر الطبری:

حدثنی القاضی ابو اسحاق ابراهیم بن مخلد بن جعفر بن سهل بن حمران الدقاق، قال: حدثتنی ام الفضل خدیجة بنت محمد بن احمد بن ابی الثلج، قالت: حدثنا ابو عبدالله محمد بن احمد الصفوانی، قال: حدثنا عبدالله بن الضحاک، قال: حدثنا هشام بن محمد، عن عوانة...

ان تمام اسناد و مدارک کے دیکھنے کے بعد کم از کم کسی صاحب خرد کے لیے کسی قسم کی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں بچتی کہ اول تو خطبہ فدکیہ جناب سیدہؑ سے صادر ہوا ہے اور دوم یہ کہ

اس خطبے پر تمام شیعہ علماء نے بالعموم اور متعدد سنی علماء نے بالخصوص اعتماد کا اظہار کیا ہے اور اسے بی بی کے کلام کے طور پر قبول کر کے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ جو بات قابل ذکر ہے وہ یہ کہ اس خطبے کے راویان تمام طبقات رواۃ میں پائے جاتے ہیں جن میں پہلے طبقے سے لے کر گیارہویں طبقے تک، ہر ایک طبقے میں کم از کم ۴ راوی پائے جاتے ہیں۔ پہلے طبقے میں یہ خطبہ چار اصحاب رسول: یعنی امام حسینؑ، زینب بنت علیؑ، عبداللہ ابن عباس، اور عائشہ بنت ابی بکر سے نقل ہوا ہے۔ اس کے بعد یہ خطبہ دوسرے طبقے میں ۱۵ افراد، تیسرے طبقے میں ۷ افراد، چوتھے طبقے میں ۱۱۱ افراد، پانچویں طبقے میں ۱۰ افراد، چھٹے طبقے میں ۱۲ افراد، ساتویں طبقے میں ۱۰ افراد، آٹھویں طبقے میں ۱۹ افراد، نویں طبقے میں ۷ افراد، دسویں طبقے میں ۱۸ افراد، اور گیارہویں طبقے میں ۱۹ افراد کے توسط سے نقل ہوا ہے۔

متن و ترجمہ خطبہ فدکیہ ۱

رَوَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَسَنِ بِإِسْنَادِهِ عَنْ آبَائِهِ ع أَنَّهُ لَمَّا أَجْمَعَ أَبُو بَكْرٍ وَ عُمَرُ عَلَى مَنْعِ فَاطِمَةَ ع فَدَكاً وَ بَلَغَهَا ذٰلِكَ لَاثَتْ خِمَارَهَا عَلَى رَأْسِهَا وَ اشْتَمَلَتْ بِجِلْبَابِهَا وَ أَقْبَلَتْ فِي لُمَةٍ مِنْ حَفَدَتِهَا وَ نِسَاءِ قَوْمِهَا تَطَأُ ذُيُولَهَا مَا تَخْرِمُ مِشْيَتُهَا مِشْيَةَ رَسُولِ اللّٰهِ ص حَتَّى دَخَلَتْ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَ هُوَ فِي حَشْدٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَ الْأَنْصَارِ وَ غَيْرِهِمْ فَنِيطَتْ دُونَهَا مُلَاءَةٌ فَجَلَسَتْ ثُمَّ أَنَّتْ أَنَّةً أَجْهَشَ الْقَوْمُ لَهَا بِالْبُكَاءِ فَارْتَجَّ الْمَجْلِسُ ثُمَّ أَمْهَلَتْ هُنَيْئَةً حَتَّى إِذَا سَكَنَ نَشِيجُ الْقَوْمِ وَ هَدَأَتْ فَوْرَتُهُمُ افْتَتَحَتِ الْكَلَامَ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ وَ الصَّلَاةِ عَلَى رَسُولِهِ فَعَادَ الْقَوْمُ فِي بُكَائِهِمْ فَلَمَّا أَمْسَكُوا عَادَتْ فِي كَلَامِهَا فَقَالَتْ ع:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى مَا أَنْعَمَ وَ لَهُ الشُّكْرُ عَلَى مَا أَلْهَمَ وَ الثَّنَاءُ بِمَا قَدَّمَ مِنْ عُمُومِ نِعَمٍ ابْتَدَأَهَا وَ سُبُوغِ آلَاءٍ أَسْدَاهَا وَ تَمَامِ مِنَنٍ أَوْلَاهَا جَمَّ عَنِ الْإِحْصَاءِ عَدَدُهَا وَ نَأَى عَنِ الْجَزَاءِ أَمَدُهَا وَ تَفَاوَتَ عَنِ الْإِدْرَاكِ أَبَدُهَا وَ نَدَبَهُمْ لِاسْتِزَادَتِهَا بِالشُّكْرِ لِاتِّصَالِهَا وَ اسْتَحْمَدَ إِلَى الْخَلَائِقِ بِإِجْزَالِهَا وَ ثَنَّى بِالنَّدْبِ إِلَى أَمْثَالِهَا وَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ كَلِمَةٌ جُعِلَ الْإِخْلَاصُ تَأْوِيلَهَا وَ ضُمِّنَ الْقُلُوبُ مَوْصُولَهَا وَ أَنَارَ فِي التَّفَكُّرِ مَعْقُولَهَا الْمُمْتَنِعُ مِنَ الْأَبْصَارِ رُؤْيَتُهُ وَ مِنَ الْأَلْسُنِ صِفَتُهُ وَ مِنَ الْأَوْهَامِ كَيْفِيَّتُهُ ابْتَدَعَ الْأَشْيَاءَ لَا مِنْ شَيْءٍ كَانَ قَبْلَهَا وَ أَنْشَأَهَا بِلَا احْتِذَاءِ أَمْثِلَةٍ امْتَثَلَهَا كَوَّنَهَا بِقُدْرَتِهِ وَ ذَرَأَهَا بِمَشِيَّتِهِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِنْهُ إِلَى تَكْوِينِهَا وَ لَا فَائِدَةٍ لَهُ فِي تَصْوِيرِهَا

---

۱ ہم اس خطبے کو کتاب الاحتجاج سے نقل کر رہے ہیں۔

إلّا تثبيتاً لحكمته و تنبيهاً على طاعته و إظهاراً لقدرته تعبّداً لبريّته و إعزازاً لدعوته ثمّ جعل
الثواب على طاعته و وضع العقاب على معصيته ذيادة لعباده من نقمته و حياشة لهم إلى جنّته و
أشهد أنّ أبي محمداً عبده و رسوله اختاره قبل أن أرسله و سمّاه قبل أن اجتباه و اصطفاه قبل
أن ابتعثه إذ الخلائق بالغيب مكنونة و بستر الأهاويل مصونة و بنهاية العدم مقرونة علماً من
الله تعالى بمآيل الأمور و إحاطة بحوادث الدهور و معرفة بمواقع الأمور ابتعثه الله إتماماً لأمره و
و عزيمة على إمضاء حكمه و إنفاذاً لمقادير حتمه فرأى الأمم فرقاً في أديانها عكّفاً على نيرانها
عابدة لأوثانها منكرة لله مع عرفانها فأنار الله بأبي محمد ص ظلمها و كشف عن القلوب
بهمها و جلى عن الأبصار غممها و قام في الناس بالهداية فأنقذهم من الغواية و بصّرهم من
العماية و هداهم إلى الدين القويم و دعاهم إلى الطريق المستقيم ثمّ قبضه الله إليه قبض
رأفة و اختيار و رغبة و إيثار فمحمد ص من تعب هذه الدار في راحة قد حفّ بالملائكة
الأبرار و رضوان الربّ الغفّار و مجاورة الملك الجبّار صلّى الله على أبي نبيّه و أمينه و خيرته من
الخلق و صفيّه و السلام عليه و رحمة الله و بركاته ثمّ التفتت إلى أهل المجلس و قالت أنتم
عباد الله نصب أمره و نهيه و حملة دينه و وحيه و أمناء الله على أنفسكم و بلغاؤه إلى الأمم
زعيم حقّ له فيكم و عهد قدّمه إليكم و بقيّة استخلفها عليكم كتاب الله الناطق و القرآن
الصادق و النور الساطع و الضياء اللامع بيّنة بصائره منكشفة سرائره منجلية ظواهره
مغتبطة به أشياعه قائداً [قائد] إلى الرضوان اتّباعه مؤدٍّ إلى النجاة استماعه به تنال حجج الله
المنوّرة و عزائمه المفسّرة و محارمه المحذّرة و بيّناته الجالية و براهينه الكافية و فضائله
المندوبة و رخصه الموهوبة و شرائعه المكتوبة فجعل الله الإيمان تطهيراً لكم من الشرك و
الصلاة تنزيهاً لكم عن الكبر و الزكاة تزكية للنفس و نماءً في الرزق و الصيام تثبيتاً للإخلاص
و الحجّ تشييداً للدين و العدل تنسيقاً للقلوب و طاعتنا نظاماً للملّة و إمامتنا أماناً للفرقة و

الْجِهَادَ عِزّاً لِلْإِسْلَامِ وَ الصَّبْرَ مَعُونَةً عَلَى اسْتِيجَابِ الْأَجْرِ وَ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ مَصْلَحَةً لِلْعَامَّةِ وَ بِرَّ الْوَالِدَيْنِ وِقَايَةً مِنَ السُّخْطِ وَ صِلَةَ الْأَرْحَامِ مَنْسَأَةً فِي الْعُمُرِ وَ مَنْمَاةً لِلْعَدَدِ وَ الْقِصَاصَ حَقْناً لِلدِّمَاءِ وَ الْوَفَاءَ بِالنَّذْرِ تَعْرِيضاً لِلْمَغْفِرَةِ وَ تَوْفِيَةَ الْمَكَايِيلِ وَ الْمَوَازِينِ تَغْيِيراً لِلْبَخْسِ وَ النَّهْيَ عَنْ شُرْبِ الْخَمْرِ تَنْزِيهاً عَنِ الرِّجْسِ وَ اجْتِنَابَ الْقَذْفِ حِجَاباً عَنِ اللَّعْنَةِ وَ تَرْكَ السَّرِقَةِ إِيجَاباً لِلْعِفَّةِ وَ حَرَّمَ اللَّهُ الشِّرْكَ إِخْلَاصاً لَهُ بِالرُّبُوبِيَّةِ ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَ لَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾[1] وَ أَطِيعُوا اللَّهَ فِيمَا أَمَرَكُمْ بِهِ وَ نَهَاكُمْ عَنْهُ فَإِنَّهُ ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾[2] ثُمَّ قَالَتْ أَيُّهَا النَّاسُ اعْلَمُوا أَنِّي فَاطِمَةُ وَ أَبِي مُحَمَّدٌ ص أَقُولُ عَوْداً وَ بَدْءاً وَ لَا أَقُولُ مَا أَقُولُ غَلَطاً وَ لَا أَفْعَلُ مَا أَفْعَلُ شَطَطاً ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَحِيمٌ﴾[3] فَإِنْ تَعْزُوهُ وَ تَعْرِفُوهُ تَجِدُوهُ أَبِي دُونَ نِسَائِكُمْ وَ أَخَا ابْنِ عَمِّي دُونَ رِجَالِكُمْ وَ لَنِعْمَ الْمَعْزِيُّ إِلَيْهِ ص فَبَلَّغَ الرِّسَالَةَ صَادِعاً بِالنِّذَارَةِ مَائِلاً عَنْ مَدْرَجَةِ الْمُشْرِكِينَ ضَارِباً ثَبَجَهُمْ آخِذاً بِأَكْظَامِهِمْ دَاعِياً إِلَى سَبِيلِ رَبِّهِ ﴿بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾[4] يَجُفُّ [يَجُذُّ] الْأَصْنَامَ[5] وَ يَنْكُتُ الْهَامَ حَتَّى انْهَزَمَ الْجَمْعُ وَ وَلَّوُا الدُّبُرَ حَتَّى تَفَرَّى اللَّيْلُ عَنْ صُبْحِهِ وَ أَسْفَرَ الْحَقُّ عَنْ مَحْضِهِ وَ نَطَقَ زَعِيمُ الدِّينِ وَ خَرِسَتْ شَقَاشِقُ الشَّيَاطِينِ وَ طَاحَ وَشِيظُ النِّفَاقِ وَ انْحَلَّتْ عُقَدُ الْكُفْرِ وَ الشِّقَاقِ وَ فُهْتُمْ بِكَلِمَةِ الْإِخْلَاصِ فِي نَفَرٍ مِنَ الْبِيضِ الْخِمَاصِ ﴿وَ كُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ﴾[6] مُذْقَةَ الشَّارِبِ وَ نُهْزَةَ

---

[1] آل عمران: ١٠٢.

[2] فاطر: ٢٨.

[3] التوبة: ١٢٨.

[4] النحل: ١٢٥.

[5] يجف الأصنام و في بعض النسخ «يكسر الأصنام» و في بعضها «يجذ» أي يكسر.

[6] آل عمران: ١٠٣.

الطَّامِعِ وَ قُبْسَةَ الْعَجْلانِ وَ مَوْطِئَ الْأَقْدامِ تَشْرَبُونَ الطَّرْقَ وَ تَقْتاتُونَ الْقِدَّ أَذِلَّةً خاسِئِينَ
﴿تَخافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ﴾[1] مِنْ حَوْلِكُمْ فَأَنْقَذَكُمُ اللهُ تَبارَكَ وَ تَعالى بِمُحَمَّدٍ
ص بَعْدَ اللَّتَيَّا وَ الَّتِي وَ بَعْدَ أَنْ مُنِيَ بِبُهَمِ الرِّجالِ وَ ذُؤْبانِ الْعَرَبِ وَ مَرَدَةِ أَهْلِ الْكِتابِ ﴿كُلَّما
أَوْقَدُوا ناراً لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللهُ﴾[2] أَوْ نَجَمَ قَرْنُ الشَّيْطانِ أَوْ فَغَرَتْ فاغِرَةٌ مِنَ
الْمُشْرِكِينَ قَذَفَ أَخاهُ فِي لَهَواتِها فَلا يَنْكَفِئُ حَتَّى يَطَأَ جَناحَها بِأَخْمَصِهِ وَ يُخْمِدَ لَهَبَها بِسَيْفِهِ
مَكْدُوداً فِي ذاتِ اللهِ مُجْتَهِداً فِي أَمْرِ اللهِ قَرِيباً مِنْ رَسُولِ اللهِ سَيِّداً فِي أَوْلِياءِ اللهِ مُشَمِّراً ناصِحاً
مُجِدّاً كادِحاً لا تَأْخُذُهُ فِي اللهِ لَوْمَةُ لائِمٍ وَ أَنْتُمْ فِي رَفاهِيَةٍ مِنَ الْعَيْشِ وادِعُونَ فاكِهُونَ آمِنُونَ
تَتَرَبَّصُونَ بِنا الدَّوائِرَ وَ تَتَوَكَّفُونَ الْأَخْبارَ وَ تَنْكِصُونَ عِنْدَ النِّزالِ وَ تَفِرُّونَ مِنَ الْقِتالِ فَلَمَّا
اخْتارَ اللهُ لِنَبِيِّهِ دارَ أَنْبِيائِهِ وَ مَأْوى أَصْفِيائِهِ ظَهَرَ فِيكُمْ حَسَكَةُ النِّفاقِ[3] وَ سَمَلَ جِلْبابُ الدِّينِ
وَ نَطَقَ كاظِمُ الْغاوِينَ وَ نَبَغَ خامِلُ الْأَقَلِّينَ وَ هَدَرَ فَنِيقُ الْمُبْطِلِينَ فَخَطَرَ فِي عَرَصاتِكُمْ وَ أَطْلَعَ
الشَّيْطانُ رَأْسَهُ مِنْ مَغْرَزِهِ هاتِفاً بِكُمْ فَأَلْفاكُمْ لِدَعْوَتِهِ مُسْتَجِيبِينَ وَ لِلْغِرَّةِ فِيهِ مُلاحِظِينَ ثُمَّ
اسْتَنْهَضَكُمْ فَوَجَدَكُمْ خِفافاً وَ أَحْمَشَكُمْ فَأَلْفاكُمْ غِضاباً فَوَسَمْتُمْ غَيْرَ إِبِلِكُمْ وَ وَرَدْتُمْ غَيْرَ
مَشْرَبِكُمْ هذا وَ الْعَهْدُ قَرِيبٌ وَ الْكَلْمُ رَحِيبٌ وَ الْجُرْحُ لَمَّا يَنْدَمِلْ وَ الرَّسُولُ لَمَّا يُقْبَرْ ابْتِداراً
زَعَمْتُمْ خَوْفَ الْفِتْنَةِ ﴿أَلا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَ إِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكافِرِينَ﴾[4]
فَهَيْهاتَ مِنْكُمْ وَ كَيْفَ بِكُمْ وَ أَنَّى تُؤْفَكُونَ وَ كِتابُ اللهِ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟ أُمُورُهُ ظاهِرَةٌ وَ أَحْكامُهُ
زاهِرَةٌ وَ أَعْلامُهُ باهِرَةٌ وَ زَواجِرُهُ لائِحَةٌ وَ أَوامِرُهُ واضِحَةٌ وَ قَدْ خَلَّفْتُمُوهُ وَراءَ ظُهُورِكُمْ أَرَغْبَةً

---

[1] انفال: ٢٦.

[2] مائدة: ٦٤.

[3] في بعض النسخ: «حسيكة» و حسكة النفاق عداوته.

[4] التوبة: ٤٩.

عنه تريدون[1] أم بغيره تحكمون ﴿بئس للظالمين بدلاً﴾[2] ﴿ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين﴾[3] ثم لم تلبثوا إلا ريث أن تسكن نفرتها ويسلس قيادها ثم أخذتم تورون وقدتها وتهيجون جمرتها وتستجيبون لهتاف الشيطان الغوي وإطفاء أنوار الدين الجلي وإهمال سنن النبي الصفي تشربون حسواً في ارتغاء وتمشون لأهله وولده في الخمر والضراء ونصبر[4] منكم على مثل حز المدى ووخز السنان في الحشا وأنتم الآن تزعمون أن لا إرث لنا ﴿أفحكم الجاهلية يبغون ومن أحسن من الله حكماً لقوم يوقنون﴾[5] أفلا تعلمون؟ بلى قد تجلى لكم كالشمس الضاحية أني ابنته أيها المسلمون أأغلب على إرثي[6] يا ابن أبي قحافة أفي كتاب الله ترث أباك ولا أرث أبي لقد جئت ﴿شيئاً فرياً﴾[7] أفعلى عمد تركتم كتاب الله ونبذتموه وراء ظهوركم إذ يقول ﴿وورث سليمان داود﴾[8] وقال فيما اقتص من خبر يحيى بن زكريا إذ قال ﴿فهب لي من لدنك ولياً يرثني ويرث من آل يعقوب﴾[9] وقال ﴿وأولوا الأرحام بعضهم أولى ببعض في كتاب الله﴾[10] وقال ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ

---

١ في بعض النسخ «تدبرون».

٢ الكهف: ٥٠.

٣ آل عمران: ٨٥.

٤ و في بعض النسخ «يصبر».

٥ المائدة: ٥٠.

٦ في بعض النسخ «ارثه».

٧ مريم: ٢٧.

٨ النمل: ١٦.

٩ مريم: ٦.

١٠ الأنفال: ٧٥.

الأُنْثَيَيْنِ﴾[1] وَقَالَ ﴿إِنْ تَرَكَ خَيْراً الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾[2] وَزَعَمْتُمْ أَنْ لَا حُظْوَةَ لِي وَلَا أَرِثَ مِنْ أَبِي وَلَا رَحِمَ بَيْنَنَا أَفَخَصَّكُمُ اللَّهُ بِآيَةٍ أَخْرَجَ أَبِي مِنْهَا أَمْ هَلْ تَقُولُونَ إِنَّ أَهْلَ مِلَّتَيْنِ لَا يَتَوَارَثَانِ أَوَلَسْتُ أَنَا وَأَبِي مِنْ أَهْلِ مِلَّةٍ وَاحِدَةٍ أَمْ أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِخُصُوصِ الْقُرْآنِ وَعُمُومِهِ مِنْ أَبِي وَابْنِ عَمِّي فَدُونَكَهَا مَخْطُومَةً مَرْحُولَةً تَلْقَاكَ يَوْمَ حَشْرِكَ فَنِعْمَ الْحَكَمُ اللَّهُ وَ الزَّعِيمُ مُحَمَّدٌ وَ الْمَوْعِدُ الْقِيَامَةُ وَ عِنْدَ السَّاعَةِ ﴿يَخْسَرُ الْمُبْطِلُونَ﴾[3] وَلَا يَنْفَعُكُمْ إِذْ تَنْدَمُونَ ﴿وَ لِكُلِّ نَبَإٍ مُسْتَقَرٌّ وَ سَوْفَ تَعْلَمُونَ﴾[4] ... ﴿مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُقِيمٌ﴾[5] ثُمَّ رَمَتْ بِطَرْفِهَا[6] نَحْوَ الْأَنْصَارِ فَقَالَتْ يَا مَعْشَرَ النَّقِيبَةِ وَ أَعْضَادَ الْمِلَّةِ وَ حَضَنَةَ الْإِسْلَامِ مَا هَذِهِ الْغَمِيزَةُ فِي حَقِّي وَ السِّنَةُ عَنْ ظُلَامَتِي؟ أَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ص أَبِي يَقُولُ الْمَرْءُ يُحْفَظُ فِي وُلْدِهِ سَرْعَانَ مَا أَحْدَثْتُمْ وَ عَجْلَانَ ذَا إِهَالَةٍ وَ لَكُمْ طَاقَةٌ بِمَا أُحَاوِلُ وَ قُوَّةٌ عَلَى مَا أَطْلُبُ وَ أُزَاوِلُ أَتَقُولُونَ مَاتَ مُحَمَّدٌ ص فَخَطْبٌ جَلِيلٌ اسْتَوْسَعَ وَهْنُهُ وَ اسْتَنْهَرَ فَتْقُهُ وَ انْفَتَقَ رَتْقُهُ وَ أَظْلَمَتِ الْأَرْضُ لِغَيْبَتِهِ وَ كُسِفَتِ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ انْتَثَرَتِ النُّجُومُ لِمُصِيبَتِهِ وَ أَكْدَتِ الْآمَالُ وَ خَشَعَتِ الْجِبَالُ وَ أُضِيعَ الْحَرِيمُ وَ أُزِيلَتِ الْحُرْمَةُ عِنْدَ مَمَاتِهِ فَتِلْكَ وَ اللَّهِ النَّازِلَةُ الْكُبْرَى وَ الْمُصِيبَةُ الْعُظْمَى لَا مِثْلُهَا نَازِلَةٌ وَ لَا بَائِقَةٌ عَاجِلَةٌ أَعْلَنَ بِهَا كِتَابُ اللَّهِ جَلَّ ثَنَاؤُهُ فِي أَفْنِيَتِكُمْ وَ فِي مُمْسَاكُمْ وَ مُصْبَحِكُمْ يَهْتِفُ فِي أَفْنِيَتِكُمْ هُتَافاً وَ صُرَاخاً وَ تِلَاوَةً وَ إِلْحَاناً وَ لَقَبْلَهُ مَا حَلَّ بِأَنْبِيَاءِ اللَّهِ وَ رُسُلِهِ حُكْمٌ فَصْلٌ وَ قَضَاءٌ حَتْمٌ ﴿وَ مَا

---

1. النساء: ۱۱.
2. البقرة: ۱۸۰.
3. الجاثية: ۲۷.
4. الأنعام: ۶۷.
5. هود: ۳۹؛ الزمر: ۴۰.
6. في بعض النسخ «رنت».

محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل أفإن مات أو قتل انقلبتم على أعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئاً وسيجزي الله الشاكرين﴾[1] إيهاً بني قيلة أأهضم تراث أبي وأنتم بمرأى مني ومسمع ومنتدى ومجمع تلبسكم الدعوة وتشملكم الخبرة وأنتم ذوو العدد والعدة والأداة والقوة وعندكم السلاح والجنة توافيكم الدعوة فلا تجيبون وتأتيكم الصرخة فلا تغيثون وأنتم موصوفون بالكفاح معروفون بالخير والصلاح والنخبة التي انتخبت والخيرة التي اختيرت لنا أهل البيت قاتلتم العرب وتحملتم الكد والتعب وناطحتم الأمم وكافحتم[2] البهم لا نبرح أو تبرحون نأمركم فتأتمرون حتى إذا دارت بنا رحى الإسلام ودر حلب الأيام وخضعت نعرة الشرك وسكنت فورة الإفك وخمدت نيران الكفر وهدأت دعوة الهرج واستوسق نظام الدين فأنى حزتم بعد البيان وأسررتم بعد الإعلان ونكصتم بعد الإقدام وأشركتم بعد الإيمان بؤساً لقوم ﴿نكثوا أيمانهم من بعد عهدهم﴾[3] ﴿وهمّوا بإخراج الرسول وهم بدؤوكم أول مرة أتخشونهم فالله أحق أن تخشوه إن كنتم مؤمنين﴾[4] ألا وقد أرى أن قد أخلدتم إلى الخفض وأبعدتم من هو أحق بالبسط والقبض وخلوتم بالدعة ونجوتم بالضيق من السعة فمججتم ما وعيتم ودسعتم الذي تسوغتم ﴿فإن تكفروا أنتم ومن في الأرض جميعاً فإن الله لغني حميد﴾[5] ألا وقد قلت ما قلت هذا على معرفة مني بالخذلة التي خامرتكم والغدرة التي استشعرتها قلوبكم ولكنها فيضة النفس ونفثة الغيظ وخور القناة

---

١ آل عمران: ١٤٤.

٢ و في بعض النسخ: «كالحتم».

٣ التوبة: ١٢.

٤ التوبة: ١٣.

٥ ابراهيم: ٨.

بَثَّةُ الصَّدْرِ وَتَقْدِمَةُ الحُجَّةِ فَدُونَكُمُوها فَاحْتَقِبُوها دَبِرَةَ الظَّهْرِ نَقِبَةَ الخُفِّ باقِيَةَ العارِ مَوْسُومَةً بِغَضَبِ الجَبّارِ وَشَنارِ الأَبَدِ مَوْصُولَةً بِنارِ ﴿اللهِ المُوقَدَةُ ۝ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الأَفْئِدَةِ﴾[1] فَبِعَيْنِ اللهِ ما تَفْعَلُونَ ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ﴾[2] وَأَنَا ابْنَةُ نَذِيرٍ ﴿لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذابٍ شَدِيدٍ﴾[3] فَاعْمَلُوا ﴿إِنّا عامِلُونَ ۝ وَانْتَظِرُوا إِنّا مُنْتَظِرُونَ﴾[4]

فَأَجابَها أَبُو بَكْرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمانَ وَقالَ: يا بِنْتَ رَسُولِ اللهِ لَقَدْ كانَ أَبُوكِ بِالمُؤْمِنِينَ عَطُوفاً كَرِيماً رَؤُوفاً رَحِيماً وَعَلَى الكافِرِينَ عَذاباً أَلِيماً وَعِقاباً عَظِيماً إِنْ عَزَوْناهُ وَجَدْناهُ أَباكِ دُونَ النِّساءِ وَأَخا إِلْفِكِ دُونَ الأَخِلّاءِ[5] آثَرَهُ عَلَى كُلِّ حَمِيمٍ وَساعَدَهُ فِي كُلِّ أَمْرٍ جَسِيمٍ لا يُحِبُّكُمْ إِلّا سَعِيدٌ وَلا يُبْغِضُكُمْ إِلّا شَقِيٌّ[6] بَعِيدٌ فَأَنْتُمْ عِتْرَةُ رَسُولِ اللهِ الطَّيِّبُونَ الخِيَرَةُ المُنْتَجَبُونَ عَلَى الخَيْرِ أَدِلَّتُنا وَإِلَى الجَنَّةِ مَسالِكُنا وَأَنْتِ يا خِيَرَةَ النِّساءِ وَابْنَةَ خَيْرِ الأَنْبِياءِ صادِقَةٌ فِي قَوْلِكِ سابِقَةٌ فِي وُفُورِ عَقْلِكِ غَيْرُ مَرْدُودَةٍ عَنْ حَقِّكِ وَلا مَصْدُودَةٍ عَنْ صِدْقِكِ وَاللهِ ما عَدَوْتُ رَأْيَ رَسُولِ اللهِ وَلا عَمِلْتُ إِلّا بِإِذْنِهِ وَالرّائِدُ لا يَكْذِبُ أَهْلَهُ وَإِنِّي أُشْهِدُ اللهَ وَكَفَى بِهِ شَهِيداً أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ص يَقُولُ نَحْنُ مَعاشِرَ الأَنْبِياءِ لا نُوَرِّثُ ذَهَباً وَلا فِضَّةً وَلا داراً وَلا عَقاراً وَإِنَّما نُوَرِّثُ الكِتابَ وَالحِكْمَةَ وَالعِلْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَما كانَ لَنا مِنْ طُعْمَةٍ فَلِوَلِيِّ الأَمْرِ بَعْدَنا أَنْ يَحْكُمَ فِيهِ بِحُكْمِهِ وَقَدْ جَعَلْنا ما حاوَلْتِهِ فِي الكُراعِ وَالسِّلاحِ يُقاتِلُ بِها المُسْلِمُونَ وَيُجاهِدُونَ الكُفّارَ وَيُجالِدُونَ

---

1. الهمزة: ٦-٧.
2. الشعراء: ٢٢٧.
3. سبأ: ٤٦.
4. هود: ١٢١-١٢٢.
5. في بعض النسخ «ابن عمك».
6. في ذخائر العقبى، - لمحب الدين الطبري- قال: قال رسول الله صلّى الله عليه و آله «لا يحبنا أهل البيت إلّا مؤمن تقي، و لا يبغضنا إلّا منافق شقي» أخرجه الملا.

المَرَدَةِ الفُجّارِ وَ ذلِكَ بِإِجماعٍ مِنَ المُسلِمِينَ لَمْ أَنفَرِدْ بِهِ وَحْدِي وَ لَمْ أَستَبِدَّ بِما كانَ الرَّأيُ عِندِي وَ هذِهِ حالِي وَ مالِي هِيَ لَكِ وَ بَينَ يَدَيكِ لا تُزوى عَنكِ وَ لا نَدَّخِرُ دُونَكِ وَ إِنَّكِ وَ أَنتِ سَيِّدَةُ أُمَّةِ أَبِيكِ وَ الشَّجَرَةُ الطَّيِّبَةُ لِبَنِيكِ لا نَدفَعُ ما لَكِ مِن فَضلِكِ وَ لا يُوضَعُ فِي فَرعِكِ وَ أَصلِكِ حُكمُكِ نافِذٌ فِيما مَلَكَتْ يَدايَ فَهَلْ تَرَينَ أَن أُخالِفَ فِي ذاكِ أَباكِ ص؟ فَقالَتْ ع سُبحانَ اللهِ ما كانَ أَبِي رَسُولُ اللهِ ص عَن كِتابِ اللهِ صادِفاً وَ لا لِأَحكامِهِ مُخالِفاً بَلْ كانَ يَتبَعُ أَثَرَهُ وَ يَقفُو سُوَرَهُ أَفَتَجمَعُونَ إِلَى الغَدرِ اعتِلالاً عَلَيهِ بِالزُّورِ وَ هذا بَعدَ وَفاتِهِ شَبِيهٌ بِما بُغِيَ لَهُ مِنَ الغَوائِلِ فِي حَياتِهِ هذا كِتابُ اللهِ حَكَماً عَدلاً وَ ناطِقاً فَصلاً يَقُولُ ﴿يَرِثُنِي وَ يَرِثُ مِنْ آلِ يَعقُوبَ﴾[1] وَ يَقُولُ ﴿وَ وَرِثَ سُلَيمانُ داوُدَ﴾[2] وَ بَيَّنَ عَزَّ وَ جَلَّ فِيما وَزَّعَ مِنَ الأَقساطِ وَ شَرَعَ مِنَ الفَرائِضِ وَ المِيراثِ وَ أَباحَ مِن حَظِّ الذُّكرانِ وَ الإِناثِ ما أَزاحَ بِهِ عِلَّةَ المُبطِلِينَ وَ أَزالَ التَّظَنِّيَ وَ الشُّبُهاتِ فِي الغابِرِينَ كَلّا ﴿بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمراً فَصَبرٌ جَمِيلٌ وَ اللهُ المُستَعانُ عَلى ما تَصِفُونَ﴾[3] فَقالَ أَبُو بَكرٍ ﴿صَدَقَ اللهُ وَ رَسُولُهُ﴾[4] وَ صَدَقَتِ ابنَتُهُ مَعدِنُ الحِكمَةِ وَ مَوطِنُ الهُدى وَ الرَّحمَةِ وَ رُكنُ الدِّينِ وَ عَينُ الحُجَّةِ لا أُبعِدُ صَوابَكِ وَ لا أُنكِرُ خِطابَكِ هؤُلاءِ المُسلِمُونَ بَينِي وَ بَينَكِ قَلَّدُونِي ما تَقَلَّدتُ - وَ بِاتِّفاقٍ مِنهُمْ أَخَذتُ ما أَخَذتُ غَيرَ مُكابِرٍ وَ لا مُستَبِدٍّ وَ لا مُستَأثِرٍ وَ هُمْ بِذلِكَ شُهُودٌ فَالتَفَتَتْ فاطِمَةُ ع إِلَى النّاسِ وَ قالَتْ مَعاشِرَ المُسلِمِينَ المُسرِعَةِ إِلى قِيلِ الباطِلِ[5] المُغضِيَةِ عَلَى الفِعلِ القَبِيحِ الخاسِرِ ﴿أَفَلا

---

1 سورة مريم ٦.

2 سورة النمل ١٦.

3 يوسف: ١٨.

4 الاحزاب: ٢٢.

5 في بعض النسخ« قبول الباطل».

يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾[1] كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِكُمْ مَا أَسَأْتُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ - فَأَخَذَ بِسَمْعِكُمْ وَأَبْصَارِكُمْ وَلَبِئْسَ مَا تَأَوَّلْتُمْ وَسَاءَ مَا بِهِ أَشَرْتُمْ وَشَرَّ مَا مِنْهُ اغْتَصَبْتُمْ لَتَجِدُنَّ وَاللهِ مَحْمِلَهُ ثَقِيلًا وَغِبَّهُ وَبِيلًا إِذَا كُشِفَ لَكُمُ الْغِطَاءُ وَبَانَ بِأَوْرَائِهِ [بِإِوَرَائِهِ] الضَّرَّاءُ وَبَدَا لَكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَحْتَسِبُونَ ﴿وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ﴾[2] ثُمَّ عَطَفَتْ عَلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ص وَقَالَتْ

قَدْ كَانَ بَعْدَكَ أَنْبَاءٌ وَهَنْبَثَةٌ	لَوْ كُنْتَ شَاهِدَهَا لَمْ تَكْثُرِ الْخُطَبُ
إِنَّا فَقَدْنَاكَ فَقْدَ الْأَرْضِ وَابِلَهَا	وَاخْتَلَّ قَوْمُكَ فَاشْهَدْهُمْ وَلَا تَغِبْ
وَكُلُّ أَهْلٍ لَهُ قُرْبَى وَمَنْزِلَةٌ	عِنْدَ الْإِلَهِ عَلَى الْأَدْنَيْنَ مُقْتَرِبُ
أَبْدَتْ رِجَالٌ لَنَا نَجْوَى صُدُورِهِمْ	لَمَّا مَضَيْتَ وَحَالَتْ دُونَكَ التُّرَبُ
تَجَهَّمَتْنَا رِجَالٌ وَاسْتُخِفَّ بِنَا	لَمَّا فُقِدْتَ وَكُلُّ الْأَرْضِ مُغْتَصَبُ
وَكُنْتَ بَدْرًا وَنُورًا يُسْتَضَاءُ بِهِ	عَلَيْكَ تَنْزِلُ مِنْ ذِي الْعِزَّةِ الْكُتُبُ
وَكَانَ جِبْرِيلُ بِالْآيَاتِ يُؤْنِسُنَا	فَقَدْ فُقِدْتَ وَكُلُّ الْخَيْرِ مُحْتَجَبُ
فَلَيْتَ قَبْلَكَ كَانَ الْمَوْتُ صَادَفَنَا	لَمَّا مَضَيْتَ وَحَالَتْ دُونَكَ الْكُثُبُ

شیخ طبرسی کہتے ہیں: عبد اللہ بن حسن اپنی اسناد سے اپنے اجداد سے نقل کرتے ہیں: جب ابو بکر نے فاطمہ کو فدک سے محروم کرنے کے سلسلے میں اپنے عزم و نیت کا اظہار کر دیا اور یہ خبر فاطمہ کو پہنچی تو آپ نے اپنا مقنع سر پر لیا، چادر اوڑھی اور اپنے قبیلے کی خواتین کو ساتھ لیا، اس

[1] محمد: ۲۴.

[2] غافر: ۷۸.

حالت میں کہ آپ کی رداءاس قدر لمبی تھی جس نے آپ کے پورے بدن کو چھپا رکھا تھااور زمین سے اس قدر لگ رہی تھی کہ جب آپ قدم اٹھاتیں تو آپ کے قدم اس چادر پر پڑتے تھے۔ فاطمہؑ بالکل رسول اللہ ﷺ کی طرح قدم اٹھاتیں اور رکھتیں، یہاں تک کہ ابو بکر کے پاس جا پہنچیں۔ ابو بکر اس وقت مہاجرین وانصار اور ان کے علاوہ کچھ دوسرے افراد کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے ایک پردہ تانا گیا؛ فاطمہؑ نے باآواز بلند رونا شروع کیا جس سے وہاں موجود لوگ بھی گریاں ہو گئے؛ یہاں تک کہ مجلس میں ایک اضطراب کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ فاطمہؑ نے کچھ دیر صبر کیا تاکہ اس مجلس میں بلند ہونے والے شور شین تھم جائیں اور اس مجمع کی دردناک آوازیں مدہم پڑ جائیں اور ان کا جوش وخوش کم ہو جائے۔ (اس کے بعد) انہوں نے اپنے کلام کا آغاز حمد وثنائے الٰہی سے کیا اور رسول اللہ ﷺ پر درود وصلوات بھیجی۔ جس کے بعد وہاں بیٹھا مجمع پھر رونے لگا۔ جب وہ خاموش ہوئے تو بی بی نے اس طرح اپنے خطبے کا آغاز کیا:

ثنائے کامل ہے اللہ کے لیے ان نعمتوں پر جو اس نے عطا فرمائیں۔ اور اس کا شکر ہے اس سمجھ پر جو اس نے (اچھائی اور برائی کی تمیز کے لیے) عنایت کی ہے۔ اور اس کی ثناوتوصیف ہے ان نعمتوں پر جو اس نے ہمیشگی عطا کی ہیں۔ ان ہمہ گیر نعمتوں پر جن کے عطا کرنے میں اس نے پہل کی۔ اور ان کی نعمتوں کی فراہمی میں فراوانی فرمائی۔ اور ان نعمتوں کی تکمیل تواتر سے کی، یہ نعمتیں دائرہ شمار سے وسیع تر ہے اور ان کے ادائے شکر کی حدود تک رسائی بہت بعید ہے۔ اور (انسان) ان کی بے پایانی کا ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ نعمتوں میں اضافہ اور تسلسل کیلئے لوگوں کو شکر کرنے کی ہدایت کی۔ حمد کا حکم اس لئے دیا کہ نعمتوں میں فراوانی ہو اپنی نعمتوں کی

طرف مکرر دعوت دی (جو خود بندوں کے لیے مفید ہیں)۔ اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ کلمہ شہادت ایک ایسا کلمہ ہے کہ اخلاص (در عمل) کو اس کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ کلمۂ توحید کے ادراک کو دلوں میں جاگزین فرمایا اور اس کے ادراک کے ذریعے ذہنوں کو روشنی بخشی۔ نہ وہ نگاہوں کی (محدودیت) میں آسکتا ہے۔ اور نہ ہی زبان سے اس کا وصف بیان ہو سکتا ہے۔ اور وہم خیال اس کی کیفیت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ہر چیز کو لاشیٔ سے وجود میں لایا اور کسی نمونے کے بغیر ان کو ایجاد کیا۔ اپنی قدرت سے انہیں وجود بخشا اور اپنے ارادے سے ان کی تخلیق فرمائی ان کی ایجاد کی اسے ضرورت تھی۔ نہ ان کی صورت گری میں اس کا کوئی مفاد تھا۔

وہ صرف اپنی حکمت کو آشکار کرنا چاہتا تھا۔ اور اطاعت و بندگی کی طرف توجہ دلانا چاہتا تھا اور اپنی قدرت کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔ اور مخلوق کو اپنی بندگی کے دائرے میں لانا چاہتا تھا اور اپنی دعوت کو استحکام دینا چاہتا تھا۔ پھر اس نے اپنی اطاعت کو باعث ثواب اور معصیت کو موجب عذاب قرار دیا۔ تاکہ اس کے بندے اس کی غضب سے بچے رہیں۔ اور اس کی جنت کی طرف گامزن رہیں۔ اور میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے پدر محمد ﷺ اللہ کے عبد اور اس کے رسول ہیں، اللہ نے ان کو رسول بنانے سے پہلے انہیں برگزیدہ کیا تھا۔ اور ان کی تخلیق سے پہلے ہی ان کا نام روشن کیا۔ اور مبعوث کرنے سے پہلے انہیں منتخب کیا۔ جب مخلوقات ابھی پردہ غیب میں پوشیدہ تھیں۔ وحشت ناک تاریکی میں گم تھیں۔ اور عدم کے آخری حدود میں دبکی ہوئی تھیں۔ اللہ کو (اس وقت بھی) آنے والے امور پر آگہی تھی۔ اور آئندہ رونما ہونے والے ہر واقعہ پر احاطہ تھا۔ اور تمام مقدرات کی جائے وقوع کی شناخت تھی۔ اللہ نے رسول کو اپنے امور کی

تکمیل اور اپنے دستور کے قطعی ارادے اور حتمی مقدرات کو عملی شکل دینے کے لیے مبعوث فرمایا۔

اس وقت اقوام عالم کو اس حال میں پایا کہ وہ دینی اعتبار سے فرقوں میں بٹی ہوئی ہیں۔ کچھ اپنے آتشکدوں میں منہمک اور کچھ بتوں کی پوجا پاٹ میں مصروف معرفت کے باوجود اللہ کی منکر تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے میرے والد گرامی محمدؐ کے ذریعے اندھیروں کو اجالا کر دیا۔ اور دلوں سے ابہام کو اور آنکھوں سے تیرگی کو دور کر دیا۔ میرے والد نے لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھایا، اور انہیں گمراہوں سے نجات دلائی۔ آپ انہیں اندھے پن سے بینائی کی طرف لائے۔ نیز آپ نے استوار دین کی طرف ان کی راہنمائی کی۔ راہ راست کی طرف انہیں دعوت دی۔ پھر اللہ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا۔ شوق و محبت اور اختیار و رغبت کے ساتھ۔ نیز (آخرت کی) ترغیب و ترجیح کے ساتھ۔ ایسے حالات میں اللہ نے محمدؐ کے ذریعہ ان کو گمراہی سے ہدایت بخشی اور ان کے ذریعہ انہیں جہالت سے بچا لیا۔ اب محمدؐ دنیا کی تکلیفوں سے آزاد ہیں۔ مقرب فرشتے ان کے گرد حلقہ بگوش ہیں۔ آپ رب غفار کی خوشنودی اور خدائے جبار کے سایہ رحمت میں آسودہ ہیں۔ اللہ کی رحمت ہو اس کے نبی امین پر جو ساری مخلوقات سے منتخب و پسندیدہ ہیں۔ اور اللہ کا سلام اور اس کی رحمت اور برکتیں ہوں آپ پر۔

پھر اہل مجلس کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا:

اللہ کے بندو! تم ہی تو اللہ کے امر و نہی کے مخاطب ہو، اللہ کے دین اور اس کی وحی (کے احکام) کے ذمے دار ہو۔ تم اپنے نفسوں پر اللہ کے امین ہو، دیگر اقوام کے لئے (اس کے دین کے) بھی مبلغ تم ہو۔ اس کی طرف سے برحق رہنما تمہارے درمیان موجود ہے۔ اور تم سے عہد

دیبان بھی پہلے سے لیا جا چکا ہے۔ آپ نے ایک (گرانبہا) ذخیرے کو تمہارے درمیان جانشین بنایا اور اللہ کی کتاب بھی ہمارے درمیان موجود ہے۔ یہ اللہ کی ناطق کتاب سچا قرآن، چمکتا نور ،اور روشن چراغ ہے اس کے دروس عبرت واضح اور اس کے اسرار و رموز آشکار اور اس کے ظاہری معانی روشن ہیں۔ اس کے پیروکار قابل رشک ہیں اس کی پیروی رضوان کی طرف لے جاتی ہے۔ اسے سننا بھی ذریعہ نجات ہے۔ اس قرآن کے ذریعے اللہ کی روشن دلیلوں کو پایا جا سکتا ہے۔ بیان شدہ واجبات کو، منع شدہ محرمات کو، روشن دلائل کو، طمینان بخش براہین کو، مستحبات پر مشتمل فضائل کو، جائز مباحات کو، اور اس کے واجب دستور کو پایا جا سکتا ہے۔ اللہ نے ایمان کو شرک سے ہیں پاک کرنے کا، نماز کو تمہیں تکبر سے محفوظ رکھنے کا۔ زکوۃ کو نفس کی پاکیزگی اور رزق میں اضافے کا، روزہ کو اخلاص کے اثبات کا، حج کو دین کی تقویت کا، عدل و انصاف کو دلوں کو جوڑنے کا ہماری اطاعت کو امت کی ہم آہنگی کا، ہماری امامت کو تفرقہ سے بچانے کا، جہاد کو اسلام کی سربلندی کا، صبر کو حصول ثواب کا، امر بالمعروف کو عوام کی بھلائی کا، والدین پر احسان کو قہر الٰہی سے بچنے کا، صلہ رحمی کو درازی عمر اور افزودی کثرت کا، قصاص کو خون کی ارزانی روکنے کا، وفا بالنذر کو مغفرت میں تاثیر کا، پورے ناپ تول کے حکم کو کم فروشی سے بچنے کا، شراب نوشی کی ممانعت کو آلودگی سے بچنے کا، بہتان تراشی سے اجتناب کو نفرت سے بچنے کا، چوری سے پرہیز کو شرافت قائم رکھنے کا، اور شرک کی ممانعت کو اپنی ربوبیت کو خالص بنانے کا ذریعہ بنایا۔ اے ایمان والو! اللہ کا خوف کرو جیسا کہ اس کا خوف کرنے کا حق ہے اور جان نہ دینا مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ (سورہ آل عمران: ۱۰۲)

اس نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے اور جن چیزوں سے روکا ہے ان میں اللہ کی اطاعت کرو کیونکہ بندوں میں سے صرف علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

پھر فرمایا :لوگو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں فاطمہؑ ہوں۔اور میرے پدر محمدؐ ہیں۔ میرا حرف آخر وہی ہوگا جو حرف اول ہے۔ میرے قول میں غلطی کا شائبہ تک نہ ہوگا اور نہ میرے عمل میں لغزش کی آمیزش ہوگی۔ بتحقیق تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔ تمہیں تکلیف میں دیکھنا اس پر شاق گزرتا ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کا نہایت خواہاں ہے۔ اور مومنین کیلئے نہایت شفیق و مہربان ہے۔ (سورہ توبہ : ۱۲۸)

اس رسول کو اگر تم نسب کے حوالے سے پہچاننا چاہتے ہو تو وہ میرے باپ ہیں تمہاری عورتوں میں سے کسی کے نہیں۔ وہ میرے چچازاد (علیؑ) کے بھائی ہیں، تمہارے مردوں میں سے کسی کے نہیں۔ یہ نسبت کس درجہ باعث افتخار ہے۔ اللہ کی رحمت ہو ان پر اور ان کی آل پر۔ رسولؐ نے اللہ کے پیغام کو واشگاف انداز میں تنبیہ کے ذریعے پہنچایا۔ آپ نے مشرکین کی راہ و روش کو پس پشت ڈالتے ہوئے ان پر کمر شکن ضرب لگا کر ان کی گردنیں مروڑ دیں۔ پھر حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ اپنے رب کی طرف بلایا۔ بتوں کو پاش پاش کر دیا اور طاغوتوں کو اس طرح سرنگوں کیا کہ وہ شکست کھا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہاں تک کہ شب دیجور میں صبح امید کی روشنی پھیل گئی۔ اور حق اپنی بے آمیزی کے ساتھ نکھر کر سامنے آ گیا۔ اور دین کے پیشوا نے زبان کھولی اور شیاطین کی زبانوں کو لگام دے دی۔ منافق جماعت کی ہلاکت یقینی ہو گئی۔ اور کفر و شقاوت کے بند ٹوٹ گئے، چند معزز فاقہ کش ہستیوں کی معیت میں تم کلمہ توحید کا اقرار کرنے لگے، جبکہ تم آگ کے گڑھے کے دہانے پر تھے۔ تم (اپنے

دشمنوں کے مقابلے میں) پینے والے کے لئے گھونٹ بھر پانی، (استعمار گروں کے لیے) ایک تر نوالہ، جلدی میں اٹھائی جانے والی چنگاری اور قدموں کے نیچے پامال ہونے والے خس وخاشاک تھے (یعنی اس سے زیادہ تمہاری حیثیت نہ تھی)۔ تم کیچڑ والے بدبودار پانی سے پیاس بجھاتے تھے، اور گھاس پھونس سے بھوک مٹاتے تھے۔ تم (اس طرح) ذلت وخواری میں زندگی بسر کرتے تھے۔ تمہیں ہمیشہ یہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ آس پاس کے لوگ تمہیں کہیں اچک نہ لیں ایسے حالات میں اللہ نے تمہیں محمدؐ کے ذریعے نجات دی۔ اس سلسلے میں انہیں زور آوروں، عرب بھیڑیوں اور سرکش اہل کتاب کا مقابلہ کرنا پڑا۔ دشمن جب بھی جنگ کے شعلے بھڑکاتے اللہ انہیں بجھا دیتا۔ جب بھی کوئی شیطان سر اٹھاتا یا مشرکین میں سے کوئی اژدھا منہ کھولتا رسول اپنے بھائی (علیؑ) کو اس کے حلق کی طرف آگے کرتے تھے۔ اور وہ (علیؑ) ان لوگوں کے غرور کو اپنے پیروں تلے پامال کیے بغیر اور اپنی تلوار سے اس آتش کو فرو کیے بغیر نہیں لوٹتے تھے۔ وہ راہ خدا میں جانفشاں، اللہ کے معاملے میں مجاہد، رسول اللہ کے نہایت قریبی اور اولیاء اللہ کے سردار تھے۔ وہ (جہاد کیلئے) ہمہ وقت کمربستہ، امت کے خیر خواہ، عزم محکم کے مالک (اور) راہ حق میں جفاکش تھے۔ راہ خدا میں وہ کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ مگر تم ان دنوں عیش وآرام کی زندگی بسر کرتے تھے، نیز سکون اور خوشی میں امن وامان کے ساتھ رہتے تھے۔ تم اس انتظار میں رہتے تھے کہ ہم پر مصیبتیں آئیں اور تمہیں بری خبریں سننے کو ملیں۔ تم جنگ کے وقت پسپائی اختیار کرتے تھے اور لڑائی میں راہ فرار اختیار کرتے تھے۔

پھر جب اللہ نے اپنے نبیؐ کے لئے مسکن انبیاء اور برگزیدہ گان کی قرارگاہ (آخرت) کو پسند کیا۔ تو تمہارے دلوں میں نفاق کے کانٹے نکل آئے اور دین کا لبادہ تار تار ہو گیا۔ ضلالت کی

زبانیں چلنے لگیں۔ بے مایہ لوگوں نے سر اٹھانا شروع کیا،اور باطل کے سرداروں نے گرجنا شروع کر دیا۔ پھر وہ دم ہلاتے ہوئے تمہارے اجتماعات میں آ گئے۔ شیطان نے بھی اپنی کمین گاہ سے سر نکالا اور تمہیں پکارنے لگا۔ اس نے تمہیں اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے پایا۔ اور اس کے مکروفریب کے لیے آمادہ و منتظر پایا۔ پھر شیطان نے تمہیں اپنے مقصد کے لئے اٹھایا اور تمہیں سبک رفتاری سے اٹھتے دیکھا۔ اس نے تمہیں بھڑکایا تو تم فوراً غضب میں آ گئے۔ تم نے اپنے نشان دوسروں کے اونٹوں پر لگا دیے اور اپنے گھاٹ کی جگہ دوسروں کے گھاٹ سے پانی بھرنے کی کوشش کی۔ یہ تمہاری حالت ہے جبکہ ابھی عہد رسول قریب ہی گذرا ہے، زخم گہرا ہے۔ اور جراحت ابھی مندمل نہیں ہوئی۔ ابھی رسول کی تدفین نہیں ہوئی تھی کہ تم نے فتنہ کا بہانہ بنا کر عجلت سے کام لیا۔ دیکھو یہ فتنے میں پڑ چکے ہیں اور جہنم نے ان کافروں کو گھیر رکھا ہے۔(توبہ:۴۹)

تم سے بعید تھا کہ تم نے یہ کیسے سوچا؟ تم کدھر بہکے جا رہے ہو؟ حالانکہ کتاب خدا تمہارے درمیان ہے، جس کے دستور واضح، احکام روشن، تعلیمات آشکار، تنبیہات غیر مبہم، اور اس کے اوامر واضح ہیں۔ اس قرآن کو تم نے پس پشت ڈال دیا۔ کیا تم اس سے منہ موڑ لینا چاہتے ہو؟ کیا تم اس کے بغیر فیصلے کرنے کے خواہاں ہو؟ یہ ظالموں کے لیے برا بدل ہے اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا خواہاں ہو گا وہ اسے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔ پھر تمہیں خلافت حاصل کرنے کی اتنی جلدی تھی کہ خلافت کے بدکے ہوئے ناقہ کے رام ہونے اور مہار تھامنے کا بھی تم نے مشکل سے انتظار کیا پھر تم نے آتش فتنہ کو بھڑکایا اور اس کے شعلے کو پھیلانا شروع کیا اور تم شیطان کی گمراہ کن پکار پر لبیک کہتے

لگے۔ تم دین کے روشن چراغوں کو بجھانے اور برگزیدہ نبی کی تعلیمات سے چشم پوشی کرنے لگے۔ تم بالائی لینے کے بہانے پورے دودھ کو پی جاتے ہو اور رسولؐ کی اولاد اور اہل بیتؑ کے خلاف خفیہ چالیں چلتے ہو۔ تمہاری طرف سے خنجر کے زخم اور نیزے کے وار کے باوجود ہم صبر سے کام لیں گے۔ اب تمہارا یہ خیال ہے کہ رسولؐ کی میراث میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے۔ کیا تم لوگ جاہلیت کے دستور کے خواہاں ہو؟ اور اہل یقین کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ کیا تم جانتے نہیں ہو؟

کیوں نہیں! یہ بات تمہارے لیے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ میں رسولؐ کی بیٹی ہوں۔ مسلمانو! کیا میں ارث میں محرومی پر مجبور ہوں۔ اے ابو قحافہ کے بیٹے! کیا اللہ کی کتاب میں ہے کہ تمہیں اپنے باپ کی میراث مل جائے اور مجھے اپنے باپ کی میراث نہ ملے۔ کیا تم نے جان بوجھ کر کتاب اللہ کو ترک کیا اور اسے پس پشت ڈال دیا ہے

جبکہ قرآن کہتا ہے: اور سلیمان داؤدؑ کے وارث بنے

اور یحییٰ بن زکریا کے ذکر میں فرمایا:

جب انہوں نے خدا سے عرض کی پس تو مجھے اپنے فضل سے ایک جانشین عطا فرما جو میرا وارث بنے اور آل یعقوب کا وارث بنے،

نیز فرمایا:

اللہ کی کتاب میں خونی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔

نیز فرمایا: اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں ہدایت فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔

نیز فرمایا: اگر مرنے والا مال چھوڑ جائے، تو اسے چاہئے کہ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے مناسب طور پر وصیت کرے۔

اس کے باوجود تمہارا خیال ہے کہ میرے باپ کی طرف سے میرے لیے نہ کوئی وقعت ہے نہ ارث اور نہ ہمارے درمیان کوئی رشتہ۔ کیا اللہ نے تمہارے لیے کوئی مخصوص آیت نازل کی ہے جس میں میرے والد گرامی شامل نہیں ہیں؟ کیا تم یہ کہتے ہو کہ دو مختلف دین والے باہم وارث نہیں بن سکتے۔ کیا میں اور میرے والد ایک ہی دین سے تعلق نہیں رکھتے؟ کیا میرے باپ اور میرے چچازاد (علیؑ) سے زیادہ تم قرآن کے عمومی و خصوصی احکام کا علم رکھتے ہو۔

لے جاؤ!! (میری وراثت کو) اس آمادہ سواری کی طرح جس کی مہار ہاتھ میں ہو۔ تمہارے ساتھ حشر میں میری ملاقات ہو گی جہاں بہترین فیصلہ سنانے والا اللہ ہو گا اور محمدؐ کی سرپرستی ہو گی اور عدالت کی وعدہ گاہ قیامت ہو گی، جب قیامت کی گھڑی آئے گی۔ تو باطل پرست خسارہ اٹھائیں گے اس وقت ندامت سے کوئی فائدہ نہیں ملے گا، ہر خبر کے لیے ایک وقت مقرر ہے عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی عذاب نازل ہونے والا ہے۔

پھر انصار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اے بزرگو اور ملت کے بازو اور اسلام کے نگہبانو!

میرے حق میں اس حد تک تساہل، مجھے میرا حق دلانے میں اتنی کوتاہی کا کیا مطلب؟ کیا اللہ کے رسول اور میرے پدر بزرگوار یہ نہیں فرماتے تھے کہ شخصیت کا احترام اس کی اولاد کے احترام کے ذریعے برقرار رکھا جاتا ہے؟ کس سرعت سے تم نے بدعت شروع کر دی اور کتنی

جلدی اندر کی غلاظت باہر نکل آئی۔ حالانکہ تم میری کوششوں میں تعاون کر سکتے تھے اور میرے مطالبے کی تائید و حمایت کر سکتے تھے۔ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ محمدؐ اس دنیا میں نہیں رہے لہٰذا ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی؟ ان کی رحلت عظیم سانحہ ہے، جس کی دراڑ کشادہ ہے، اس کا شگاف اتنا چوڑا ہے جسے بھرا نہیں جا سکتا۔ ان کی رحلت سے زمین پر اندھیرا چھا گیا نیز سورج اور چاند کو گرہن لگ گیا، ستارے بکھر گئے، امیدیں یاس میں بدل گئیں، اور پہاڑ شکست و ریخت سے دوچار ہو گئے۔ حضور کی رحلت کے موقع پر نہ تو حرم رسول کو تحفظ ملا اور نہ ہی حرمت رسول کا لحاظ رکھا گیا۔ بخدا یہ بہت بڑا حادثہ تھا اور عظیم مصیبت تھی۔ نہ اس جیسا کوئی دل خراش واقعہ کبھی پیش آیا نہ اتنی بڑی مصیبت واقع ہوئی۔ اللہ کی کتاب نے تو اس کا پہلے اعلان کر دیا ہے۔ جسے تم اپنے گھروں میں بلند اور دھیمی آواز میں خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرتے ہو ایسا اعلان جس سے سابقہ انبیاء و رسل کو دوچار ہونا پڑا ہے جو ایک حتمی فیصلہ اور قطعی حکم ہے (وہ اعلان یہ ہے)

اور محمدؐ تو بس رسول ہیں ان سے پہلے اور بھی رسول گذر چکے ہیں بھلا اگر یہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ جو الٹے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ شکر گزاروں کو عنقریب جزا دے گا۔ تم سے بعید تھا اے قیلہ کے فرزندو کہ میرے باپ کی میراث مجھ سے چھینی جائے اور تم سامنے کھڑے دیکھ رہے ہو، میری آنکھوں کے سامنے بھرے مجمعوں اور محفلوں کے سامنے میری دعوت تم تک پہنچ چکی ہے میرے حالات سے تم آگاہ ہو اور تم تعداد و استعداد سامان حرب اور قوت میں کمزور نہیں ہو، تمہارے پاس کافی اسلحہ اور دفاعی سامان موجود ہے میری پکار تم تک پہنچ رہی ہے اور چپ

سادھے ہوئے ہو میری فریاد تم سن رہے ہو اور فریاد ہی نہیں کرتے ہو حالانکہ بہادری میں تمہاری شہرت ہے اور خیر وصلاح میں تم معروف ہو، تم وہ برگزیدہ لوگ ہو جو ہم اہل البیت کے لئے پسندیدہ لوگوں میں شمار ہوتے ہو۔ عربوں کے خلاف جنگ تم نے لڑی اذیت اور سختیاں تم نے برداشت کیں دیگر اقوام کے ساتھ نبرد آزما تم ہوئے جنگجوؤں کا مقابلہ تم نے کیا تم ہمیشہ ہمارے ساتھ اور ہم تمہارے ساتھ رہے اور تم نے ہمارے احکام کی تعمیل کی یہاں تک جب ہمارے ذریعے اسلام اپنے محور میں گھومنے لگا اور اس کی برکتیں فرواں ہو گئیں۔ شرک کا نعرہ دب گیا، جھوٹ کا زور ٹوٹا، کفر کی آگ بجھی فتنے کی آواز دب گئی، اور دین کا نظام مستحکم ہو گیا، تو اب حقیقت واضح ہونے کے بعد متحیر کیوں ہو حقیقت آشکار ہونے کے بعد پردہ کیوں ڈالتے ہو پیش قدمی کے بعد پیچھے کیوں ہٹ رہے ہو ایمان کے بعد شرک کے مرتکب کیوں ہو رہے ہو؟ کیا تم ایسے لوگوں سے نہیں لڑو گے جو اپنی قسمیں توڑتے ہیں اور جنہوں نے رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا تھا؟ انہی لوگوں نے تم سے زیادتی میں پہل کی کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ اگر تم مؤمن ہو تو اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ اچھا۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ تم راحت طلب ہو گئے ہو اور جو شخص امور مملکت چلانے کا زیادہ حقدار تھا اسے تم نے نظر انداز کر دیا، تم نے اپنے لیے کنج عافیت تلاش کر لیا اور تنگ دستی سے نکل کر تونگری حاصل کر لی۔ تم نے ایمان کی جو باتیں یاد کی تھیں انہیں ہوا میں بکھیر دیا اور جس طعام کو گوارا سمجھ کر نگل لیا تھا اسے نکال پھینکا۔ اگر تم اور زمین میں بسنے والے سب کفران نعمت کریں تو بھی اللہ بے نیاز اور لائق حمد ہے جو کچھ میں نے کہا وہ اس علم کی بنیاد پر کہا جو مجھے حاصل تھا اس بے وفائی پر جو تمہارے اندر رچ بس گئی ہے۔ اس عہد شکنی پر جسے تمہارے دلوں نے اپنا شعار بنا لیا ہے۔ میری یہ گفتگو

سوزش جان تھی جو جوش میں آگئی۔اور غم وغصہ کی آگ تھی جو بھڑک اٹھی اعضاء وجوارح کا ساتھ چھوڑ دینے کی نقاہت تھی۔سینے کا درد والم تھا اور حجت تمام کرنا چاہتی تھی۔اقتدار کے اونٹ کو سنبھالو اس پر پالان کس لو مگر یاد رکھو کہ اس کی پیٹھ مجروح اور پاؤں کمزور ہیں۔دائمی عار و ننگ اس کے ساتھ ہے۔اور یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی نشانی ہوگی اور ساتھ ابدی عار و ننگ ہوگا۔یہ اس آتش سے وابستہ ہے جو اللہ نے بھڑکائی ہے جس کی تپش دلوں تک پہنچتی ہے۔تمہارا یہ سلوک اللہ کے سامنے ہے ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام کو پلٹ کر جائیں گے اور میں اس کی بیٹی ہوں جو تمہیں شدید عذاب کی آمد سے پہلے تنبیہ کرنے والا ہے۔ تم نے جو کرنا ہے وہ کرلو ہم بھی اپنا عمل انجام دیں گے تم بھی انتظار کرو. ہم بھی انتظار کریں گے۔[1]

اس کے بعد ابو بکر نے کہا:

اے دختر رسول اللہ ﷺ! بے شک آپ کے والد مومنین پر کریم رؤوف اور مہربان اور کافرین پر دردناک عذاب اور عظیم عقاب کرنے تھے۔اگر ہم اس نسبت کو دیکھیں تو رسول اللہ ﷺ آپ کے والد ہیں نہ کسی اور خاتون کے،اور بس آپ کے شوہر علیؑ کے بھائی ہے نہ کسی اور صحابی کے۔رسول اللہ ﷺ علی کو اپنی ہر دوستی پر مقدم رکھتے اور ہر اہم کام میں ان سے مدد لیتے۔آپ کے خاندان کو کوئی دوست نہیں رکھتا مگر وہ جو سعادتمند ہے اور کوئی آپ کو دشمن نہیں رکھتا مگر وہ جو بدبخت ہے۔آپ رسول اللہ ﷺ کی عترت پاک اور ان کے چنے ہوئے

[1] یہاں تک پیش کیا گیا ترجمہ قبلہ شیخ محسن علی نجفی صاحب کا ہے،اور اس کے بعد والے حصے کا ترجمہ مترجم کی کاوش ہے۔

ہیں۔ آپ ہمارے لیے ہر نیکی پر دلیل اور بہشت کی جانب ہماری رہنمائی کرنے والے ہیں۔ اور آپ اے سیدۃ النساء العالمین اور بنت رسول اللہ ﷺ اپنی گفتار میں سچی اور کمال عقل میں مقدم ہیں، آپ کا حق مانا ہوا اور آپ کا صحیح کلام مقبول ہے۔

خدا کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کی بات سے تجاوز نہیں کیا اور ان کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ اور بے شک کسی قوم کا رہنما اس سے جھوٹ نہیں کہتا۔ با تحقیق میں خدا کو شاہد بناتا ہوں اور وہ شہادت کے لیے کافی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ہم انبیاء کا گروہ سونے چاندی، گھر اور ملک کو اپنے بعد میراث کے طور پر نہیں چھوڑتے، کتاب و حکمت کے علاوہ ہماری کوئی میراث نہیں اور مال دنیا میں سے جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے ہمارے بعد اس کا اختیار ولی المسلمین کے پاس ہے۔ جو چیز آپ اس وقت طلب کر رہی ہیں ہم نے اسے گھوڑوں، اور جہاد سے متعلق کاموں سے مخصوص کر دیا ہے تاکہ مسلمان راہ خدا میں کافروں اور سرکش بدکاروں کے ساتھ جنگ کریں اور یہ کام ہم نے مسلمین کی اتفاق رائے سے انجام دیا ہے اور میں نے خود سری کے ساتھ نظر نہیں دی اور اکیلے اس چیز کا ارادہ نہیں کیا۔

اور اب میری تمام قدر و منزلت اور میرا سارا مال آپ کے اختیار میں ہے، میں کوئی بھی چیز آپ کو دینے سے دریغ نہیں کرونگا اور اسے پنہاں نہیں کرونگا، آپ تو اپنے بابا کی امت کی سردار ہیں اور اپنے نبی کا پاک و پاکیزہ شجر ہیں۔ کوئی بھی آپ کی فضیلت کا انکار نہیں کر سکتا اور آپ کی اصل و فرع سے کوئی چیز کم نہیں ہوئی، آپ کا حکم میری ملک پر نافذ ہے۔ کیا آپ اپنے والد کی مخالف رائے رکھتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ میں اس کے خلاف جا کر کوئی اور عمل انجام دوں؟

جناب زہراؑ نے ان کے جواب میں کہا:

سبحان اللہ! عجیب ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو قرآن سے روگرداں نہ تھے اور اس کے احکامات کی مخالفت نہیں کرتے تھے بلکہ وہ تو اس کے پیرو اور اس کی صورتوں پر عمل کرنے والے تھے۔ کیا اپنی بے وفائی اور عہد شکنی پر بہانے تراشتے ہو اور جھوٹے دستاویزات کو ضمیمہ کرتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تمہاری یہ دھوکا دہی ان کی زندگی میں تمہاری فتنہ جوئی جیسی ہی ہے۔

اب کتاب خدا ایک عادل حکم کرنے والی اور حق و باطل کو اپنے نطق سے جدا کرنے والی ہے جو فرماتی ہے: [جو میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے] اور کہا [اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے] پس اس طرح قرآن نے وراثت کے حصے کو بیان کیا اور مرد و زن کی میراث کے حصے کو روشن کر دیا تاکہ باطل کے لیے کوئی بہانہ اور لوگوں کے لیے کوئی شبہ باقی نہ رہے۔

تمہاری نفسانی ہوا و ہوس اور وسوسے جاگ اٹھے ہیں، پس لازم ہے کہ نیکی کے ساتھ صبر کروں اور جو کچھ تم کہتے ہو اس پر خدا میری مدد کرنے والا ہے۔

ابو بکر دوبارہ گویا ہوئے:

خدا، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ کہا ہے۔ آپ معدن حکمت اور ہدایت و رحمت کا محل، دین کی بنیاد، حقیقت برہان اور حجت ہیں۔ میں آپ کے صحیح کلام کو رد اور آپ کے خطاب کو ناپسند شمار نہیں کرونگا۔ مسلمانوں کی یہ جماعت میرے اور آپ کے درمیان فیصلہ کرنے والی ہے۔ انہوں نے اپنی زمام میرے ہاتھوں میں تھمائی ہے اور میں نے ان کے اتفاق کی وجہ سے اسے قبول کر لیا ہے نہ کہ زور و ظلم و استبداد سے اسے حاصل کیا ہے۔ میں نے کسی چیز کو اپنے لیے خاص نہیں کیا اور یہ لوگ اس وقت اس مطلب پر گواہ ہیں۔

جناب زہراؑ نے لوگوں کا رخ کیا اور ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اے لوگوں کی وہ جماعت جنہوں نے باطل کی جانب بڑھنے میں تیزی دکھائی اور برے اور نقصان دہ کام سے چشم پوشی کرلی! کیا تم قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا تمہارے دلوں پر قفل لگ گئے ہیں۔ نہیں: ایسا نہیں ہے بلکہ تمہارے دلوں پر تمہارے برے اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے۔ پس تمہارے کان و آنکھیں بند ہو چکی ہیں، اور تم نے کتنی ہی بری تاویل کی ہے! اور کتنا ہی برا عوض دیا ہے! خدا کی قسم! تم اس کا بوجھ سنگین اور اس کی عاقبت بری پاؤ گے۔ اس دن جب پردے ہٹ جائیں گے اور جو کچھ بھی پردے کے پیچھے ہے نمایاں ہو جائے گا اور تمہارے لیے خدا کی جانب سے وہ نمایاں ہو جائے گا جس کا تم نے گمان بھی نہ کیا ہوگا اور وہاں باطل طلب افراد نقصان اٹھانے والے ہونگے۔

اس وقت بی بی نے رسول اللہ ﷺ کی قبر کی جانب توجہ کی اور فرمایا:

اے میرے بابا! آپ کے بعد اس جفاکار قوم سے بڑے غم دیکھے: اگر آپ زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ ہمارے اوپر اعدا نے کیا ظلم و جور روا رکھے: آپ پیوند زمین ہوئے اور ماتم ہمارا دوست بنا اور دشمنوں نے ہمیں آزار پہنچانا شروع کر دیے: آپ کے عزیز جور و کینے کی زد پر اور ماتم و مشکل کی گھڑی میں ہیں: آپ کے جاتے ہی انہوں نے اپنے بغض کو ظاہر کر دیا اور ہم پر در ذلت کھول دیا: آپ کے جاتے ہی سب ہمیں چھوڑ گئے اور ہم سے اپنے منہ موڑ لیے: انہوں نے وہ عہد و پیمان توڑ ڈالا جو باندھا تھا اور جرأت کے ساتھ رشتہ ایمان کو کچل دیا: جب آپ کا نور ہم سے رخصت ہوا تو وحی آسمان ہم سے منقطع ہو گئی: تمام ملائکہ نے اپنی اپنی راہ لے لی اور اپنے خوبصورت چہرے ہم سے نہاں کر لیے: آپ کی جدائی کے غم نے ہمیں ناتواں کر دیا اور آپ کی

موت سے خبر ہم سے رخصت ہو گئی؛ اے بابا جان! کاش میں آپ سے پہلے اس دنیا سے چلی جاتی اور آپ کے سامنے ہی جان دے دیتی؛ ایسا ماتم کسی نے نہ دیکھا ہو گا کہ آپ کے بعد تو ہماری جان لبوں تک آ گئی۔

فہرست



حجۃ الاسلام والمسلمین سید محمد تقی نبوی قمی

اس کتاب میں جناب سیدہ فاطمہؑ سے
مخصوص صفات کا ذکر کیا گیا ہے اور
ساتھ ہی حقیر کا خطبہ فدکیہ کی اسناد کی
تحقیق پر مقالہ بنام ''ذوالفقار فاطمی''
بھی اس کے تتمے میں شامل ہے۔

سید سبطین علی نقوی امروہوی

ISBN 978-969-720-074-9